طلبا خطبا اور منتظمین کے لیے دلپذیر تحریر

اِصلاح کی راہیں

فضیلۃ الشیخ عبدالمنان راسخ

طلبا خطبا اور منتظمین کے لیے دلپذیر تحریر
اصلاح کی راہیں
فضیلۃ الشیخ عبدالمنان راسخ
www.KitaboSunnat.com
اسلامیہ مکتبہ
MAKTABA ISLAMIA
مکتبہ اسلامیہ

کتاب

اِصلاح کی راہیں

فضیلۃ الشیخ عبدالمنان راسخ

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم
اشاعت ---------------- 2017ء
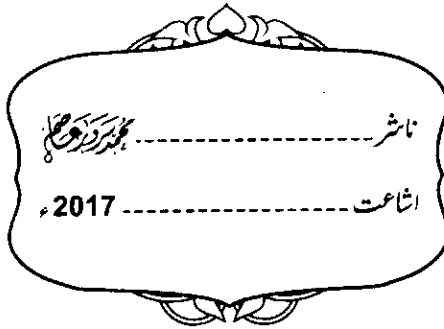
لاہور G/F-26 بادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369
فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204
Ph 0300-8661763 ، 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiapk@gmail.com
www.maktabaislamiapk.blogspot.com

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا
الْاِصْلَاحَ
مَا اسْتَطَعْتُ ط وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ ط

فہرست

تقریظات

ہماری اس کتاب کو ایک درجن سے زائد کبار علمائے کرام نے بنظر غائر پڑھا ہے اور تحریری طور پر اپنے جذبات بھی قلم بند کیے ہیں۔

جن میں سے قرعہ اندازی کے بعد ہم نے صرف پانچ مشائخ کی تقریظات کو کتاب میں شامل کیا ہے.... بعض کبار مشائخ کی تحریر محض اس وجہ سے کتاب میں شامل نہیں ہو سکی کہ ان کا قرعہ میں نام نہیں آیا تھا۔ جزاھم اللہ خیرا

عظیم محقق، مفکر اور جلیل القدر عالم دین فضیلۃ الشیخ عزیر شمس حفظہ اللہ (مکہ مکرمہ)

ہمارے دوست شیخ عبدالمنان راسخ صاحب ماشاء اللہ اچھے خطیب ہیں اور خطبا کی رہنمائی کے لیے انھوں نے کئی کتابیں بھی لکھی ہیں۔ جب بھی مکہ مکرمہ آتے ہیں ملاقات ہوتی ہے۔ اس بار وہ اپنی زیر نظر کتاب لے کر آئے اور مجھے دکھائی۔ میں نے جب پڑھنا شروع کیا تو اتنی دلچسپ اور پرسوز نظر آئی کہ تقریباً پوری کتاب پڑھ ڈالی۔ انھوں نے اس میں جن امور کی نشاندہی کی ہے یقیناً وہ قابل توجہ ہیں۔ مؤلف کے دل میں اصلاح کا جذبہ، اسلوب میں روانی اور برجستگی ہے۔ خطبا و دعاۃ سے ہمدردی اور امت کی خیر خواہی کا اظہار ہر صفحے پر عیاں ہے۔ انھوں نے تقریباً اکثر بیماریوں اور انکے علاج کا تذکرہ کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ خطیب و داعی حضرات اسے پڑھ کر اصلاح پہ گامزن ہوں گے اور دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کریں گے۔

اخیر میں اپنے فاضل دوست اور دوسرے خطبائے کرام کو خطبہ سے متعلق ایک سنّت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں جو اب تقریباً متروک ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں بھی میں نے اس کا تذکرہ نہیں دیکھا۔ وہ یہ کہ خطبہ مختصر اور جامع ہونا چاہیے۔ ایک دو گھنٹے کا خطبہ خلافِ سنّت ہے۔ یہ روش قصہ گو خطبا اور واعظین کے ذریعے دوسری صدی ہجری سے رائج ہوئی اور عالم اسلام میں پھیل گئی۔ اس سے قبل آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم کے خطبوں کا جائزہ لیں کوئی بھی دس، پندرہ

منٹ سے زیادہ طویل نہیں ملے گا۔

احمد زکی صفوت نے ”جمهرةُ خُطَب العرب“ میں ان خطیبوں کی اچھی خاصی تعداد جمع کردی ہے اور اردو میں بھی مولانا محمد جوناگڑھی مرحوم نے ”خطبات محمدی“ میں رسول اللہ ﷺ کے متعدد خطبوں کو جوڑ جوڑ کر ایک خطبہ تیار کیا ہے۔ سب سے طویل خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر دیا تھا۔ جس کے تمام الفاظ اگر آپ مختلف احادیث سے جمع کریں تو دس، پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں ہوگا۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ایک بار مختصر اور جامع خطبہ دیا تو ان سے ان کے شاگرد نے کہا کہ آپ نے بڑا پُرمغز اور بلیغ خطبہ دیا ہے، اگر اسے طول دیتے تو ہم اور محظوظ ہوتے۔ عمار بن یاسر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے:

إِنَّ طُوْلَ صَلَاةِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ فَأَطِيْلُوا الصَّلاة واقْصُرُوا الْخُطْبَةَ [1]

ہمیں اس حدیث اور رسول اللہ ﷺ اور سلف صالحین کے طرز عمل کی روشنی میں اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ قصہ گو واعظین پر ہر زمانے میں علماء نے نکیر کی ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ (م ۵۹۷ھ) کی کتاب ”القصّاص والمذکّرین“ علامہ عراقی (م ۹۱۱ھ) کی ”تحذیر الخواص من اکاذیب القصّاص“ اس سلسلے کی مشہور کتابیں ہیں۔ اگر ان کو مختصر خطبہ دینے کی طرف راغب کریں اور خود کو بھی

---

[1] صحیح مسلم: 869/47

پندرہ، بیس منٹ یا زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ خطبہ دینے کا عادی بنائیں تو ان شاء اللہ وہ ایک سنّت مہجورہ کے احیاء کا ثواب حاصل کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ مصنّف کی کوششوں کو قبول فرمائے۔ ان میں برکت عطا کرے۔ اور ان سے معاشرے اور ملک کی اصلاح کا کام لے۔ اور ہمارے نئے خطیبوں کو اس کتاب سے سبق حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

ہذا ما کان عندی واللہ اعلم بالصواب

محمد عزیر شمس (مکہ مکرمہ)

۲۲/۴/۱۴۳۸ھ

عظیم مذہبی سکالر، استاذ العلماء

پروفیسر نجیب اللہ طارق حفظہ اللہ

الحمدللہ وکفی والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی آلہ وصحبہ ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین

اما بعد...... ! امتِ محمدیہ پہ یہ اللہ کا خاص احسان ہے کہ اس امت کے علماو خطباواعظین نے عوام الناس کی رشد و رہنمائی کے لیے ہمیشہ جانفشانی اور تندھی سے یہ فریضہ انجام دیا۔ اس کٹھن راستے پہ ان کو جو تکالیف ومصائب جھیلنا پڑے تو انھوں نے اسے بھی سنتِ انبیاء سمجھتے ہوئے خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ یہ مبارک گروہ ان شاء اللہ، اللہ کے ہاں اجرِ عظیم حاصل کرے گا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسلام کی وہ شان وشوکت اور رعب ودبدبہ جو قرون اولیٰ سے دنیا پہ چھایا ہوا تھا عوام وخواص کی سستی وکاہلی اور عدم دلچسپی کی وجہ سے کم سے کم تر ہوتا گیا۔ چنانچہ حکمرانوں ،سیاستدانوں اور عالمی سطح میں اسلامی حکومتوں پہ جو زوال آنا تھا وہ تو آ گیا مگر اب نوبت یہاں تک آ گئی کہ جن لوگوں نے بڑھ کر امت کی رہنمائی کرنی تھی ، جو بگڑے ہوئے عادات واطوار کی اصلاح کرنی تھی وہ بھی اسی صف میں شامل ہونے لگے۔ چنانچہ عوام نے جب دیکھا کہ علما وخطبا بھی ہماری کشتی میں سوار ہو گئے ہیں تو ان کی موجیں لگ گئیں۔ بگاڑ کا مداوا کرنے والا بھی بگاڑ کا شکار ہو گیا۔

لیکن اللہ کا شکر ہے کہ علما کے ایک گروہ نے اگرچہ وہ تعداد میں نہایت قلیل تھے، اعتصام بالکتاب والسنۃ کے پرچم کو تھامے رکھا اور اپنے دامن کو ان آلائشوں سے داغدار نہ ہونے دیا۔

ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالمنان راسخ اسم بامسمی کے مصداق نہایت اعلیٰ علمی ذوق رکھنے کے ساتھ صاحبِ طرز مصنف بھی ہیں مگر عوام الناس کے اوپر اپنے علمی رسوخ کا رعب ڈالنے کی بجائے انھوں نے اصلاح واحوال کے نہایت اہم مضامین کا انتخاب کیا جن کی معاشرے کو اشد ضرورت تھی۔ الحمد للہ! عوام تو عوام خواص نے بھی ان کی تحریروں سے جی بھر کے استفادہ کیا۔

جو کتاب اس وقت آپ کے ہاتھوں میں جب انھوں نے اس کا مسودہ مجھے پڑھنے کے لیے دیا تو بغیر مبالغہ کہہ رہا ہوں ہر صفحہ پڑھنے کے بعد ان کو دعائیں دینے کے ساتھ ساتھ الحمد للہ بھی کہتا رہا، کیونکہ انھوں نے میرا بوجھ ہلکا کر دیا۔

قارئین واقعۃً بعض علما وخطبا اپنے منصب سے قطعاً ناآشنا ہوتے جا رہے ہیں اور وہ تمام قباحتیں جن کی اصلاح ان کی ذمہ داری تھی وہ بدقسمتی سے خود ان میں مبتلا ہو گئے۔

راسخ صاحب نے بڑی دردمندی اور جگر سوزی سے ہماری بعض کوتاہیوں کی نشاندہی بھی کی ہے اور اس کی اصلاح بھی فرمائی ہے۔

میری علما وخطبا سے گزارش ہے کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد یہ نہ کہیں ...... ''آیا ہے بڑا ہماری اصلاح کرنے والا'' بلکہ جن ناپسندیدہ عادات واطوار کی طرف توجہ دلائی ہے اسے فوراً چھوڑ دیں۔ اور فاضل دوست کے لیے دعا کریں۔

لیکن یاد رہے......! یہ سعادت صرف اعلیٰ ظرف اور فکرِ آخرت رکھنے والوں کو ہی نصیب ہوگی۔ ورنہ خیر کو شر میں بدلنے والوں کی تعداد بہت ہے۔

اچھی بات تو مومن کی گم گشتہ ہوتی ہے اسے یہ جہاں سے ملے لے لیتا ہے چاہے اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کو ذہن میں لے آئیں وہ فرمایا کرتے تھے:
اللہ اس پر رحم فرمائے جو میرے عیب اور غلطیوں سے آگاہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ راسخ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انھیں اور ہم سب کو ان کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خیر اندیش

نجیب اللہ طارق [1]

یکم جنوری 2017

بوقت شام ساڑھے تین بجے

[1] سینئر مدرس جامعہ سلفیہ حاجی آباد فیصل آباد

عالم نبیل، مصنف کتبِ کثیرہ

حضرت مولانا محمد طیب محمدی حفظہ اللہ

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّكَ بِالۡحِكۡمَةِ وَالۡمَوۡعِظَةِ الۡحَسَنَةِ وَجَادِلۡهُمۡ بِالَّتِیۡ هِیَ اَحۡسَنُ [1]

اللہ تعالیٰ کے رستے کی طرف بلانا یعنی دین اسلام کی دعوت دینا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ جسے قرآن ''اُدۡعُ'' کے حکم کے ساتھ بیان کر رہا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ تین چیزوں کی شرط بھی لگا رہا ہے۔

① ......حکمت ② ......موعظہ حسنہ ③ ......جدال بطریقہ حسنہ

ان تینوں چیزوں کی تفصیل آپ کو شیخ عبدالسنان راسخ حفظہ اللہ کی زیر نظر کتاب میں ملے گی۔ حکمت کی عام فہم تشریح سمجھ داری اور عقلمندی سے کی جاسکتی ہے، یعنی ایسا وعظ جسے سننے والے سمجھداری اور عقل مندی سے تعبیر کریں اور موعظہ حسنہ کا مطلب ہے اس وعظ میں دلائل و براہین ہوں۔ اس کے علاوہ بھی حکمت اور موعظہ کی مختلف تفسیریں بیان کی گئیں ہیں جو آپ کو اس کتاب میں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو موعظہ کہا: یَآ اَیُّهَا النَّاسُ قَدۡ جَآءَتۡكُمۡ مَّوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ [2]

اور حکمت سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں وہی وعظ قابل قبول ہے جس میں کتاب و حکمت قرآن و حدیث ہو اور یہ دو چیزیں

---

[1] النحل:125

[2] یونس:57

ہی دین ہیں اور یہ دو چیزیں ہی اہل حدیث کا مسلک، منہج اور مذہب ہیں۔

شیخ عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ کا اس کتاب کو لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اتنے صاف اور اعلیٰ منہج کو بیان کرنے والے بھی اعلیٰ اوصاف کے مالک ہوں۔ اس مسلک کو اعلیٰ اوصاف کے ساتھ بیان کریں۔ اس کتاب میں انھوں نے بُری نکمی خصلتوں کی نشاندہی کر کے متنبہ کیا ہے کہ کتاب وسنّت کے صاف شفاف چشمے کے پانی کو بُری خصلتوں سے گدلا نہ کرو۔ حقیقت یہی ہے کہ اس وقت اہل حدیث کے اسٹیج پر ایسے لوگ آ چکے ہیں جنھیں خود اہلِ حق کی دعوت کا علم نہیں، قرآن پڑھنا نہیں آتا، سمجھانا کیا ہوگا.....؟

چند اشعار اور مزاحیہ ٹوٹکوں کے سوا ان کے پاس کچھ نہیں۔ شیخ راسخ صاحب نے یہ کتاب لکھ کر مساجد جلسے اور کانفرنسوں کے منتظمین کو بھی متنبہ کیا ہے کہ وہ ایسے واعظ حضرات کو اپنے جلسے اور کانفرنسوں میں مدعو کرنے سے پرہیز و گریز کریں تاکہ اہل حق کا اسٹیج خالصۃً کتاب وسنّت کا اسٹیج ظاہر ہو۔ شیخ راسخ حفظہ اللہ نے جن قباحتوں کا ذکر فرمایا ہے وہ یقیناً ترک کرنے کے لائق ہیں۔ فحش مذاق، فضول گوئی، لالچی ہونا، گالم گلوچ اور ذاتیات پر حملے، وعدہ خلافی اور دھوکہ بازی، بدعتی اور مشرک مقرروں کی نقالی اور لفاظی، مالداروں کی تعریفیں، اشتہاری القاب، غیر سنجیدہ حرکات اپنی تشہیر اور دوسروں کی تحقیر والا انداز، مطالعہ نہ کرنا اور جگت بازی کرنا ایسی بُری خصلتوں سے موحد اور مہذب خطیب کو اجتناب کرنا چاہیے۔ جن بُرے اثرات کا ذکر شیخ راسخ صاحب نے اس کتاب میں کیا ہے۔ بُرا بُرائی سن کر ترک نہ کرے گا تو انجام خطرناک ہوگا۔

شیخ راسخ صاحب نے کامیاب خطیب کے نمایاں اوصاف بھی بیان فرمائے ہیں۔ تنہائی کی پاکیزگی، وعدہ کی پاسداری، مطالعہ کی کثرت اور بصیرت، وضع قطع اور

انداز میں عاجزی، حالاتِ حاضرہ سے آگہی، مسنون اذکار اور تہجد کی پابندی، دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی، اخلاص اور اخلاق، لباس میں تواضع ایسے اوصاف سے متصف عالم اور مقرر کے اثرات اور ثمرات شیخ صاحب نے اس کتاب میں ذکر کیے ہیں۔ کتاب لکھنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس کے لیے صرف وقت ہی نہیں، بلکہ فہم وفراست، اہلیت وقابلیت، صبر وضبط کا ہونا بہت ضروری ہے۔

شیخ راسخ صاحب نے اس حساس اور تمام عنوان پر قلم اٹھا کر مصلحین امت کی رہنمائی کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ مثالوں اور واقعات کے ساتھ خوبیوں اور خامیوں کے اثرات کو واضح کر دیا ہے۔ اس وقت اہل حدیث کی فکر کو جن چیزوں کی ضرورت ہے انہیں بیان فرما دیا ہے۔ عصر حاضر میں علما کو ان ذمہ داریوں سے آگاہ کیا ہے اور اس کی آسانیوں کی راہ بھی تجویز کی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو شیخ عبدالمنان راسخ ﷾ کیلئے ذریعہ نجات بنائے اور ہم سب کے لیے بھی ذریعہ ہدایت بنائے۔ جو درجات اور نجات کا زینہ ہے۔

آمین یارب العالمین

محمد طیب محمدی

10 جمادی الاولیٰ 1438ھ

بمطابق 8 فروری 2017ء

محترم پروفیسر ڈاکٹر مطیع اللہ باجوہ حفظہ اللہ

(چیئرمین اسوہ فاؤنڈیشن لاہور)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الْعَزِیْزِ الْغَفَّار وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْأَبْرَار

امابعد......! بچپن میں جب اپنے ہونے کا احساس ہوا، اس وقت ایک نیا شوق پیدا ہوا کہ دور ونزدیک کسی کانفرنس اور جلسہ میں ضرور جاؤں اور اسی شوق و رغبت کو دیکھتے ہوئے جان سے عزیز رکھنے والے تایا جان رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً سائیکل پر ساتھ ساتھ لیئے پھرتے اور رات کو کانفرنس کا آخری خطیب سن کر لوٹنا اور صبح سکول جانا خاصا دشوار کام تھا، مگر شوق تھا کہ بڑھتا گیا ان آخری خطیبوں (جو کہ کبھی مولانا محمد حسین شیخوپوری، کبھی حبیب الرحمٰن یزدانی اور بعد میں مولانا عبداللہ شیخوپوری، مولانا اسحٰق گوہڑوی، مولانا احمد دین، مولانا عبداللہ گورداسپوری رحمۃ اللہ علیہم) کے لہجوں میں قرآن پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔

پھر ایک درمیانی زمانہ آیا جب کبار علما کے ہاتھوں سے مسند چھنی طنزیہ اور طربیہ انداز میں دعوت دینے والے بعض احباب کے ہاتھوں مسند اہل حق یرغمال ہوئی اور یہی وہ دور تھا جب میں یونیورسٹی تک پہنچ چکا تھا۔ اب مجھے بعض سُرتال والے خطیب اچھے نہ لگتے تھے کہ ان کی دعوت میں درد کی کمی تھی، مذاق اور ٹھٹھا تھا، مگر اخلاص اور حسنِ نیت کہیں کھو گیا تھا جس کی کافی ساری رمق ابھی بھی باقی ہے۔ ایسے میں پہلی دفعہ لال مسجد پسرور میں ایک نوجوان خطیب کو سننے کا موقع ملا، سادہ انداز، دلائل سے مزین، مترنم مگر مذاق سے خالی، سنجیدہ ایسا کہ خود پُرنم اور آواز میں ہی نہیں، عنوان بھی پُرسوز کہ دل میں پہلی ہی بار ملنے اور سننے کے بعد اس سے قدرتی اور والہانہ محبت کا جوش موجزن، وہ فجر کے خزانوں پر دلائل کی تاثیر کا بھی اثر تھا اور ان

کے درس کی ٹیسیں میرے سینے میں محسوس ہورہی تھیں، اتنا متاثر ہوا کہ اپنی مسجد لاہور میں متذکرہ بالا اسی عنوان پر درس کا اہتمام کیا۔ جہاں اکلوتا برادرِ نسبتی جو میری ان تھک کوششوں کے باوجود نمازی نہ بن سکا ان کے ایک درس کو سن کر نہ صرف نماز کا عادی بن گیا بلکہ باریش بھی ہوگیا۔ یہ نوجوان خطیب میرے ممدوح جناب محترم عبدالمنان راسخ تھے جن سے اب ایک زمانہ علمی اور دعوتی فیض پا رہا ہے۔

جناب محترم عبدالمنان راسخ کو اپنے ہم عصر علماوخطبا میں ایک امتیاز حاصل ہے کہ ان کے پیش نظر شہرت اور عوامی رضا نہیں ہوتی ، بلکہ ان کی تقاریر کے موضوعات منفرد، جداگانہ اور دل کو چھونے والے اور ضمیر کو جگانے پر اکسانے والے ہوتے ہیں۔ یہ بات میں نے ان کی تحریر میں ان کی سابقہ کتب میں دیکھی، ان کے ترتیب کردہ عنوانات اتنے جامع ہوتے ہیں کہ بسا اوقات ان کے تیار کردہ خطبہ کو پڑھ کر کسی دوسری کتاب کو پڑھنے کی تشنگی باقی نہیں رہتی۔

ایک اور اہم بات یہ کہ ان کی خطبات پر مبنی کتب کا مخاطب عوام الناس نہیں، بلکہ عالم دین، خطیب ہے اور وہ اپنی ہر تصنیف میں اس کی اصلاح کرتے نظر آتے ہیں۔ زیرِنظر کتاب ''اصلاح کی راہیں'' اس ضمن میں کی جانے والی کاوشوں میں سے ایک شاہکار ہے۔ مسوّدہ مجھے بھجواتے ہوئے ان کا ایک جملہ تھا کہ آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ کے دل کی باتیں ہیں اور جب میں نے اس کتاب کو پڑھا تو واقعی علماوخطبا کے حوالے سے بالخصوص جو درد میرے سینے میں اٹھتا ہے اسی درد کی دوا اس کتاب میں ہے۔ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاح کا عظیم فریضہ یقیناً بہت بڑا منصب ہے۔ دیگر مذاہب تو دور اسلام کے بے شمار فرق اپنی اصل سے ہٹ چکے اور جن کے ذمے اصلاح تھی وہ خود قابل رحم حد تک ناقابل اصلاح نظر آتے ہیں۔ ان کی ذاتی اور

نجی زندگی نا قابل بیان ہوتی ہے۔ایک طبقہ جو اصل سے جُڑے ہونے کا دعویدار ہے یعنی اہل حدیث عمل کے حوالہ سے دیکھا جائے تو صورتِ حال انتہائی مخدوش ہے۔

اس کتاب میں انھوں نے ایک خطیب کو ایک داعی کو جو قیمتی گم شدہ راستہ دکھانے کی سعی کی ہے وہ قابل ستائش ہے کیونکہ اصلاح کا دارومدار مصلح کی زندگی، اس کے قول وفعل پر بہت حد تک منحصر ہوتا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی سابقہ زندگی اور عظمت کردار کو پیش کر کے ہی اپنی دعوت کا آغاز کیا تھا۔ ہمارے تعلیمی اداروں میں تربیت کا نہ صرف فقدان ہے، بلکہ ایک زوال پذیر معاشرہ ہمیں گھیرے ہوئے ہے۔ایسے میں ایک داعی اور خطیب کی ذمہ داری زیادہ بڑھ گئی کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔کا طعنہ اس پر صادق نہ آئے۔

حقیقت یہ ہے کہ میں ایک معمولی سا آدمی اس کتاب میں کسی اضافے یا ترمیم کی درخواست کی تو کیا جسارت کرتا کہ میرا علمی سرمایہ ان جیسے شیوخ کرام کی مجلس سے اخذ کردہ ہے،مگر حکم کے مطابق ایک دودل کی باتیں راسخ صاحب کے ذریعے طلبا تک پہنچانا چاہتا ہوں کہ خدارا...... ! علما اپنا اور عوام کا تعلق سمجھنے کی کوشش کریں۔وہ جس عالم دین کو خطیب لاثانی اور حق وصداقت کی نشانی کو اسٹیج پر سنتے ہیں اور جس سے نجی محفل ومجلس یا کھانے کی دعوت پر ملاقات کرتے ہیں اور دونوں میں جب زمین وآسمان جیسا فاصلہ اور تضاد دیکھتے ہیں تو نہ صرف متنفر ہوتے ہیں، بلکہ وہ تمام علما کے بارے میں ایک رائے قائم کرتے ہیں اور اس رائے کو سب پر ثبت کرتے ہیں۔یوں جب وہ رائے عوام الناس میں پھیلتی ہے تو دعوت کا اثر ختم کر دیتی ہے۔ علما جب نجی مجلس میں جھوٹے لطیفے اور فحش مذاق کریں گے تو یہ بات صرف ان کی ذات کو نہیں، بلکہ اعلیٰ ترین دعوت کو متاثر کرتی ہے۔علما جب زیادہ پیسوں کے لالچ میں

وعدہ خلافی کرتے ہیں تو اس کا نقصان دعوت پر ہوتا ہے۔

اسی طرح ایک اور اہم بات جس کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ کسی مشہور طرز کو اپنانے والے غیر تعلیم یافتہ، غیر سند یافتہ نوجوان خطبا جو علم اور مطالعے سے جی چراتے، اشعار، لطائف اور قصہ گوئی سے تقاریر کو مزین کرتے لوگوں کے عقائد سے کھیلتے ہیں یہ اہل حق کا شعار ہے اور نہ معیار۔ بلکہ اب تو حالت اس قدر ناگفتہ بہ ہے کہ کم سن لڑکے اور بچے مخصوص طرز میں تقریر بازی کے ماہر اسٹیج پر دین کی اساس سے کھیل رہے ہوتے ہیں اور بڑے بڑے مشائخ کو عوام الناس کا اندھا شوق دو زانو ہو کر بیٹھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

تیسری اہم بات کہ اہل حق حزبی نہیں ہوتا، بلکہ میرٹ اور معیار اور عدل و انصاف ہی اس کا اصول ہوتا ہے۔ جماعتی، تنظیمی اختلافات نے مسلکِ اہل حق کی عمارت میں دراڑیں ڈال دیں۔ میری درخواست ہے کہ علما، مشائخ عظام اور نوجوان طلبا اور خطبا اس کتاب کو اپنی لائبریری ہی کی زینت نہیں، بلکہ کتابِ زیست کا حصہ بنالیں۔ مجھے امید ہے کہ میرے ممدوح جناب عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ کا انقلاب آفریں خیال ''اصلاح کی راہیں'' ہماری فلاح کی راہیں کھول دے گا۔

اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہوں کہ ہمارے شیخ کو دنیا و آخرت کی تمام راحتیں نصیب فرمائے اور ان کے علمی سرمائے کو دنیا میں قبولیت عامہ اور آخرت میں قبولیت تامہ سے نوازے۔ بلاشبہ یہ کتاب مدارس کے نصاب کا حصہ بننے کے قابل ہے۔ اللہ تعالیٰ قبولیت فرمائے۔ آمین!

مطیع اللہ باجوہ

2017_2_21

فرزندِ قدوسیؒ شہید، عظیم مصنّف، محترم

عمر فاروق قدوسی حفظہ اللہ

(آف لاہور)

برادر عزیز عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ کا نام وعظ و تبلیغ اور تحریر و تقریر کے میدانوں میں کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اتنی کم عمری میں ایسی مقبولیت یہ اللہ رب العزت کا ان پر خصوصی فضل و کرم ہے۔ ان سے بہتر لکھنے والے اور ان سے عمدہ خطاب کرنے والے ضرور ہوں گے لیکن سامعین اور قارئین کا جو حلقہ ہمارے بھائی کو ملا ہے وہ کم ہی لوگوں کے حصے میں دیکھنے کو آیا ہے۔ ان کی ان کامرانیوں پر ان کے لیے دعا ہے کہ اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ۔

انھوں نے مجھے اپنی نئی تصنیف ''اصلاح کی راہیں'' بغرض ''اصلاح'' دی اور سچی بات ہے کہ کتاب کی اصلاح اس فقیر نے کیا کرنی، اپنی ''اصلاح'' ضرور کی۔ میں نے اوّل تا آخر یہ تحریر پڑھی۔ بے ساختگی اور اخلاص کا مرقع ہے۔ لکھنے والے نے اپنے دلی جذبات کو کہاں خانہ دل سے نکال کر صفحہ قرطاس کی زینت بنا دیا ہے۔ کوئی خود کو اس تحریر کا مخاطب نہ سمجھے۔ بلکہ یہ ایک عمومی تحریر ہے جس کے مخاطب واعظین کرام اور خطبائے عظام خاص طور پر ہیں۔

عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ کا تعلق چونکہ اس طبقے سے ہے۔ مختلف دیہات، قصبوں اور شہروں میں انھیں کثرت سے خطاب کے لیے بلایا جاتا ہے۔ فی زمانہ شاید وہ سب سے معروف اور مصروف خطیب ہوں۔ ایک ایک رات میں تین تین تقریریں، طول طویل سفر۔ اپنے ہم طبقہ افراد کی خامیوں اور کوتاہیوں سے جتنے وہ

واقف ہیں دوسرے کم ہی ہوں گے۔ ان کوتاہیوں کو دیکھنے کے بعد ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اپنے خطیب بھائیوں کی اصلاح کی جائے۔ اس خیال نے تحریر کی شکل اختیار کی اور اب ''اصلاح کی راہیں'' کے نام سے یہ آپ کے سامنے ہے۔ چونکہ وہ خطبا کے زمرے سے ہیں اس لیے انھیں خطبا کی عزت نفس بھی عزیز ہے۔ جا بجا وہ انھیں نصیحت بھی کرتے ہیں اور بہتری کے لیے تجاویز بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کی تنقید کے نشتر کی کاٹ ایک مسیحا کی مسیحائی سمجھیے۔

جو شخص عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ سے واقف ہیں، شاید وہ اسے کسی ''ستر سالہ'' بزرگ کے تجربات کا نچوڑ سمجھے لیکن خود برادر عزیز راسخ صاحب ابھی نوجوانی کی راہوں سے نکل کر جوانی کی وادیوں میں قدم رکھے ہوئے ہیں۔ اس کتاب کے مطالعے سے ایک اعتبار سے کچھ حیرت بھی ہوتی ہے کہ ہمارے گرم و سرد چنیدہ اور بے حد قابل احترام علما اور خطبا کی طرف سے اس سے پہلے اصلاح کی ایسی کاوش کیوں نہ کی گئی......؟ بہر حال وہی رسمی سا محاورہ کہ...... دیر آید درست آید۔

راسخ صاحب کا یہ اسلوب قابل داد ہے کہ انھوں نے کسی بھی ناپسندیدہ بات پر کسی شخص کا نام ذکر نہیں کیا۔ لوگ عموماً اس طرح ''ستر پوشی'' کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ انھوں نے ''عجب'' کی بات کی۔ مجھے ایک نامور خطیب یاد آ گئے۔ ایک جلسے کے بعد وہیں کسی جگہ وہ خطیب صاحب موجود تھے۔ محفل کے دولہا حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ تھے۔ وہ خطیب صاحب کہنے لگے: علامہ صاحب آج تو آپ کی تقریر کے بعد میری ہی تقریر سب سے عمدہ تھی۔ حضرت علامہ مسکرا دیئے اور ہولے سے کہنے لگے: آپ نے میرا بھی تکلّف ہی کیا ہے اصل تقریر تو آپ کی ہی تھی۔

ایک اور صاحب یاد آ گئے ۔ بڑا نام تھا۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرمائے۔ بے حد صلاحیتوں کے مالک تھے۔لیکن اشتہارات میں اپنے لیے کثرت سے القاب پسند فرماتے تھے، بلکہ خود تجویز کرتے تھے۔اور ایک وہ تھے کہ جن کے نام کے ساتھ حضرت مولانا [عبدالمنان نور پوری] لکھ دیا جاتا تو ناراض ہو جاتے کہ میں عبدالمنان ہوں جو ''حضرت مولانا'' ہے اس کو تقریر کے لیے درس کے لیے لے جاؤ۔

عبدالمنان راسخ صاحب کی اس کتاب نے ایک اور واقعہ یاد کرا دیا۔ حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ کا قصہ ہے۔ بین الاقوامی شخصیت۔عربی اردو کے بے مثال خطیب۔فن خطابت میں ید طولی۔مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ کی مسجد میں ایک چھوٹا سا پروگرام تھا۔عنوان سیرت النبی تھا۔حضرت علامہ مدعو نہیں تھے۔مولانا نے ذکر کیا۔جانے کا ارادہ بن گیا۔نہ کوئی اعلان ،نہ کوئی اشتہار۔لوگ مسجد میں موجود تھے۔اپنے درمیان حضرت مولانا کو دیکھا تو حیران ہو گئے کہ یہ کہاں سے؟ خطبا تو اشتہار پر چھوٹا نام درج ہو تو جانے سے کنی کترا جاتے ہیں اور یہاں تو سرے سے نام ہی نہیں۔پر وہاں حضرت علامہ نے نصف گھنٹے کے قریب خطاب کیا اور شاید ان کی زندگی کی عمدہ ترین تقریروں میں سے تقریر ہو گئی۔ ''خطبات علامہ احسان الٰہی ظہیر جلد اوّل'' میں وہ تقریر ''محمد بن عبداللہ سے محمد رسول اللہ تک'' کے عنوان سے شامل ہے۔ہمارے آج کے خطبا اور واعظین کے لیے اس واقعے میں خود فراموش کا کتنا بڑا سبق پنہاں ہے۔یہ ہوتا ہے اللہ کے دین کے لیے خود کو وقف کر دینا۔

جناب عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ نے خطبائے کرام کو وعدے کی پابندی کا سبق خوب یاد دلایا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی کمزوری ہے۔میزبان کو مدعو علما کے نہ آنے سے

جو خفت اور شرمندگی ہوتی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ ایک معروف خطیب نے ایسی ہی ایک وعدہ خلافی کی، ان کا موبائل بند تھا۔ میزبان سخت پریشان۔ مولانا صاحب ایک اور پروگرام میں اپنی شعلہ بیانی کا مظاہرہ فرما رہے تھے۔ تنگ آمد بجنگ آمد اس میزبان نے بڑے ہی درد بھرے لہجے میں اعلان کیا کہ حضرت مولانا صاحب حسب وعدہ تشریف نہیں لا سکے کیونکہ ان کی اہلیہ محترمہ وفات پا گئی ہیں، چنانچہ مجمع نے اخلاص کے ساتھ مولانا کی اہلیہ کے لیے دعائے مغفرت کی اور جلسہ ختم کر دیا گیا۔ اگلے روز مولانا نے نمازِ فجر کے بعد موبائل آن کیا تو لوگوں کے تعزیتی پیغامات آنے لگے...... کاش کہ ہمارے محترم خطبا ایسی صورت حال پیدا نہ ہونے دیں۔

مجھے ایک اور بہت بڑے خطیب کا واقعہ یاد آ گیا۔ دنیا جسے ''خطیب الاسلام مولانا عبدالرؤوف رحمانی جھنڈانگری'' کے نام سے جانتی ہے۔ اردو زبان کے قادر الکلام خطیب تھے۔ ہند اور نیپال میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ جب خطاب کرتے تو یوں سمجھیے کہ ہر چیز تھم جاتی۔ وعدے کے شدید سختی سے پابند تھے۔ آندھی ہو یا طوفان مولانا رحمانی اپنے وعدے کے مطابق جلسے میں پہنچتے تھے اور وقت سے پہلے پہنچ جاتے تھے تاکہ میزبان کو ذرا سی بھی کلفت نہ ہو۔ ایک مرتبہ انھیں ایک بڑے سیٹھ نے خطاب کی دعوت دی۔ جلسہ بھی بڑا تھا اور وہاں مولانا کو اپنے مدرسے کے لیے تعاون بھی زیادہ ملنے کی امید تھی۔ لیکن مولانا رحمانی نے اس سیٹھ کو صاف انکار کر دیا کہ میں نے فلاں گاؤں والوں سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ ایک مرتبہ مولانا رحمانی ایک جلسے کے لیے گئے لوگوں نے روکنا چاہا کہ نہ جایئے، لیکن فرمانے لگے: میں نے وعدہ کیا ہوا ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ ''کیسی گرمی و دھوپ کی سختی اٹھائے ہوئے پٹنہ کے

ریگ زار میں پیدل چلتے ہوئے قاری عبدالرشید صاحب خاں جہانپوری کے ہمراہ حاجی پور پہنچا، کیونکہ ہمارا اسٹیمر چھوٹ گیا تھا۔ جلسے کی تاریخ پر پہنچنے کی غرض سے پٹنہ کے دریا کو کشتی سے پار کیا اور جب یہ تعب ومشقت اٹھا کر حاجی پور سے ٹرین پر بیٹھ کر مظفر پور پہنچے تو جلسہ ملتوی تھا اور ناظم جلسہ غائب تھے۔ اللہ تعالیٰ اس امت پر رحم کرے جس نے اپنے وعدوں کو فراموش کیا اور حیلہ بہانہ بنا کر ٹال دیا۔

راقم نے یہ سطور اپنی کتاب جو کہ مولانا رحمانی کی حیات وخدمات پر لکھی ہوئی ہے اس سے نقل کی ہیں۔

برادر عزیز عبدالمنان راسخ کی عمر اور علم میں اللہ تعالیٰ برکت فرمائے۔ وہ بلاشبہ اپنے مرحوم والد مولانا حکیم عبدالرحمان راسخ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی یہ کتاب ہمارے خطبا بالخصوص نوجوان اور نوآموز خطبا جو ابھی اس میدان میں قدم رکھ رہے ہیں...... کے لیے بے حد مفید ثابت ہوگی۔ میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ اگر کوئی شخص علم عمل میں بزرگی کے مرتبے پر فائز ہے۔ خطابت کا وسیع تجربہ رکھتا ہے لیکن وہ اصلاح کی ان راہوں سے صرف اس وجہ سے بے اعتنائی نہ برتے کہ لکھنے والا ایک نوجوان خطیب ہے۔ جس کی ابھی اتنی عمر نہیں ہے۔ جتنا ہمارے ان بزرگوں کا خطابت کا تجربہ ہے۔ یہ مت دیکھیے کہ کہنے والا کون ہے۔ نصیحت کی بات ہے، حکمت کے موتی ہیں، چن لیجیے۔ فائدہ آپ کا ہی ہوگا۔

عمر فاروق قدوسی

19 فروری 2017

گزارشاتِ راسخ

وقتِ فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

یہ کتاب صرف اصلاح نامہ نہیں، بلکہ میں اس کو اللہ
کی رحمت سے اپنے لیے توشۂ آخرت بھی سمجھتا ہوں
ابوالحسن عبدالمنان راسخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إنّ الحمدللہ والصّلوۃ والسّلام علی رسول اللہ وعلی الہ و صحبہ و من تبعہ الی یوم الدین . اما بعد!

اپنی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی ہم نے محض کسی تبصرے یا تعریف کو سننے کے لیے ہرگز نہیں لکھی۔ہم اس کے ذریعے تبدیلی اور مزید بہتری کی امید لگائے ہوئے ہیں۔اور یہ بات بھی سو فیصد حقیقت ہے کہ نصیب والے ہی فائدہ اٹھاتے ہیں ورنہ اہل اسلام میں بھی پچانوے فیصد لوگ ایسے ہیں کہ جنھوں نے قرآن پاک جیسی عظیم الشان انمول کتاب کی قدر نہیں کی۔

ایمانداری سے فیصلہ فرمائیں کہ شوق سے قرآن مجید کا ترجمہ اور ذوق سے کتبِ تفاسیر پڑھنے والوں کی تعداد کتنی ہے......؟

بہر صورت ہماری یہ کتاب ایک ایسے قائد، عالم اور داعی کے لیے راہ نما ہے جس میں خوفِ خدا اور سنجیدگی آخری حد تک ہو، وہ آخرت کے لیے جی رہا ہو، وہ غیبت اور بدگمانی کو اپنے لیے مباح نہ سمجھتا ہو اور اُس میں یہ اعتراف بھی سو فیصد موجود ہو کہ میں کامل شخصیت نہیں ہوں میری مزید اصلاح بھی ہو سکتی ہے۔

یہاں یہ بات اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں کہ چغل خور داعی اور جس کے دل و دماغ پر کبر و غرور کے سائے یا طنز و مزاح کے دھبے ہوں تو ایسے غیر سنجیدہ شخص کے لیے یہ کتاب مزید خرابی کا باعث بھی ہو سکتی ہے۔اس کتاب میں جہاں دعوتی میدان میں پیدا ہونے والی کوتاہیوں کی نشاندہی کی گئی ہے وہاں ان خوبیوں کو بھی تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیا گیا ہے جن کا ایک سچے داعی میں موجود ہونا از حد ضروری ہے۔

اوراس سے بڑھ کر کتاب کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ اہل حق کے قائدین، ذمہ داران اور علما وخطبا کی خاص توجہ ایسے اہم بنیادی کاموں کی طرف مبذول کروائی گئی ہے جو موجودہ حالات کے پیش نظر سب سے پہلے کرنے کے ہیں۔لیکن ان کی طرف ہمارے اکثر اکابر اور اصاغر کا دھیان تک بھی نہیں ہے اور اس خطرناک غفلت کا سب سے بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ نوجوان نسل اور نوخیز علما اپنی سوچ کو نہایت محدود رکھتے ہوئے یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہمارا کام صرف مساجد ومدارس میں وعظ وتدریس ہے۔ اس کے علاوہ امتِ مسلمہ کے سامنے اسلامی نظام معیشت ومعاشرت کا ڈھانچہ پیش کرنا اور دین کی اصل بنیادوں پر دعوت کا کام ہمارے فرائض میں شامل نہیں ہے۔

ہماری اہل حق کے تمام ذمہ داران سے بصد احترام گزارش ہے کہ آپس کے معمولی اختلافات ختم کر دیں۔آپ کی رنجشوں اور غفلتوں نے پہلے ہی بہت زیادہ دین کا نقصان کیا ہے......آپ کی نوجوان نسل آپ کے ہاتھوں سے نکل رہی ہے...... اللہ کے لیے دلوں میں نرمی پیدا کریں، اللہ کی رضا اور اپنی آخرت سامنے رکھ کر اپنی نوجوان نسل پر احسان کر جائیں......آپ کی بہت مہربانی ......جزاکم اللہ خیرا......

خود کو متقی یا مصروف ترین شخص سمجھ کر اپنے منصبی فریضے سے غفلت کا شکار نہ ہوں۔اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔

وھو یتولی الصالحین

وصلی اللہ علی النبی وآلہ واھل بیتہ وصحبہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخوکم فی الدین ومحبکم فی الاسلام

عبدالمنان بن عبدالرحمن راسخ بن حاجی نیک محمد

0300-6686931

دعائے خیر

ہر اس نوخیز طالب علم، واعظ
مدرّس اور ذمہ دار خطیب کے لیے

جو ہماری اس کتاب کو اللہ کی رضا کے لیے پڑھے۔
اور اصلاح کی راہوں پر گامزن ہو جائے۔
اللہ ایسے بھائی کے لیے خیر کے سب دروازے کھول کر
اسے بغیر حساب کے جنّت کا مہمان بنائے۔

آمین

اخوکم فی اللہ

ابو الحسن عبد المنان الراسخ

آپ بیتی

آج مجھے آپ کے لیے سب سے پہلے تجرباتی، مفید باتیں تحریر کرنی ہیں، شاید پھر زندگی وفا کرے یا نہ کرے اور وہ یہ ہیں کہ آپ اللہ کے ساتھ مخلص ہو جائیں، حالات کی تنگی اور وسائل کی قلت کے باوجود خوب محنت کریں ''ادعو ربکم تضرعا وخفیہ'' کی عملی تصویر بن جائیں...... اللہ تعالیٰ بہت جلد آپ کے لیے توفیق اور قبولیت کے سب دروازے کھول دے گا۔

سچی بات ہے میں اللہ خالق و مالک اور قابض کا بہت زیادہ شکرگزار ہوں کہ جس نے مجھے اپنی کمال رحمت اور عنایت سے اسلام کا داعی بنایا ہے۔ سفر کے آغاز میں بہت سی مشکلات رہی ہیں مگر میں اس وقت '' ان مع العسر یسرا'' کا مکمل نظارہ کر چکا ہوں۔ الحمدللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

ایک وقت تھا آج سے تقریباً سولہ سال پہلے مجھے ایک ننھی منھی کتاب ''نرمی'' لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی، بڑے ذوق شوق سے کمپوز کروا کر اس کا مسوّدہ ایک شیخ صاحب کو یہ کہہ کر تھما دیا کہ وہ پڑھ کر اصلاح کر دیں اور حوصلہ افزائی کے طور پر چند تمہیدی کلمات بھی لکھ دیں، مگر عجب بخل کہ ''حضرت الشیخ صاحب'' نے کئی دن مسوّدہ اپنے پاس رکھا اور پھر ایک دوسرے شیخ صاحب کے ہاتھ بغیر کسی اصلاح اور تبصرے کے بھیج دیا۔ گویا انہوں نے میری اس محنت کو قابل التفات ہی نہ سمجھا۔

وہ دن میرے لیے نہایت افسردگی کا دن تھا...... بہر صورت اللہ کی توفیق خوب شامل حال رہی۔ وہ کتاب مکتبہ قدوسیہ لاہور سے شائع ہو کر خوب مقبول ہوئی اور پھر اس کے بعد فیض رساں داتا و مولا نے تصنیف و تالیف میں ایسی برکت ڈال دی

کہ الحمدللہ! اب ہماری تحریر کردہ کتابوں کی تعداد دو درجن سے زیادہ ہے۔
والحمدللہ تبارک وتعالیٰ

اپنی یہ آپ بیتی سنا کر خطبائے کرام کو تجربے کی روشنی میں بتانا چاہتا ہوں کہ زندگی میں کبھی کسی سینئر ساتھی اور بزرگ کی حوصلہ شکنی کی وجہ سے مایوس نہ ہوں، محنت جاری رکھیں اور مسلسل جاری رکھیں! عرش وفرش کا مولا وداتا بہت ہی رحیم وکریم ہے۔لوگ آپ کو نظر انداز کریں گے لیکن وہ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ ان شاء اللہ

مجھے اچھی طرح یاد ہے جب استاذنا الامام عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ سے بخاری شریف پڑھ کر فراغت ہوئی تو ان دنوں علوم وفنون اور متون پر اللہ کی توفیق سے کافی دسترس تھی۔ ایک جگہ تدریس کے لیے نہایت اہم موقع مل رہا تھا کہ ادارے والوں نے کہا: اگر فلاں شیخ صاحب ہمیں فون کر دیں تو ہم آپ کو ملازمت دے دیتے ہیں، لیکن نہ جانے کیا حکمت تھی کہ حضرت نے سفارش کرنے سے انکار کر دیا۔لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج ہمارے پاس وہ ذمہ داری ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے منتخب لوگوں کے ہی سپرد کیا کرتے ہیں۔ نحمد اللہ تبارک وتعالیٰ علی ذالک

اس آپ بیتی سے بھی یہی بات بتلانا مقصود ہے کہ اپنے بڑوں کی بے رُخی کی بنا پر بد دل ہوا کریں نہ دین کا کام چھوڑا کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی ضرور مدد کرتا ہے۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ نہایت محنتی طلبا وخطبا بعض مشائخ کی طرف سے تزکیہ نہ ملنے پر یا ان کی سفارش سے محرومی پر بد دل ہو جاتے ہیں، اسی طرح بعض کو مدارس کی انتظامیہ کی طرف سے نہایت مایوسی ہوتی ہے اور وہ دین کا کام ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ جبکہ کسی کے رویّے کی وجہ سے دین کا کام چھوڑنا اخلاص والوں کا شیوہ ہرگز ہرگز نہیں ہے...... اخلاص سے محنت جاری رکھیں۔ یقیناً روشن مستقبل بلاشبہ آپ

کا منتظر ہے۔ اور آخر میں ایک بات یاد رہے کہ خیر کا کوئی کام ہوئے بغیر نہیں رہتا، خیر کا کام کرنے والے کی نیت خالص ہو تو اللہ تبارک وتعالیٰ تنگی کے بعد بہت سی آسانیاں بھی فرما دیتے ہیں۔

ہمارے ایک شیخ صاحب نے کتاب لکھی اور وسائل کی کمی کے پیش نظر اس کو شائع کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ وہ کتاب کی طباعت کے حوالہ سے ایک لمبا سفر کر کے مذہبی تاجر کے پاس گئے اور کتاب کی اہمیت اجاگر کرنے کے بعد اس کی طباعت کے اخراجات برداشت کرنے کا مطالبہ کیا...... تاجر صاحب نے غور وفکر کے بعد جواب دیا کہ پھر کبھی تشریف لانا اس پر غور کر لیں گے...... حضرت شیخ صاحب افسردگی کے ساتھ واپس لوٹے کیونکہ کتاب بڑے جذبے سے لکھی گئی تھی اور باطل کے رد کیلئے اس کی طباعت بھی بہت اشد تھی۔ بہر صورت چند دنوں کے بعد وہ کتاب شائع ہوگئی جس سے امت نے بہت فائدہ اٹھایا۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اسی تاجر صاحب نے رابطہ کیا اور کہا: لائیں میں کوشش کر کے کتاب چھپوا دیتا ہوں...... یہ جملہ سننے کے بعد حضرت شیخ صاحب فرمانے لگے: اللہ کے بندو......! نیکی آپ کے دروازے پر چل کر آئی تھی، لیکن آپ نے اسے اہمیت نہ دی...... وہ نیکی آپ کو نصیب نہ ہوئی...... اب وہ کتاب چھپ چکی ہے اور اس کے دو نسخے میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ اللہ اکبر

عزیز طلبہ وخطیب بھائیو یاد رکھیے......! عالم وہ ہے جو کسی صورت بھی اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پہ اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور ہمیں جرأت، استقامت اور اپنی رحمت سے وافر حصہ نصیب فرمائے۔ آمین

اللہ والے عالم اور خطیب کی اصل نشانی

صالح مزاج اور اللہ والے علمائے کرام اور خطبائے عظام کی سوچیں بہت پاکیزہ اور مبارک ہوتی ہیں، سوچ کے ساتھ ساتھ ان کی نگاہیں بھی بہت بلند ہوتی ہیں۔ وہ لوگوں کی طرف للچائی نظر سے نہیں دیکھتے، بلکہ ان کی نگاہیں اللہ کی طرف ہوتی ہیں، انھیں کسی کی ناحق ملامت کی پرواہوتی ہے، نہ کسی خوشامد کی طلب۔

وہ تو صرف اس امید پر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں کہ مجھے روزِ قیامت اللہ تبارک وتعالیٰ سے شاباش لینی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حوضِ کوثر پینا ہے۔

یاد رہے...... ! وہی داعی اور وہی خطیب روزِ قیامت انبیاء و رسل علیہم السلام کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس نے دعوت کے میدان میں اللہ کے لیے قدم اٹھایا ہو...... اس کی خطابت سیاست کے لیے ہے، نہ لوگوں کی قربت کے لیے ہے اور نہ ہی دنیا میں نام کمانے کے لیے۔

امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی ہر کتاب اور اللہ کی عزت و عظمت میں کہی گئی ان کی ہر بات ہر مسلمان کے لیے روشنی کا مینار ہے۔ کیونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ بڑے اللہ والے انسان تھے۔ وہ اپنی ایک کتاب میں ''عارف باللہ'' یعنی اللہ کی خاص پہچان رکھنے والے شخص کی نشانیوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

وَالْعَارِفُ لَا يُعَاتِبُ وَلَا يُخَاصِمُ وَلَا يُطَالِبُ [1]

---

[1] طریق الھجرتین وباب السعادتین: 51۔ اور اسی کے قریب ایک قول شیخ الاسلام رحمہ اللہ کا بھی ہے اور اس میں اضافہ یہ ہے کہ اللہ والا شخص کسی پر اپنی فضیلت سمجھتا ہے اور نہ ہی تعریف کا بھوکا ہوتا ہے۔

''(اور اللہ کو) پہچاننے والا شخص گلہ شکوہ کرتا ہے نہ جھگڑتا ہے نہ ہی کسی سے کوئی مطالبہ کرتا ہے۔''

اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ جو عالم اور خطیب مخلص ہوتا ہے، اس کی توجہ لوگوں کے رویے اور ان کے پروٹوکول کی طرف نہیں ہوتی...... کہ

فلاں نے مجھے اچھے طریقے سے بلایا نہیں......

اچھے طریقے سے بٹھایا نہیں......

میرے شایانِ شان اشتہار پر میرا نام نہیں لکھا......

مجھے میری قربانیوں اور صلاحیتوں کے مطابق اعلیٰ القاب اور مقام کے مطابق نوازا نہیں وغیرہ وغیرہ............

اور نہ وہ لوگوں سے کوئی مطالبہ کرتا ہے کہ مجھے نمایاں حیثیت دی جائے، بلکہ اس کی ایک ہی منشا اور دل کی طلب ہوتی ہے کہ میرا اللہ مجھ پہ خوش ہو جائے اور میری دعوت کے اس عمل سے مجھے میرے اللہ کی خوشنودی اور رضا مل جائے۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسا ہی سچا مخلص عالم، خطیب اور داعی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اصلاح کی پہلی راہ

اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ‌ ؕ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ‌ ؕ
عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ ﴿۸۸﴾

''میں تو صرف اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک ہو سکے اور مجھے توفیق تو اللہ ہی کی طرف سے ملی ہے
اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔'' (ھود : 88)

خطابت کیا ہے......؟

خطابت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ، خاص استعداد و صلاحیت کا نام ہے جس کے ذریعے ایک مبلّغ کتاب وسنت کی تعلیمات اور اپنے مافی الضمیر کو اچھے، عام فہم اور آسان انداز و الفاظ سے دوسرے کے دل و دماغ میں اتار دیتا ہے۔

ایک تفسیری روایت کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی سفارش بھی اسی لیے کی تھی کہ انھیں میرے ساتھ بھیج دیا جائے کیونکہ وہ اچھے خطیب تھے۔

خطابت صرف فن ہی نہیں ہے بلکہ اسلام میں خطابت اعلیٰ درجہ کی عبادت اور عظیم الشان سعادت ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ ہستیاں جن کو میدان خطابت کے لیے پسند کیا جاتا ہے۔ ہماری ذی شعور، ذمہ دار اور باکردار خطباء کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ بڑی سنجیدگی سے اپنے موضوع کے مطابق مدلل گفتگو کیا کریں۔ خطابت کا اصل مقصد لوگوں کی اصلاح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے۔

☆......دوران خطاب سامعین کو خوش کرنا

☆......جذباتی بنا کر نعرے لگوانا

☆......گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخنا چلانا

☆......سیاسی بے دین لوگوں کی طرح مجمع سازی کرنا

☆......عجیب و غریب روایات سنا کر لوگوں کو متاثر کرنا

ہرگز ہرگز مقصود نہیں ہے۔ وہ خطیب صاحب بہت بڑی غلطی پر ہیں جو آواز اور آہنگ کی بنیاد پر ٹائم گزارنا تو جانتے ہیں لیکن دلائل، حقائق اور مسائل بیان کرنے کا شوق نہیں رکھتے۔

برائے کرم یہ حقیقت اچھی طرح جان لیں کہ خطابت عبادت ہے، دنیوی تجارت نہیں......! منبرِ رسول ﷺ پر جلوہ افروز ہو کر

☆......گانوں کی طرز پر اشعار پڑھنا

☆......چٹکلے اور لطیفے سنانا

☆......تکلف کرتے ہوئے غیروں کی نقلیں اتارنا

☆......غیر سنجیدہ گفتگو کرنا

☆......بغیر مطالعہ کیے سنی سنائی باتیں کرنا

☆......شوخ مزاجی اور گفتگو میں بے باکی

☆......ہمہ وقت طنز و مزاح کا ماحول

یہ سب کچھ خوفِ خدا رکھنے والے، صالح خطباء کا کام نہیں...... اللہ والے اور نیک خطبائے کرام ہمیشہ با کردار اور علم پھیلانے والے ہوتے ہیں۔ وہ درجنوں کتابوں میں بکھرے ہوئے علم و عرفان کے لاتعداد موتی چند منٹوں میں عوام کے سامنے پیش کر دیتے ہیں، ان کا بیان کئی ایک کتابوں کا خلاصہ ہوتا ہے، وہ صرف آواز، ترنم اور شعر و شاعری کے بل بوتے پر لوگوں سے داد لینے والے نہیں ہوتے۔

میدانِ خطابت کے شہسواروں کو ہمیشہ شکر اور ذکر میں آگے بڑھنا چاہیے تاکہ رب تعالیٰ اس صلاحیت میں مزید نکھار اور برکت پیدا فرمائے اور یہ نعمتِ عظمیٰ ان کے لیے مرنے کے بعد بھی بلندیٔ درجات کا باعث ہو۔

خطیب کسے کہتے ہیں......؟

جس کے پاس دین کی بات کرنے اور سمجھانے کا خاص سلیقہ ہو اور اسے حسنِ بیان کی نعمت سے نوازا گیا ہو، اس کو خطیب کہتے ہیں، وعظ و نصیحت کرنے والی،

تقاریر کرنے والی اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمانے والی شخصیات کو خطبائے کرام کے عظیم لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ کائنات کی معزز ترین شخصیات ہیں۔ اور خطیب اللہ کی زمین پر اللہ اور اس کے سچے دین، دین اسلام کا نمائندہ ہوتا ہے اور سب سے زیادہ پاکیزہ، مبارک انبیائے کرام علیہم السلام کی جماعت کا حقیقی وارث ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانی کے بعد اس سے بڑھ کر اور کوئی منصب وعہدہ نہیں کہ اللہ کسی کو اسلام کا داعی بنا دے۔ خطیب اسلام ہونا دین و دنیا کے تمام خزانوں کو پالینے کے مترادف ہے۔ جس کو خالق کائنات نے اسلام کا خطیب بنا دیا ہے، گویا اس کو ہر نعمت، عزت اور شان وشوکت عطا کر دی اور اس سے کچھ نہیں چھپایا۔

اب یہ بات خطیب کے ظرف پر ختم ہوتی ہے کہ وہ اس عظیم الشان منصب کو پا کر کس قدر شاکر، باکردار اور باعمل بنتا ہے...... یا کم ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دونوں جہانوں کا نقصان اٹھاتا ہے جیسا کہ بعض خطباء ایسے نامناسب معاملات کر رہے ہیں۔

خطبائے کرام کی خدمات

اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں کہ اسلام کی خدمت میں مختلف طبقات کے افراد کی بڑی گرانقدر خدمات ہیں، مفسرین، محدثین، شارحین اور مورخین نے اپنے اپنے دور میں اسلام کی سربلندی کے لیے بہت قربانیاں پیش کیں۔ لیکن یہ بات سو فیصد حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو عام لوگوں تک پہنچانے کے لیے سب سے زیادہ خدمات واعظین عظام اور خطبائے کرام نے انجام دیں۔

اس طبقے نے اپنی کم علمی اور عملی کوتاہی کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو

لوگوں تک پہنچایا ہے اور اللہ کے بندوں کو اللہ کے دین کے قریب لانے کے لیے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

ہمیں اس بات کا خوب ادراک اور حد درجہ اعتراف ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے سچے وارث، مبلغین حضرات نے وطن کی محبّت کو قربان کر کے، اہل عیال کی جدائی اختیار کر کے سفر و حضر کی بہت صعوبتیں برداشت کیں...... اور اللہ کے دین کو کئی ایک علاقوں میں غالب کیا ہے۔ اگر ہم ملکِ پاکستان میں اپنے خطبائے کرام اور واعظین عظام کی خدمات کا جائزہ لیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ عام سادہ لوگوں تک توحید وسنّت کی روشنی پہنچانے والے یہی پاکیزہ لوگ ہیں۔

ان کا لب ولہجہ...... ان کی پُرسوز آواز...... ان کا ترنّم سے قرآن پڑھنا اور پھر اشعار کی زبان میں توحید وسنّت کا پرچار کرنا اتنا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ ہمیں کسی بھی دوسرے مذہبی یا علمی طبقے میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

آج بھی خطبائے کرام کی جماعت کو چاہیے کہ اپنے اسلاف کے مشن پر چلتے ہوئے اخلاص اور اخلاق سے میدانِ خطابت میں آگے بڑھیں...... اپنے مفادات کو اس پاک مشن پر قربان کرتے ہوئے اللہ کے دین کو اللہ کی زمین پر غالب کردیں۔

بالخصوص مترنم خطابت کے حوالہ سے ملکِ پاکستان میں ہم مولانا ابراہیم خادم رحمہ اللہ، مولانا حکیم علی محمد صمصام رحمہ اللہ، مولانا شاہ عبدالغنی کامونکی رحمہ اللہ، علامہ حبیب الرحمن یزدانی شہید رحمہ اللہ، مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ، مولانا عبدالقادر روپڑی، مولانا حکیم عبدالرحمان راسخ رحمہ اللہ حافظ عبداللہ شیخوپوری رحمہ اللہ مولانا شریف

الہ آبادی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرھم کی گرانقدر خدمات کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ سب بزرگوں کی خطائیں معاف کرتے ہوئے ان کے درجات بلند کرے۔ آمین ثم آمین

خطبائے کرام کا مقام ومرتبہ

ہم نے خطبائے کرام کے مقام ومرتبہ کو اس کتاب کے ہر دوسرے صفحے پر نمایاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہاں پر ہم صرف ان کی عزت وعظمت کے دو چار پہلو نمایاں کرنا چاہتے ہیں، جن سے آپ اچھی طرح اس بات کو جان لیں گے کہ خطبائے کرام کا مقام ومرتبہ اللہ کی مخلوق میں بہت بلند وبالا ہے۔

① ...... یہ لوگ انبیاء ورسل علیہم السلام کے سچے وارث ہیں، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سمیت درجنوں انبیاء ورسل علیہم السلام کے مشن کو لے کر اٹھنے والی یہی پاکیزہ جماعت ہے اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر خطبائے کرام کے لیے عزت وعظمت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔

② ...... یہ لوگ ہزاروں لوگوں کی ہدایت کا باعث بنتے ہیں، جبکہ کسی ایک شخص کی ہدایت کا سامان کرنے سے اللہ تعالیٰ جنّت کے آٹھوں دروازے کھول دیتا ہے۔ آپ کو بخاری شریف کی وہ روایت تو یاد ہو گی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اے علی ......! اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کسی ایک شخص کو ہدایت دے دی تو یہ تیرے لیے سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ بہتر ہے۔

③ ...... یہ لوگ کئی گنا اجر پانے والے ہیں۔ دین کی ایک بات کو بیشمار لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور ان لوگوں کی نیکیوں سے انھیں پورا پورا حصہ دیا جاتا ہے۔

اور اسی طرح سو فیصد یہ تجزیہ درست ہے کہ اجر و ثواب میں باعمل واعظ اور باوقار خطیب کا ہم پلہ کوئی دوسرا نہیں ہوسکتا۔

④......زمین و آسمان کی ہر مخلوق ان کیلئے بخشش کی دعا کرتی ہے۔ حتی کہ سمندر کی مچھلیاں بھی ان کے لیے دعا گو رہتی ہیں، بلکہ ایک صحیح روایت کے مطابق باعمل خطبائے کرام پر رحمت کے فرشتے دُرود نازل کرتے ہیں۔ سبحان اللہ

خطابت میں فقاہت کیا ہے......؟

خطابت نہایت حکمت اور ذہانت کے ساتھ کرنی چاہیے۔ آپ کے سامنے درجنوں کی تعداد میں لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ نے ان کو کسی اہم مسئلے پر قائل کرنا ہے تو اس کے لیے بہت زیادہ حکمت اور فطانت کی ضرورت ہے......بغیر سنجیدگی اور تیاری کے منبر و محراب پر بیٹھنا بہت بڑے ظلم کی بات ہے۔ اور اس وقت خطابت میں حکمت اور فطانت نہ ہونے کے برابر ہے جب کہ سفاہت اور جہالت حد درجہ زیادہ ہے۔ اس بڑھتی ہوئی سفاہت کے پیش نظر خطابت میں فقاہت کے حوالہ سے چند بنیادی نکات پر توجہ فرمالیں۔

برموقع، موسم کے مطابق گفتگو

خطیب کو حالات کے مطابق گفتگو کرنی چاہیے۔ ایسی گفتگو حد درجہ مفید ہوتی ہے، کیونکہ وہ برموقع موسم کے مطابق ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک خوبصورت تحریر پر غور فرمائیں:

> ''جس طرح ایک بیج کے نشوونما پانے کے لیے تنہا بیج کی صلاحیتوں ہی پر نظر نہیں رکھنی پڑتی، بلکہ زمین کی آمادگی و مستعدی اور فصل و موسم کی سازگاری و موافقت کا بھی لحاظ رکھنا پڑتا ہے، اسی طرح کلمہ حق کی دعوت میں صرف حق کی فطری

صلاحیتوں پر ہی اعتماد نہیں کر لینا چاہیے، بلکہ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ جن لوگوں کے سامنے وہ حق پیش کیا جا رہا ہے دعوت کے وقت نفسیاتی نقطہ نظر سے ان کی حالت کیا ہے۔ زمینوں کی طرح روحوں اور دلوں کے بھی موسم ہوتے ہیں اور ایک داعی کا فرض ہے کہ ان موسموں سے اسی طرح واقف ہو جس طرح ایک دہقان زمین کی فصلوں اور موسموں کو پہچانتا ہے اور اسی وقت کوئی بیج ڈالے جب موسم سازگار ہو جو لوگ اس اصول کی خلاف ورزی کرتے ہیں، خواہ اپنی سادگی اور بھولے پن کی وجہ سے یا اس خیال سے کہ حق اپنی ذاتی کشش سے خود بخود دلوں میں جگہ پیدا کر لے گا، اس کے لیے اہتمام کی ضرورت نہیں ہے وہ اپنی اس غلطی کی سزا اپنی دعوت کی ناکامی کی شکل میں پاتے ہیں اور ان کی نیک نیتی ان کی اس بے تدبیری اور غفلت کے نتائج سے ان کو بچا نہیں سکتی جو مخاطب کی نفسیات کی رعایت کے باب میں ان سے صادر ہوتی ہے۔''

مثال کے طور پر محرم الحرام میں عمومی طور پر کائنات کے سب سے پاکیزہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق نازیبا زبان استعمال کی جاتی ہے، آپ کی آل اور اہل بیت کی محبّت میں غلو کیا جاتا ہے تو ایک سمجھدار خطیب کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس ماہ میں صحابہ کی عدالت اور ان کی عزت وعظمت پر دلائل کے انبار لگا دے اور اسی طرح اہل بیت کے فضائل بیان کرتے ہوئے ان کے اصل عقیدے کو لوگوں کے سامنے کھول کر رکھ دے...... تاکہ جس موسم میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور آل رسول کے متعلق فضا کو آلودہ کیا جا رہا ہو ایسے موسم میں ہر سُو حق کی خوشبو پھیل جائے۔

اسی طرح ربیع الاوّل میں سیرت کے حوالے سے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اصل حیثیت اور حقیقی عظمت کا خوب چرچا کرنا چاہیے، تاکہ آپ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی سچی محبت اور اس کے تقاضوں سے آگاہ ہوں۔

اور اسی طرح قومی یا عالمی سطح پر اسلام کے جس مسئلے پر بحث جاری ہو اس پر بھی نہایت نپی تلی رائے اور گفتگو کرنی چاہیے، تاکہ لوگوں کے ذہن ہر قسم کی خلش سے صاف ہو کر اسلام کے اصل نور سے روشن ہو سکیں۔

سامعین کی ضرورت کا لحاظ

یہ بھی خطابت میں فقاہت ہے کہ سامعین کی ضرورت کا لحاظ رکھا جائے۔ اگر آپ کے سامنے ایسے لوگوں کی کثرت ہے کہ جن کے عقیدہ توحید میں خرابی ہو تو نہایت سلجھے انداز اور قرآن وحدیث کے بھرپور دلائل سے توحید کے اہم پہلو نمایاں کریں۔ ہمارے بعض خطبا توحید جیسے اہم موضوع پر بھی دلائل کم دیتے ہیں، مخالف پر کیچڑ زیادہ اچھالتے ہیں۔ پیروں، فقیروں کا مذاق اڑانا، اہل قبور سے تمسخر کرنا، ان کے خطاب کا محور ہوتا ہے، جبکہ اس طرح کی غیر سنجیدگی سے دعوت کا نقصان زیادہ اور فائدہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔

اگر آپ کے سامنے ایسے لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی عقیدت کی آڑ میں بدعات کی حد تک پہنچ چکے ہیں تو ایسی صورت میں سنّت کی غیرت اور اہمیت کو اُجاگر کریں۔ اور اگر آپ کے سامعین میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے کہ جن کا عقیدہ کتاب وسنّت کے مطابق ہے لیکن وہ نماز باجماعت میں غافل ہیں تو پھر وہاں نماز کی اہمیت اور فرضیت پر بات کرنی چاہیے۔ اور اسی طرح اگر آپ کاروباری حضرات سے بات کر رہے ہیں تو وہاں رزقِ حلال کی برکات اور تجارت کے اسلامی اصول بیان کریں۔

سمجھدار خطیب کی اہم نشانی یہ بھی ہے کہ وہ جہاں خطاب کے لیے جاتا ہے تو وہاں کے سامعین کے متعلق معلومات حاصل کرتا ہے، پھر ان کی نفسیات اور ضرورت کے مطابق اہم گفتگو کا آغاز کرتا ہے...... جہاں سامعین عقیدے کے لحاظ سے صحیح ہوں تو وہاں زیادہ زور تربیت پر دیتا ہے اور جہاں سامعین میں زیادہ تعداد بے عقیدہ یا بدعقیدہ لوگوں کی ہو تو وہاں نہایت سنجیدگی سے توحید وسنّت کا منہج بیان کرتا ہے۔ یہ ترتیب اور سامعین کی پہلی ضرورت کا لحاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صحیح حدیث سے بھی واضح ہوتا ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو آپ نے فرمایا تھا کہ وہاں کے لوگ غیر مسلم ہیں ان کو سب سے پہلے عقیدہ توحید و رسالت کی دعوت دیں...... ان سے پہلی بات اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کے حوالے سے ہوگی...... جب وہ تیری اس بات کو تسلیم کر لیں تو پھر اس کے بعد نماز کی دعوت دینا، پھر اس کے بعد زکوۃ وصدقات کی بات کرنا وغیرہ وغیرہ

سامعین کو اچھے القابات سے بلانا

دورانِ خطاب اگر سامعین کو مخاطب کرنے کی ضرورت پڑے تو ان کو نہایت اچھے انداز سے بلانا چاہیے...... اس سے جہاں آپ کی دعوت مؤثر ہوگی وہاں آپ کی شخصیت اور عزت میں بھی اضافہ ہوگا اور جب آپ ان کو مذاق کریں گے...... یا کسی ایسے لفظ سے مخاطب کریں گے جس سے ہتکِ عزت کا پہلو نکلتا ہو اس سے آپ کی دعوت کے بے سود ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کی شخصیت بھی بے وُقعت ہو کر رہ جائے گی۔ کانفرنسوں کی موجودہ صورت حال انتہائی تکلیف دہ ہے کہ بعض خطبا اور واعظین حد درجہ غیر سنجیدہ ہونے کی وجہ سے دورانِ خطاب ایسی جگت مارتے ہیں اور اپنے سامعین میں سے کسی ایک کے متعلق ایسا مزاحیہ چٹکلا پھینکتے ہیں...... کہ سارے

خطاب کا اثر خاک میں مل جاتا ہے اور لوگ مسجد کے ماحول کو پامال کرتے ہوئے قہقہے لگانا شروع کر دیتے ہیں۔

اور پھر یاد رہے......! دنیا بھی مکافاتِ عمل ہے جو شخص جگت باز ہوتا ہے اللہ کے ہاں اور لوگوں کے دلوں میں اس کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔

اور ہم نے اس حقیقت کو اپنی نگاہوں سے دیکھا ہے کہ جو خطبائے کرام دورانِ تقریر سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے ادب و احترام اور حیا کا خیال نہیں رکھتے تو عوام بھی ان کو غیر مناسب انداز اور برے الفاظ سے یاد کرتی ہے۔ کما تدین تدان

ہمارے پاس اس حوالے سے کئی ایک واقعات ہیں لیکن بات کو واضح کرنے کے لیے صرف ایک واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہوں کہ ایک جگہ انتظامیہ نے خوب محنت کر کے پڑھے لکھے لوگوں کو خطاب سننے کے لیے جمع کر لیا۔ فاضل خطیب صاحب نے عمدہ خطاب کیا، قرآن پڑھا اور مترنّم لہجے میں بڑی تسلسل اور روانی سے خطاب کرتے کرتے درمیان میں سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے:

آپ بولتے نہیں......! او بُدّھوؤ...... بولو وی......

بہر صورت بیان ختم ہوا۔ جس شخص نے پروگرام رکھا تھا اس نے بعد میں سامعین سے رائے لینے کی کوشش کی تو ان میں سے اکثر نے یہی کہا کہ آپ اپنے خطبائے کرام کو کسی کو مخاطب کرنے کے آداب اور دوسرے کی عزتِ نفس کے متعلق مدارس میں تربیت نہیں دیتے......؟ ہمیں حیرت ہے کہ ہمیں جو ادب سکھانے آئے تھے وہ تو ابھی خود ادب سکھائے جانے کے قابل ہیں......کیا ہم......بُدّھو ہیں......؟

اللہ کے بندو......!

اختصار سے ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے کی تقریر میں ایک

نامناسب لفظ بول کر اپنی محنت پر خود پانی نہ پھیریں۔ جزاکم اللہ خیرا۔

سامعین کی اہلیت، قابلیت اور حیثیت کا لحاظ

خطابت میں فقاہت کے حوالے سے آخری اور اہم بات یہ ہے کہ ہمیشہ اپنے سامعین کی لیاقت اور علمی حیثیت کا خیال رکھا کریں۔ جہاں دیہاتی سادہ لوگوں کی کثرت ہو وہاں اصطلاحات اور ادیبانہ گفتگو سے مکمل گریز کرتے ہوئے نہایت آسان اور سادہ الفاظ کا چناؤ کریں تاکہ سننے والے آپ کی بات کو سمجھنے میں کسی الجھن کا شکار نہ ہوں اور اگر آپ کے سامعین اہل علم وفضل ہیں، علما وطلبہ ہیں یا پڑھا لکھا طبقہ ہے تو اس کے لیے آپ کا لب ولہجہ نہایت متواضع اور عمدہ ہونا چاہیے اور پھر آپ اپنے ذوق کے مطابق موضوع کے مطابق عربی عبارات اور فنی نکات بیان کرتے رہیں۔

ہمیں کئی دفعہ یہ شکایت موصول ہوئی ہے کہ کئی اہل علم عام دیہات میں بھی بات کرتے ہوئے نہایت پیچیدہ اور علمی انداز شروع کر دیتے ہیں کہ جس سے سامعین کو کسی قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایک تحریر میں اسی بات کو بڑی عمدہ مثال سے واضح کیا گیا ہے کہ

> ''جس طرح ایک ماہر طبیب مریض کی عمر، اس کی مزاج اور اس کے مرض کی شدت وخفت کے لحاظ سے اس کے لیے دوا کی خوراک تجویز کرتا ہے، اسی طرح ایک واعظ اور خطیب کا بھی فرض ہے کہ وہ مخاطب کی استعداد، صلاحیت، اس کی طلب اور اس کے ظرف کے لحاظ سے اس کے سامنے دعوت پیش کرے۔ اس چیز کا ٹھیک اندازہ کرنے کے لیے مخاطب کی صرف صلاحیت اور اہلیت ہی کو سامنے نہیں رکھنا چاہیے، بلکہ اس کی قومی خصوصیات اور اس کے انفرادی حالات کا لحاظ بھی ضروری ہے۔ ان چیزوں کا لحاظ کیے بغیر کسی دعوت کی کامیابی کی توقع نہیں کی جاسکتی۔''

خطیب کا شوق کیا ہونا چاہیے......؟

ہر شخص خطیب نہیں ہوتا۔ ہم نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے علمائے کرام کو دیکھا ہے کہ وہ اسٹیج پر بات کر سکتے ہیں یا نہ بات سمجھا سکتے ہیں اور نہ ہی لوگ ان کی گفتگو سے مانوس ہوتے ہیں...... خطابت کا ملکہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عطا اور بڑی عالی شان نعمت ہے۔ جس شخص کو یہ نعمت نصیب ہو تو اس کو سب سے زیادہ شوق لوگوں کی ہدایت کا ہونا چاہیے۔ اس کی صرف اور صرف ایک ہی آرزو، تمنا، خواہش اور منزل ہونی چاہیے کہ لوگ کسی طرح جہنّم سے بچ کر اللہ تعالیٰ کی جنّت کے حقدار بن جائیں۔ جس شخص کا یہ شوق ہوگا اسے اللہ تعالیٰ اس شوق کی بدولت بہت سی اور خوبیاں بھی عطا فرما دیں گے...... برداشت، صبر، وسعتِ مطالعہ، قرآن وحدیث کی نصوص پر غور وفکر وغیرہ وغیرہ۔ جس خطیب میں مندرجہ بالا شوق نہ ہو وہ امت کا بہت نقصان کرتا ہے۔ اس کے لیے کسی بھی شخص کو انگلی سے پکڑ کر جہنّم کے کنارے لے جانا معمولی کام ہوتا ہے، بلکہ آپ حیران ہوں گے کہ کئی خطبا اصحابِ کہف کے کتے کو جنّتی بنانے کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں اور سچے موحدین اور متبع سنّت لوگوں کو جنّت کی خوشبو کی خوشبو کا بھی حقدار نہیں سمجھتے۔

خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

خطابت پیشہ نہیں ہے

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ خطابت اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس کو افضل ترین عبادت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَلدَّعْوَةُ إِلَى اللهِ أَفْضَلُ مَقَامَاتِ الْعَبْدِ [1]

خطیب کا اصل خزانہ ہی اخلاص سے دعوت دینا ہے، دعوت الی اللہ میں گزرنے والا ایک لمحہ لاکھوں درہم ودینار مل جانے سے بھی بہتر ہے۔ دین کا داعی مال کا حریص نہیں ہوتا۔ اگر کسی دل میں صرف دنیا بنانے اور کمانے کی حرص ہو، یا وہ دن رات دولتمندی کے خواب دیکھتا ہو، تو اس کو خطابت کی بجائے بزنس فیلڈ میں آنا چاہیے اور حلال طریقہ سے محنت کر کے اچھا تاجر اور بزنس مین بن جانا چاہیے۔ خطابت کی آڑ میں دنیا کے کھوٹے سکّے جوڑنا اور خطابت کی منہ بولی قیمت وصول کرنا، اچھی آواز یا دل نشین انداز کے بل بوتے پر ناز ونخرے کرتے ہوئے دنیاداروں جیسا ذہن رکھنا، دین، مسلک اور حق کے مفاد کی جگہ ذاتی مفادات کو مقدم رکھنا یقیناً بہت بڑا ظلم ہے اور یہ ظلم بھی صرف اپنی ذات کے ساتھ ہے۔ خطابت کو پیشہ اور ذریعہ آمدنی سمجھ کر وعظ وارشاد کا میدان اختیار کرنے والا کبھی بامراد نہیں ہوتا۔ خطابت تو عبادت ہے اس کے لیے وہ صالح، نیک سیرت اور باکردار خطیب چاہئیں جو ''ان اجری الا علی اللہ'' کی روشنی میں مکمل تربیت یافتہ ہوں اور ان پر آخرت کا رنگ غالب ہو، خلوص، للّٰہیت، دینی مفاد اور اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لیے میدانِ خطابت میں قدم رکھیں اور ''وتوکل علی الحی الذی لا یموت'' کو اپنی رگ رگ میں اچھی طرح رچا بسا لیں۔ وہ خالق بڑا بے نیاز ہے۔ بے لوث ہو جایئے وہ اپنے مخلص بندوں کی ضروریات سے اچھی طرح آگاہ ہے آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔

خطیب کے لیے سخت وعید

باعمل، باکردار اور حق سچ کی تبلیغ کرنے والا خطیب انبیاء ورسل علیہم السلام کا حقیقی

[1] مفتاح دارالسعادة ومنشور ولاية العلم والإرادة: 153

وارث ہے۔ قیامت کے روز اور جنت میں انھی برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ ہوگا۔ نوازشات، انعامات اور دیے جانے والے اعزازات کی کوئی حد نہ ہوگی لیکن جس طرح باکردار اور مخلص خطیب کی عزت وعظمت اور اس کے عالی مقام کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، اسی طرح مفاد پرست، بدکردار، بدزبان، تنہائی میں گناہوں کا ارتکاب کرنے والے بے عمل خطیب کی ذلت ورسوائی کا بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ صحیح ابن حبان کی معروف حدیث ہے۔ آپ ﷺ نے چند لوگوں کو دیکھا کہ تُقْرَضُ شِفَاهُهُمْ بِمَقَارِيْضَ مِنَ النَّارِ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون بدنصیب ہیں......؟ ارشاد ہوا:

هٰؤُلَآءِ خُطَبَآءُ أُمَّتِكَ [1]

''یہ آپ کی امت کے خطباء ہیں جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتے تھے لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

معزز خطبائے کرام، غور فرمائیں......! اس قدر ذلت آمیز سلوک امتِ محمدیہ ﷺ کے خطیب سے کیوں ہوگا......؟ صرف اور صرف اس کی بداعمالیوں کی وجہ سے، بغیر مطالعہ وتحقیق کے دین کی بات کرنے کی وجہ سے اور ریاکاری وشہرت پسندی کا مریض ہونے کی بنا پر۔

اور اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے الادب المفرد میں اور امام الالبانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں کئی ایسی روایات کو ذکر کیا ہے کہ جن میں کم علم خطبا کی کثرت اور ان کی بداعمالیوں کو علاماتِ قیامت میں سے شمار کیا گیا ہے۔

یادر ہے......! خطابت شغل میلہ نہیں ہے، پیشہ نہیں ہے، یہ تو بہت بڑی

---

[1] صحیح ابن حبان، الاحسان: 53؛ المختارۃ للضیاء المقدسی: 207/ 7 ح 2646 سندہ حسن

ذمہ داری ہے یہ تو بہت مبارک میدان ہے یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کا منصب ہے۔ اگر مالکِ کائنات نے آپ کو اس کے لیے پسند کر لیا ہے تو پھر سچائی، پاکیزگی اور خیر خواہی کے پیکر بنیے۔ دنیا کی شہرت اور اس کے مفاد کو اپنی منزل نہ سمجھیے۔

کامیاب خطیب کے چند نمایاں اوصاف

ہدایت کی طرف بلانے والوں کا سب سے پہلا فرض یہی ہے کہ وہ اپنے عمل اور کردار سے واضح کریں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں، کردار اور گفتار مین اعلیٰ نمونہ پیش کریں تا کہ ہر کوئی ان جیسا بننے کی خواہش کرے۔ ایک معاشرہ میں رہتے ہوئے ہدایت یافتہ خطیب اور بے عمل آدمی میں نمایاں فرق نظر آئے۔ جب ہدایت کے داعی اور خطیب خود بے عمل یا بدعمل ہوں تو اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جہاں لوگ ہدایت کے داعی سے بدگمان ہو جاتے ہیں، وہاں ہدایت قبول کرنے سے بھی انکار کر دیتے ہیں۔

باعمل خطیب کی شاباش اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، علم وعمل سے مزین ہو کر خطابت کرنا اس قدر بڑا کارنامہ ہے کہ اس پر کوئی دنیادار پوری شاباش دے ہی نہیں سکتا۔ مندرجہ ذیل اوصاف محمودہ کا خیال رکھنے والا خطیب دنیا وآخرت کا کامیاب خطیب ہے۔ دنیا کی نیک نامی اور آخرت کی سرخروئی بھی ایسے خطیب کے لیے ہی ہے، مطالعہ کرنے کے بعد اپنی سیرت کو ان اوصاف حمیدہ سے مزین کریں۔

☆ بنیادی طور پر خطیب کو ہر خیر میں آگے بڑھنا چاہیے، ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی پورے خلوص اور پوری پابندی سے کرنی چاہیے کیونکہ وہ اپنے اسلام میں آئیڈیل ہے، اللہ کے دین کا نمائندہ ہے۔ انبیاء ورسل علیہم السلام کا حقیقی وارث ہے۔

آیئے......! میدان خطابت میں راہ نما اوصاف کا مطالعہ کریں۔

1......اس راہ کے کانٹوں کو پھول سمجھنا

جو خطیب واقعتہً کامیاب خطیب بننا چاہتا ہے اور میدان خطابت میں اپنی مدد کے لیے اللہ کی خاص نصرت کا طالب ہے۔ رحمت کے فرشتوں کا ساتھ چاہتا ہے وہ اس راہ کے کانٹوں کو پھول سمجھے۔ کیا مطلب......؟ آپ جب خطاب کے لیے گھر سے نکلیں سفر میں پریشانی لاحق ہو جائے یا جس جماعت کے پاس آپ خطاب کے لیے گئے ہیں ان کے خدمت کرنے میں کوئی نقص رہ گیا یا وہ آپ کو شایان شان کھلا پلا نہیں سکے یا آپ کی سوچ کے مطابق آپ کی خدمت نہیں کر سکے تو آپ برائے کرم حلم اور صبر کا مظاہرہ کریں، کمی کے ازالے کا مطالبہ اس خالق سے کرنا شروع کر دیں جس نے آپ کو وہاں جانے کی توفیق بخشی۔ ہر طرح کی کمی اور نقص کا ازالہ کرنے والا صرف وہی ہے۔

میدان خطابت کے عظیم شہسوارو......! یہی کانٹے کل کو پھول بن جائیں گے، یہی جماعتوں کی زیادتی، بے توجہی اور ناانصافی اللہ کی رحمت، عنایت اور نوازشات کا باعث ہو جائے گی اور وہ آپ کو آپ کے حق سے زیادہ نوازے گا۔ اس ضمن میں آپ اپنے اسلاف کی سیرت کو خوب توجہ اور پابندی سے پڑھتے رہیں کہ وہ راہِ خدا میں آنے والے دکھ کو کس طرح خندہ پیشانی سے قبول کرتے تھے اور بالخصوص ماضی قریب میں

☆ سید نذیر حسین محدث دہلوی

☆ حافظ عبدالمنان وزیر آبادی

☆ صوفی محمد عبداللہ ماموں کانجن

☆ سید عبدالغنی شاہ صاحب

☆ شیخ القرآن محمد حسین شیخوپوری

☆ مولانا محمد رفیق مدنپوری

☆ مولانا یحییٰ حافظ آبادی

☆ مولانا عبدالقادر روپڑی

☆ والد گرامی مولانا حکیم عبدالرحمن راسخ وغیرھم رحمۃ اللہ علیہم کے واقعات اور ان کو میدان خطابت میں آنے والی مشکلات کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھیں۔

یاد رہے......! میدانِ خطابت میں آنے والی تنگی آپ جس قدر خوش دلی اور خندہ پیشانی سے قبول کریں گے، رب تعالیٰ اسی قدر بلکہ اس سے بڑھ کر دنیا و آخرت کی بلندیاں آپ کو عطا فرمائیں گے۔

صحیح البخاری میں رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ سب سے بہتر عطا اور سب سے کشادگی والا خزانہ ''صبر'' ہے۔ [1] جس شخص کو تنگ دستی میں صبر کی نعمت نصیب ہوگئی اس کے شرف کا مقابلہ قارون کے خزانے بھی نہیں کر سکتے......خدارا...... میدانِ دعوت کی تلخیوں سے بیزار نہ ہوا کریں۔

2......تنہائی کی پاکیزگی

کامیاب واعظ اور خطیب جہاں راہِ خطابت کے کانٹوں کو پھول سمجھتا ہے، وہاں اس کی تنہائی بھی حد درجہ پاک صاف اور پاکیزہ ہوتی ہے، وہ تنہائی میں کبھی شکر کے آنسو روتا ہے اور کبھی امت کی فکر میں آنسو بہاتا ہے، وہ تنہائی میں بھی اپنے آپ کو اللہ کے حصار اور گھیرے میں سمجھتا ہے، غرض کہ اس کی تنہائی ذکر و فکر کا مجموعہ ہوتی

[1] 1469

ہے۔ جب ایسا خطیب ہزاروں کے مجمع میں جلوہ افروز ہوتا ہے تو قدرت بھی اس کی نصرت کے لیے ملائکہ کو نازل کر دیتی ہے۔ اس کی معمولی سی بات بھی بہت اثر رکھتی ہے، گھنٹوں کے لچھے دار بیان اس کے ایک جملے کی قیمت ادا نہیں کر سکتے۔

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتا ہے اور اس کی آنکھوں میں ندامت کے آنسو ہوتے ہیں، ایسے شخص کی کم از کم شاباش یہ ہے کہ اسے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ نصیب کیا جائے گا اور عملی زندگی کا تجربہ بتاتا ہے کہ جس خطیب کی تنہائی جس قدر گناہوں سے پاک ہوگی اس کی بات بھی اتنی ہی مؤثر ہوگی۔ شخصیت بھی باعزت ہو گی اور قیامت کے دن شان بھی بلند وبالا نصیب ہوگی اور جو خطیب اپنی تنہائی کا خیال نہیں رکھتے بلکہ بے باکی سے ناجائز اور حرام امور کا ارتکاب کرتے ہیں اور تنہائی میں ان کا دامن گناہوں سے آلودہ رہتا ہے، ایسے خطباء عارضی زندگی میں تو جعلی وقار اور الفاظ کا خول چڑھا کر گزارہ کر ہی لیں گے لیکن جب علیم بذات الصدور کے حضور پیشی ہوگی۔ آپ پریشن ہوگا تو سوائے ذلت ورسوائی، شرمندگی اور عذاب کے کچھ نظر نہیں آئے گا۔

یادر ہے......!

نجی مجلسوں اور تنہائیوں میں زبان، آنکھ اور کان پر پہرہ مضبوط رکھنا مخلص خطباء کی اولین نشانی ہے۔ یہیں سے مخلص اور دنیادار بازاری مولویوں میں فرق ہو جاتا ہے۔

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ کبار تابعین میں سے تھے۔ ایک روایت کے مطابق سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو پیار سے بیٹا بنایا ہوا تھا۔ آپ کی تنہائی بہت پاکیزہ تھی، راتوں کو قیام کرتے اور سخت گرمی کے موسم میں بھی شوق سے نفلی روزے رکھا کرتے

تھے۔ایک دفعہ ان کی بیٹی کو ترس آیا اور اس نے کہا: ابا جان! گرمی کی شدت ہے اور آپ نے روزہ رکھا ہوا ہے کوئی بات نہیں نفلی روزہ ہے، افطار کر لیں۔

حضرت مسروق رحمۃ اللہ فرمانے لگے: بیٹی! یہ بات تم مجھے کیوں کہہ رہی ہو......؟ کہا: ابا جان! میرے دل میں آپ کے لیے نرمی ہے اور آپ کی نرمی کی پیش نظر یہ بات کہی ہے۔

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ جواب میں فرمانے لگے:

إِنَّمَا أَطْلُبُ الرِّفْقَ لِنَفْسِيْ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ [1]

''میں بھی اپنے لیے ایسے دن کی نرمی کی تلاش میں ہوں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے۔''

امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمَرْءَ لَحَقِيْقٌ أَنْ تَكُوْنَ لَهُ مَجَالِسُ يَخْلُوْ فِيْهَا وَيَذْكُرُ فِيْهَا ذُنُوْبَهُ وَ يَسْتَغْفِرُ مِنْهَا [2]

''آدمی کے لیے بلاشبہ ایسی مجالس ضرور ہونی چاہئیں جن میں وہ تنہا بیٹھے اور وہاں اپنے گناہوں کو یاد کرے اور ان سے معافی طلب کرے۔''

کیا ہماری زندگی میں کوئی ایسی مجلس ہے......؟ کیا ہم بھی اپنے گناہوں پر روتے ہیں...... یا خود کو گناہوں سے پاک سمجھتے ہیں......؟

---

[1] دیگر مورخین کی طرح امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو'' صِفَةُ الصَّفْوَة ''میں نقل کیا ہے۔

[2] مصنف ابن ابی شیبہ: 36017

3......وعدہ کی پاسداری

مومن وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا، وعدہ خلافی منافق کا شیوہ ہے، اسلام میں وعدہ نبھانے اور پورا کرنے کی حد درجہ تلقین کی گئی ہے اوراس کے برعکس وعدہ کی پاسداری نہ کرنے والے کوکم ظرف، ناقص الایمان اور منافق کہا گیا ہے۔

قرآن مجید میں بھی اس بات کا حکم ہے کہ کیے ہوئے عہد کو پورا کرو" بلاشبہ کیے ہوئے عہد کے متعلق قیامت والے دن بھی سوال کیا جائے گا" اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سچے، متقی، نیکی کی حقیقت اور نیکی پسند لوگوں کی خاص نشانیاں بیان کرتے ہوئے اس صفت کا ذکر کیا ہے کہ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوْا "کہ سچے متقی لوگ جب وعدہ کرتے ہیں تو اپنے وعدے کو پورا کرنے والے ہوتے ہیں۔" ذمہ دار اور کامیاب خطیب جتنا مرضی مقبول کیوں نہ ہو وہ بغیر شرعی مجبوری اور سخت ایمرجنسی کے سبب وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا اور بالخصوص خطاب کے لیے وعدہ کرنا اور پھر جماعت کا انتظامی امور میں ہزاروں افراد کو جمع کرنا اور ہزاروں کا خرچہ کرنا ایسی صورت میں خطیب صاحب کا نازنخروں پر اتر آنا اور وعدہ نہ نبھانا سنگین جرم اور خطرناک گناہ ہے۔

میں بڑی معذرت سے بصد ادب یہ بات عرض کروں گا کہ ہمارے بعض مقبول خطباء اپنی مقبولیت کے زعم میں وعدہ خلافی کی ذرہ بھر پروا نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ہماری صحت پر کیا اثر ہے......؟ ہمیں کون سی پروگراموں کی کمی ہے۔ ایسی سوچ اور غیر ذمہ دارانہ حرکت ہر حال میں ذلت ورسوائی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ ایک جماعت سے دعائیں لینا اور دوسری سے بددعائیں لینا یہ کہاں کی خطابت ہے؟ کیا دین کے نمائندے کا یہی کردار ہونا چاہیے......؟

اور اگر ہنگامی حالت درپیش ہو تو برائے کرم موبائل بند کرنے کی بجائے فی الفور منتظمین کو اصل حقیقت سے آگاہ کر دیں، تاکہ وہ کوئی متبادل بندوبست کر لیں۔

ایک رات میں ایک سے زائد پروگرام کرنا بالکل درست ہے، لیکن بھرپور کوشش کریں کہ جہاں زبان دی ہے وہاں ضرور حاضری دی جائے۔ کئی خطبائے کرام عین موقع پر موبائل ہی بند کر دیتے ہیں اور عدم رابطہ کی وجہ سے جماعت کی تشویش اور تکلیف اور بڑھ جاتی ہے۔ ایسا خطیب جادوئی آواز اور علمی نکات ہی کیوں نہ رکھتا ہو، کبھی عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ بہرصورت وعدہ خلافی جرم، گناہ اور نفاق کی علامت ہے۔ خدا خوف خطیب وعدہ خلاف نہیں ہوتا، بلکہ کامیاب خطیب جو روزِ قیامت بھی سرخرو ہوگا وہ وعدے کا پابند اور ایفائے عہد کرنے والا ہی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی عزت و منصب کے مطابق باکردار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

4 ......مطالعہ کی کثرت اور بصیرت

دعوت الی اللہ سب سے پاکیزہ راہ ہے۔ اس پر چلنے والا خود بھی پوری معرفت اور بصیرت والا ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ اس بات کا اعلان کر دیں کہ اللہ والی راہ ہی میری راہ ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف پوری معرفت اور بصیرت سے بلا رہا ہوں۔

یاد رکھیں......! مطالعہ خطابت کی روح ہے۔ خطیب جس قدر صاحب مطالعہ ہوگا، اسی قدر کامیاب اور امت کے لیے فائدہ مند ہوگا۔ مقصد صرف مجمع سازی نہیں، منزل صرف لوگوں کو جوش دلانا نہیں، مقصود سبحان اللہ کی ''چھل'' ڈلوانا نہیں، بلکہ مقصد تربیت، اصلاح اور شخصیت سازی ہے، کم علمی و جہالت کے اندھیروں سے نکالنا اصل مقصد ہے، مگر نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج کے قرآن کے داعی،

مبلغ اور خطیب کوخود قرآن سے مسائل کا حل تو درکنار سادہ ترجمہ بھی نہیں آتا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

الحمدللہ! ہمارے ہاں تو پھر بھی علم دوستی کا رجحان موجود ہے مگر کئی فرقوں میں تو صرف آواز کی بنیاد پر ساری زندگی خطابت کی جاتی ہے۔قوالوں اور گلوکاروں کی طرح گانا خطابت کی معراج سمجھا جاتا ہے۔ چٹکلے، لطیفے اور ہنسی مذاق ہی پورے خطاب کا محور ہوتے ہیں، سامنے پڑے میز پر ایک ''ٹوکہ'' رکھا ہوتا ہے اور غیر سنجیدہ زبان بول رہے ہوتے ہیں۔

یاد رہے......! بغیر تحقیق، مطالعہ کے خطاب کرنا بہت بڑی جسارت، امت کے ساتھ زیادتی اور جرم ہے۔آنے والے صفحات میں ہم نے مضمون کی تیاری کے لیے عمدہ ترتیب اور رہنما کتب بھی تحریر کی ہیں۔

آپ بھی غور فرمائیں......! آپ اسلام کے نمائندے ہیں، قرآن و حدیث کے نمائندے ہیں۔اگر آپ بذاتِ خود اسلام کی تعلیمات اور اسلام کے بنیادی مصادر سے مطلع اور آگاہ نہیں تو آپ قوم کی کیا رہنمائی فرمائیں گے؟ اور قیامت کے روز اپنے پیارے خالق کو کیا جواب دیں گے؟ بحیثیت خطیب آپ اسلام کے وکیل اور ایک ذمہ دار شخص ہیں۔مطالعہ میں وسعت پیدا کریں، کتاب کو دوست بنائیں، آپ کی عزت میں اضافہ ہوگا اور آپ کی خطابت کو بھی چار چاند لگیں گے۔

5......وضع قطع اور انداز میں عاجزی

اسلام حقیقت پسندی اور سادگی کا دین ہے۔خطیب اسلام کو بھی حقیقت پسند اور سادہ مزاج ہونا چاہیے۔وضع قطع سے مراد ظاہری لباس، چال ڈھال اور گفتار ہے، لباس زیادہ شوخ نہ ہو، چال ڈھال میں اکڑ اور گفتگو سے فرعونیت کی بُو نہ آئے،

بلکہ خطیبِ اسلام سادگی وسچائی کا پیکر اور اسلام کی عملی تصویر ہو۔

انداز میں عاجزی یہ ہے کہ دورانِ گفتگو اپنے موقف کو متواضع انداز میں پیش کیا جائے، طرزِ بیان سے یہ تصور دینا کہ مَیں ہی دنیا میں علم واستدلال اور نکتہ دانی کا ماہر ہوں اور تحقیق حدیث میں میرا کوئی جوڑ نہیں ہے، میں ہی محقق حدیث اور ماہر رجال ہوں، باقی سب نکمے اور نالائق ہیں، حدیث وہی صحیح ہے جس کو میں صحیح کہہ دیتا ہوں یا جس کو میں امام مانتا ہوں وہ صحیح کہہ دے۔ ایسی تعلّی اور شدت پسندی کامیاب خطیب کو زیب نہیں۔ اختلافِ رائے اور اختلافِ تحقیق یہ آج کے مسائل نہیں، بلکہ صدیوں سے اختلافِ رائے اور اختلافِ تحقیق کا سلسلہ چلا آرہا ہے۔

براہِ کرم......! اپنی تحقیق اور رائے کا اظہار کرتے ہوئے خود کو محققِ کل سمجھ کر گفتگو نہ کریں بلکہ ائمہ کرام اور مخالف محقق کی عزت نفس اور علمی مقام کا لحاظ ملحوظ خاطر رکھیں۔ آج کل تحقیق میں شدت پسندی کی وبا اس قدر بڑھ رہی ہے کہ بعض محققین حضرات تقلید کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ تحقیق حدیث میں متقدمین محدثین کی رائے کو بھی اہمیت دیں اور حدیث کے معاملہ میں بڑی بصیرت کا مظاہرہ کریں اسے بازیچۂ اطفال نہ بنائیں۔ استاد کے سامنے چٹائیوں پر زانوئے تلمذ تہ کرنے اور کمپیوٹر کے بٹن دبا کر تحقیق کرنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

بہرصورت! کامیاب خطیب اپنے لباس، بودوباش، وضع قطع کے علاوہ الفاظ اور لہجہ کے انتخاب میں متواضع رویہ رکھتا ہو۔ اس کے کسی رنگ ڈھنگ میں کبرو غرور کا رنگ نظر نہ آتا ہو اور یہ سارے خصائل وخصائص تبھی حاصل ہوتے ہیں جب اخلاص ہو اور خطیبِ ذی وقار پر خوفِ خدا کا غلبہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ نے عاجزی پسند شخص کے متعلق دوٹوک الفاظ میں فیصلہ

فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، فیشن اور بے راہ روی سے بچتے ہوئے سادگی کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں اونچا کر دیتے ہیں۔ [1]

اپنے اسلاف کا مطالعہ کرلیں کہ وہ علم وفضل میں حرفِ آخر تھے لیکن عاجزی اور سادگی اس قدر زیادہ تھی کہ کوئی شخص اس بات کا فیصلہ نہیں کر پاتا تھا کہ یہ وقت کا امام ہے یا کوئی عام آدمی۔

6 ......تنقید برداشت کرنا

کامیاب خطیب کو زندگی میں مختلف رنگ ڈھنگ کی انجمنوں، جماعتوں اور ساتھیوں سے واسطہ پڑتا ہے اور ہر ایک کے سوچنے، بولنے اور رائے دینے کا انداز اپنا ہوتا ہے۔ جب کبھی آپ پر یا آپ کے بیان پر تنقید ہو تو آپ فوراً بحث مباحثہ کی بجائے اس کو کامل توجہ سے سنیں، ہاں اگر فوراً جواب دینا آپ بہتر سمجھتے ہیں تو آپ کامل نرمی سے جواب دے دیں یا صرف سن کر بعد میں آپ بذاتِ خود دیانتداری سے فیصلہ کریں۔ اگر آپ کو اس تنقید میں خیر، بہتری اور بھلائی نظر آتی ہو تو اس کو قبول کرتے ہوئے اپنی اصلاح فرمالیں یا اس سلسلہ میں اپنے کسی خاص پیارے اور مخلص سے مشورہ بھی کرلیں اور اگر آپ کو اپنے اوپر کی ہوئی تنقید، تنقید برائے تنقید نظر آئے تو صَرفِ نظر کر دیں۔ الجھاؤ، ٹکراؤ یا مقابلہ بازی کا انداز آپ کی شان، مقام اور منصب کے لائق نہیں ہے۔ معمولی سی تنقید سن کر آپے سے باہر ہو جانا درست طرزِ عمل نہیں ہے اور یہ کامیاب خطیب اور عالم کے ظرف کے منافی ہے، تنقید سننے کا حوصلہ پیدا کریں

---

[1] صحیح مسلم: 2588

اور ہمہ وقت یہ ذہن رکھیں کہ مجھ میں مزید بہتری بھی آسکتی ہے، اس طرزِ عمل کا آپ کو بے پناہ فائدہ ہوگا۔ میں نے ایک کتاب میں یہ جملہ پڑھا کہ ''بغیر تنقید کے کوئی شخص بڑا نہیں ہوسکتا۔'' آپ کی بہتری وترقی اسی میں ہے کہ تنقید برداشت کریں اور اصلاح کی ضرورت سمجھیں۔

یاد رہے.....! جب انسان تعریفیں سننے کا عادی ہو جائے تو تنقید سننے کا ظرف ختم ہوجاتا ہے۔

7 ......حالاتِ حاضرہ اور ماحول کو سامنے رکھیں

عالم اور خطیب اسلام کا نمائندہ ہے۔اس کو حد درجہ روشن دماغ اور مستقبل بین ہونا چاہیے۔ اپنے خطاب میں قرآن وحدیث کے ساتھ حالات حاضرہ کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں، ملکی حالات یا عالمی طور پر جو مسائل عروج پر ہیں ان کو قرآن و حدیث کی روشنی میں سلجھانے اور بیان کرنے کی کوشش کریں۔ان کے تقاضوں کو کبھی آپ فراموش نہ کریں۔عوامی ماحول، علمی ماحول، اجتماعی ماحول، سیاسی ماحول غرض کہ آپ جس ماحول میں عوامی، علمی، گھریلو اجتماعی یا سیاسی ہیں، اس کے مطابق کتاب وسنت کی روشن تعلیمات بیان فرمائیں، اسی طرح اختلافی وفروعی مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے طنز ومزاح اور طعن وتشنیع کے انداز سے گریز کریں۔آپ کی زبان کا ایک جملہ وہاں کے ماحول کی سالہا سال کی محنت پر پانی پھیر سکتا ہے۔نہایت سلجھی اور فکر انگیز گفتگو فرمائیں۔

اور یاد رہے! یہ سبھی حکمتیں بروئے کار لانا تبھی ممکن ہیں جب آپ صاحب مطالعہ ہیں، ذوق مطالعہ سے آپ سرشار ہیں۔اور یاد رہے.....! سیاستدانوں کے

بارے میں محتاط گفتگو کیا کریں۔ ہوسکتا ہے آپ جس پر سخت تنقید کر رہے ہیں اس کے حامی آپ کی مجلس میں موجود ہوں اور وہ آپ کی مجلس میں تلملاتے رہیں یا وہ آپ کے سامنے کھڑے ہوجائیں، بلکہ ایسے کئی ناخوشگوار واقعات سامنے آئے بھی ہیں۔

8 ...... باعمل ثقہ علماء سے تعلق مضبوط رکھیں

ذی وقار خطبائے کرام میں ایک بہت بڑی کوتاہی یہ بھی ہے کہ وہ مدارس سے فراغت کے بعد اپنے اساتذہ اور مشائخ سے استفادہ چھوڑ دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اخلاص اور مواد دونوں میں خاصی کمی واقع ہوجاتی ہے جیسا کہ آپ آج کل دیکھ بھی رہے ہیں اور اگر آپ اپنے علم و فضل کو چار چاند لگانا چاہتے ہیں تو اہل علم، شیوخ الحدیث اور اساتذہ و مشائخ سے قربت رکھیں، ان سے مسلسل رابطہ میں رہیں، اللہ والوں سے تعلق مضبوط بنائیں اور ان کے ہاں بیٹھ کر ہمیشہ سیکھنے، سمجھنے اور حاصل کرنے کا ذہن رکھیں۔ بلکہ اگر آپ صاحبِ حیثیت ہوچکے ہیں اور وقتاً فوقتاً اپنے اساتذہ کی کچھ نہ کچھ خدمت ضرور کرتے رہا کریں۔ یہ بہت بابرکت عمل ہے۔

آج کل روابط میں بہت آسانی ہے آپ ہزاروں میل دور سے بھی بذریعہ موبائل مسائل کا حل دریافت کرسکتے ہیں۔ کسی ممتاز عالم دین کی مجلس، دوستی اور قربت میں وقت گزارنے والا خطیب کبھی ناکام نہیں ہوسکتا، بلکہ ہم نے بذاتِ خود مشاہدہ کیا ہے کہ باکردار ثقہ اہل علم کی خدمت و معیت میں وقت گزارنے والوں نے دین و دنیا میں بڑی خیر پائی ہے اور وہ خود اس وعظ و ارشاد کا روشن مینار ہیں۔

9 ...... مسنون اذکار کی پابندی

خطیب نمائندۂ اسلام ہے، شیطانی طاقتیں ہمہ وقت خطیب اسلام کے

خلاف متحرک رہتی ہیں اور کچھ کم ظرف لوگ خطبائے کرام کی عزتوں کے درپے بھی ہوتے ہیں...... خامی چھپانے کی بجائے خطبائے کرام کا نام لے کر معمولی خامیوں کو بڑھا چڑھا کر پھیلاتے ہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری زندگی منافقوں کو چھپاتے رہے ان کے عیوب پر پردہ ڈالتے رہے، مگر آج اسی محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے بعض لوگ خطباء کرام کو جگہ جگہ ناجائز بدنام کرنے کی مکروہ کوشش کرتے ہیں جو کہ حددرجہ سنگین گناہ ہے۔

بہرحال ہر قسم کے شر سے بچنے کے لیے زندگی میں ہر خیر کو حاصل کرنے کے لیے آپ مسنون اذکار کو معمول زندگی بنائیں۔سوچ سے زیادہ رحمت حاصل ہوگی اور تصور سے زیادہ زندگی میں برکت ہوگی۔ساری زندگی مخالف آپ کو زیر یا ذلیل نہیں کر پائے گا۔ جہاں جائیں گے بہاریں ہی بہاریں پائیں گے، ہر کوئی تابع اور قدردان نظر آئے گا۔

یاد رہے......! جو واعظ مسنون اذکار کو معمول نہیں بناتا، صبح وشام کے اذکار کی پابندی نہیں کرتا وہ دنیا وآخرت کے بیش بہا خزانوں سے محروم رہتا ہے، اداسی، مایوسی اور شیطانی قوتیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔

دیگر دعاؤں کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل تین دعائیں دنیا ومافیھا کے خزانوں سے محبوب جانیں اور پابندی کرتے ہوئے ہر قسم کا مقام وسکون حاصل کریں اور اہم بات یہ ہے کہ ان دعاؤں کے ترجمہ پر ضرور غور کریں۔ہم نے نہایت سادہ اور روح پرور مفہوم ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے ذی وقار علما وخطبا کو ان دعاؤں سے پہلے ہی آگاہی ہوگی اس لیے اسے محض تذکرہی سمجھیے۔

❶ اَللّٰھُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ ھُوَ عِصْمَۃُ اَمْرِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَاشِیْ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ آخِرَتِیْ الَّتِیْ فِیْھَا مَعَادِیْ وَاجْعَلِ الْحَیَاۃَ زِیَادَۃً لِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَۃً لِیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ [1]

''اے اللہ! میرے دین کی اصلاح فرمادے، جو میرے ہر معاملہ کی اصلاح اور تحفظ کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور میری اس دنیا کی اصلاح فرمادے، جس میں میرا رہن سہن ہے اور میری آخرت کی اصلاح فرمادے، جس میں مَیں نے مرنے کے بعد دوبارہ اٹھ کے جانا ہے، اے اللہ! میرے زندہ رہنے کو نیکیوں میں زیادتی کا باعث بنادے اور میری موت کو ہر مصیبت اور شر سے راحت، سکون اور نجات کا باعث بنادے۔''

❷ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ ، عَاجِلِہٖ وَآجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ وَأَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ عاجِلِہٖ وَآجِلِہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَمَا لَمْ أَعْلَمْ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَأَلَکَ عَبْدُکَ وَ نَبِیُّکَ وَ أَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا عَاذَ بِہٖ عَبْدُکَ وَنَبِیُّکَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْجَنَّۃَ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھا مِنْ قَوْلٍ أَوْ عَمَلٍ وَ أَعُوْذُبِکَ مِنَ النَّارِ وَمَا قَرَّبَ اِلَیْھا مِنْ قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ، وَأَسْئَلُکَ أَنْ تَجْعَلَ

[1] صحیح مسلم:2720

كُلَّ قَضَاءٍ قَضَيْتَهُ لِيْ خَيْرًا [1]

''اے اللہ! بھلائی اور خیر نام کی ہر چیز مجھے عطا فرمادے، جس کی مجھے فوری ضرورت ہے وہ بھی اور جس کی فوری ضرورت نہیں ہے وہ بھی عطا فرمادے، جس خیر کا مجھے علم ہے وہ بھی اور جس کا مجھے علم نہیں وہ بھی عطا فرمادے، اور شر اور برائی نام کی ہر چیز سے جو برائی اور مصیبت مجھے جلد پیش آنے والی ہے اس سے بھی اور جو بدیر پیش آنے والی ہے اس سے بھی مجھے اپنی پناہ میں لے لے، جس شر کا اور برائی کا مجھے علم ہے اس سے بھی اور جس کا مجھے علم نہیں ہے اس سے بھی مجھے پناہ میں لے لے، اے اللہ! مجھے ہر وہ خیر عطا فرمادے جو خیر تیرے نبی نے تجھ سے مانگی ہے اور ہر اس شر اور برائی سے مجھے محفوظ فرمالے جس سے تیرے نبی نے پناہ مانگی ہے۔ اے اللہ! مجھے جنت عطا فرمادے اور ہر اس اچھے قول اور عمل کی توفیق دے جو مجھے جنت کے قریب کردے۔ اے اللہ! مجھے آگ کے عذاب سے اپنی پناہ میں لے لے اور ہر اس برے قول اور عمل سے مجھے محفوظ فرما جو مجھے جہنم کے قریب کردینے والے ہیں۔ اے اللہ! میری تجھ سے یہ التجا ہے کہ تو نے میرے متعلق جتنے بھی فیصلے کر رکھے ہیں انہیں میرے لیے باعث خیر و برکت بنادے۔''

[2] أَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

أَللّٰهُمَّ آتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا، وَزَكِّهَا أَنْتَ خَيْرُ مَنْ زَكَّاهَا، أَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلَاهَا

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أَعُوْذُبِكَ مِنْ عِلْمٍ لَّا يَنْفَعُ وَمِنْ قَلْبٍ لَّا يَخْشَعُ وَ مِنْ نَفْسٍ لَّا تَشْبَعُ وَمِنْ دَعْوَةٍ لَا

[1] سنن ابن ماجہ:3846

يُسْتَجَابُ لَهَا [1]

''اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ تو مجھ سے کسی کام کی قوت سلب کر لے اور میں اسے کرنے سے عاجز آ جاؤں اور اس بات سے بھی کہ میں تیری اطاعت اور فرمانبرداری میں ذرہ بھر بھی سستی اور کاہلی سے کام لوں اور اس بات سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں کہ جہاں تیرے دین کے لیے ڈٹنے کا موقع آئے تو میں وہاں بزدلی دکھاؤں اور اس بات سے بھی کہ تیری عطا کردہ چیزوں میں بخل سے کام لوں اور ایسے بڑھاپے سے بھی کہ جس میں کسی دوسرے کا محتاج ہو جاؤں اور میں قبر کے عذاب سے بھی تیری پناہ میں آتا ہوں، اے اللہ! میرے نفس کو تقویٰ کی نعمت عطا فرما اور اسے ہر طرح کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے پاک کر دے، کیونکہ تجھ سے بہتر تزکیہ نفس کرنے والا اور کوئی نہیں ہے، کیونکہ تو ہی میرے نفس کا مالک بھی ہے اور مددگار بھی ہے۔ اے اللہ! میں ایسے دل سے پناہ مانگتا ہوں جس میں تیری نافرمانی کا خوف اور تابعداری کے جذبات نہ ہوں اور ایسے لالچی نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو دنیاوی دولت سے سیر ہونے کا نام ہی نہ لے اور ایسی بدعملی والی حالت سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس حالت میں دعا کروں تو تو میری دعا کو شرف قبولیت ہی نہ بخشے۔''

یاد رہے......!

اس وقت ہماری نگاہوں کے سامنے ہمارے چند نہایت باوقار اور صاحب علم داعی حضرات موجود ہیں کہ جن پر جادو چلایا گیا اور ان کی سچی دعوت کو روکنے کے لیے نہایت خطرناک شیطانی ہتھکنڈے استعمال کیے گئے۔

الحمدللہ......! مسنون عملیات کے بعد اب وہ قدرے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ

---

[1] صحیح مسلم:2722

ان کو اور تمام اہل علم کو ہمیشہ ہمیش کے لیے ہر قسم کی آفت مصیبت اور شیطنت سے محفوظ فرمائے۔آمین

لیکن ہماری نہایت عاجزانہ گزارش یہ ہے کہ اپنی حفاظت کے لیے تلاوت اور اذکار میں کسی لحہ بھی غفلت نہ کیا کریں......نظر بد......حسد......اور جادو برحق ہے اور بڑے بڑے اہل علم بھی اس کا شکار ہو سکتے ہیں۔نعوذ باللہ من ذالک۔

10 ......راتوں کی نماز

رات کی نماز میں حلاوت بھی ہے اور اس سے خطیب آدمی کی ہمت بھی جواں رہتی ہے۔صدیق منشاوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک کتاب ''الزھادمائۃ''میں کسی بزرگ کا قول پڑھا، وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر رات کی نماز نہ ہوتی تو شاید میں زندہ ہی نہ رہ سکتا......قیام اللیل ہی میری زندگی کا چراغ ہے،جس سے میری زندگی کی تمام کلفتیں کافور ہوتی ہیں اور اندھیرے دور ہوتے ہیں۔

اگر کسی خطیب کو مذکورہ اوصافِ تسعہ کے بعد دسویں نمبر پر رات کی نماز نصیب ہو جائے گویا کہ اس کو دنیا و آخرت کی سرداری نصیب ہوگئی اور اللہ تعالیٰ کے مقربین کی فہرست میں وہ پہلے نمبر پر آ گیا۔خطیب ہو اور تہجد گزار ہو،سبحان اللہ۔اس سے بڑھ کر عظمت اور خوش نصیبی اور کیا ہو سکتی ہے؟ واللہ یختص برحمتہ من یشاء

مجھ جیسا نکما لکھاری تہجد گزار خطیب کی عزت و عظمت کو اپنی نوکِ قلم سے تحریر نہیں کر سکتا، اس کی شان کے مطابق الفاظ ہیں نہ ہی انداز، البتہ یہ ضرور کہوں گا کہ صاحب توحید و سنت تہجد گزار خطیب اللہ کی زمین پر ایک روشن چراغ ہے، ایک چمکتا ہوا تارا ہے، ایک دمکتا ہوا ستارہ ہے اور اسلام کی عزت و آبرو کا بلند مینارہ ہے۔

اپنے رب کے اتنا قریب ہے کہ قربت بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں۔

تہجد گزار خطیب اپنے خالق و مالک کا اس قدر پیارا ہے کہ اس کے پیار کی گہرائی و گیرائی کا کوئی پیمانہ نہیں بس اس کی حقیقت، نوازنے والا رب جانے یا نوازا گیا بندہ اور بس!

اے اللہ......!

میری جماعت کے ہر خطیب کو تہجد گزار بنادے اور اپنے قرب کی تمام لذتوں سے آشنا کردے۔ آمین ثم آمین!

اور یاد رہے......! عالم لوگوں کی بنسبت خطبا کے لیے قیام اللیل اور نماز تہجد نہایت آسان ہے، کیونکہ وہ اکثر رات ڈھل جانے کے بعد ہی اپنے گھروں میں تشریف لاتے ہیں تو ایسی صورت میں تھوڑی سی ہمت کرتے ہوئے دو چار نفل پڑھ لینے سے بھی آپ تہجد گزار لوگوں کی صف میں شامل ہو سکتے ہیں۔ اللھمّ اجعلنا منھم

تلك عشرةٌ كاملةٌ

(داعی کی شخصیت کو مسخ کر دینے والے اعمال)

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ دین کا داعی اور اسلام کا خطیب مرتبہ و مقام اور شان کے لحاظ سے بے مثال ہے۔ کائنات کے اس نفیس ترین اور پاکیزہ شخص کو ناکام اور بدنام کرنے کے لیے شیطان اور تمام شیطانی طاقتیں حرکت میں رہتی ہیں۔ شیطان کئی مہلک کبیرہ گناہوں کو نہایت معمولی بنا کر خطیب کے سامنے پیش کرتا ہے اور ہمہ وقت انہیں گناہوں میں الجھائے رکھتا ہے آنے والی سطور میں ان مذموم اوصاف کا ذکر کریں گے جن کے ہوتے ہوئے دین کا داعی اور اسلام کا نمائندہ خطیب اسلام اللہ کی خالص نصرت و برکت سے محروم ہو جاتا ہے اور جن کوتاہیوں کی بنا پر اس کی سیرت و شخصیت مجروح ہوتی ہے اور خطیب روحانی طور پر سخت بیمار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان خطیب کو ان خامیوں سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دوسروں کے عیب اچھالنا

خطیب کے پاس ''لساناً ذاکراً'' ذکر والی زبان ہونی چاہیے، ہر وقت زبان حمد و ستائش اور تسبیح و تقدیس کے مبارک کلمات سے تر رہے، ایسے خطیب کا ایک اپنا ہی مزا اور اثر ہے۔ لیکن اس کے برعکس اگر محترم خطیب صاحب غیبت اور چغل خوری کے عادی بن جائیں تو یقیناً یہ بڑی نحوست اور ہلاکت ہے۔ آج کل خطبائے کرام کے حلقہ میں غیبت سے احتراز کم کیا جاتا ہے اور اس کو اختیار زیادہ کیا جاتا ہے، کسی نہ کسی پر کسی نہ کسی رنگ میں کیچڑ اچھالنا، غیروں کی برائیاں بیان کرنا محبوب ترین مشغلہ بنتا جا رہا ہے۔ جبکہ اس کا انجام اگر عام بندے کے لیے ہلاکت خیز ہے تو خطیب کے

لیے دوہری ہلاکت کا باعث ہوگا کہ جس نے مسلم معاشرہ کو اس عیب سے پاک کرنا تھا وہ خود بری طرح اس میں ملوث ہے۔

یاد رہے......!

غیبت کرنا بہت آسان ہے چغل خوری بظاہر کوئی مشکل کام نہیں نظر آتا البتہ انجام کے لحاظ سے یہ گناہ کسی کبیرہ گناہ سے کم نہیں ہے کسی دانشور نے کیا خوب کہا ہے کہ

''جس کی زبان اپنی نہیں وہ سمجھ لے کہ اس کا کوئی نیک عمل اپنا نہیں بلکہ وہ ہر نیک عمل کر کے دوسروں کو دے رہا ہے۔''

خوابوں کی تعبیر کے ماہر امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ خَطَايَا أَكْثَرُهُمْ ذِكْرًا لِخَطَايَا النَّاسِ

''لوگوں میں سے سب سے زیادہ خطائیں ان کی ہوتی ہیں جو لوگوں کی خطاؤں کا زیادہ ذکر کرتے رہتے ہیں۔'' [1]

امام صاحب کے اس قول کی روشنی میں اپنی مجلسوں کا جائزہ لیں......؟

ہم دوسرے علمائے کرام کی پگڑیاں کس قدر اچھالتے ہیں......؟

اور کس قدر جرأت سے تہمتیں لگاتے ہیں......؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ اپنے میں سے عزت و مقام والے لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرلیا کرو۔ وہ بھی انسان ہیں کسی بھی وقت ان سے کوئی بھی غلطی سرزد ہوسکتی ہے......ان احادیث پر ہمارا عمل کیوں نہیں......؟ کیا ہم ایسی صحیح احادیث کو قابل عمل نہیں سمجھتے......؟ اگر سمجھتے ہیں تو پھر عزت والوں سے درگزری کر دینی چاہیے۔

---

[1] جواہر العلم: 6/ 86

اللہ تعالیٰ ہم سب کو زبان پر پہرہ مضبوط رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

موبائل کا غلط استعمال

یہ تو ہم سب سمجھتے ہیں کہ موبائل بھی اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت ہے لیکن یہ صرف اور صرف اسی صورت میں نعمت ہے جب اس کا استعمال دین کے دائرے میں رہ کر ہو اور اللہ کے دین کو پھیلانے کے لیے ہو بصورتِ دیگر اس سے بڑھ کر فتنہ اور گمراہی بھی اور کوئی نہیں ہے۔ ہمارے خطبائے کرام کو چاہیے کہ وہ موبائل کا استعمال کم سے کم کریں اور صرف اور صرف ضرورت اور کسی مفید کام کے لیے کریں۔ لوگوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر یا اسٹیج پر بیٹھ کر فیس بک چیک کرتے رہنا یا وٹس اپ استعمال کرتے رہنا انتہائی نامناسب حرکت ہے۔ لوگوں پر اس کا بہت ہی برا اثر پڑتا ہے۔ آپ جس قدر ممکن ہو یہ کوشش کیا کریں کہ لوگوں کے سامنے موبائل کے ساتھ کھلونے کی طرح نہ کھیلا جائے، بلکہ لوگوں کے مسائل سنے جائیں اور ان کی صحیح رہنمائی کی جائے، انھیں توجہ دی جائے۔ وہ آپ سے کچھ حاصل کرنے کیلئے آپ کے ساتھ مجلس آرا ہوتے ہیں۔

ایک خبر کے مطابق بعض ناعاقبت اندیش خطبا موبائل کو میچز دیکھنے کے لیے یا ایسے کلپس دیکھنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں جو کہ شرعی طور پر جائز اور حلال نہیں ہیں اور سراسر حیا کے منافی ہیں۔ ایسے خطبا کے لیے قرآن کی ایک آیت ہی کافی ہے کہ مومنوں کی شان تو یہ ہے کہ وہ فضول، بے مقصد کاموں سے اعراض کرتے ہیں، چہ جائیکہ حیا سوز تصاویر یا کلپس دیکھے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو موبائل کے شر سے محفوظ فرمائے اور اس کے ذریعے جو خیر ہے وہ ہم سب کو نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وٹس اپ کردار کشی اور فتنے کا دروازہ

اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں کہ وٹس اپ بہت بڑی سہولت ہے۔ اور اس وقت وٹس اپ پر نہایت ہی عمدہ اور علمی گروپس کام کر رہے ہیں۔ بعض گروپس تو ایسے ہیں کہ جن کو بلا مبالغہ علم و تحقیق کا مرکز کہا جا سکتا ہے، ہمہ وقت کبار علما وہاں رہنمائی کے لیے موجود ہوتے ہیں۔ نہایت ہی خوش اسلوبی سے دلائل کا تبادلہ رہتا ہے جس سے ہم جیسے نالائق طلبہ کو بھی سمجھنے اور سیکھنے کا بہت موقع ملتا ہے۔

لیکن ایک تکلیف دہ صورتِ حال یہ ہے کہ وٹس اپ کے بعض گروپس ایسے ہیں جن میں ہمہ وقت کردار کشی چغل خوری اور فضولیات کا بازار گرم رہتا ہے۔ ایسے گروپس میں چند بیمار ذہن کے ایسے لوگ ایڈ ہوتے ہیں جو کہیں سے کوئی ایک خبر، مخالف کی کوئی ویڈیو یا عبارت ڈھونڈ کر لے آتے ہیں، پھر گروپ کے سارے افراد اس پر تبصرے اور تنقید شروع کر دیتے ہیں، بڑی بڑی شخصیات محفوظ ہیں نہ ہی کبار علما ان کے شر سے بچ پاتے ہیں۔

پچھلے دنوں کی بات ہے، ہم نے ایک مذہبی گروپ میں چند علمائے کرام کے کارٹون دیکھے کہ ازار بند کو اتارے ہوئے کسی ختنے والے بچے کی نچلی صورت ہے اور اوپر علمائے کرام کی شکلیں لگائی ہوئی ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر بندر کی صورت سے اس کے چہرے کی شکل پر ایک مذہبی لیڈر کی تصویر چسپاں کی ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم نہایت معذرت اور محبت سے عرض کریں گے کہ وٹس اپ کے فتنے سے بچیں یہاں پر چغل خوری اور کردار کشی کرنے کی بجائے سیکھنے اور سمجھنے کا ماحول پیدا کریں۔ جب آپ سے اپنوں کی عزتیں محفوظ نہیں..... تو کل کو آپ کی عزتوں کا محافظ کون ہوگا.....؟ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ فیس بک اور وٹس اپ علما کی ویڈیوز اور ان کی

عبارتوں میں ایڈیٹنگ کر کے ان کے خلاف نفرت کی فضا پیدا کرنے والے منافق ہیں یا شیطان کے پیروکار۔ اللھم اکفنیھم بما شئت

فحش مذاق اور فضول گوئی

ہر خطیب جہاں غیبت، عیب جوئی، طعن زنی اور چغل خوری سے مکمل اجتناب کرے وہاں بیہودہ مذاق اور فضول گفتگو کو بھی قریب پھٹکنے نہ دے۔ شیطان یہ چیزیں خطیب آدمی کے قریب کرنے کی کوشش میں ہر وقت لگا رہتا ہے بلکہ شیطان کی منزل ہی یہ ہوتی ہے کہ خطیب اسلام وعظ و نصیحت کا ماحول بھی گرم رکھے اور ساتھ بکواسات، گالم گلوچ، لغویات، فحش مذاق اور بیہودہ گوئی بھی نجی محفلوں میں پھیلائے رکھے تا کہ برسرِ منبر خدائی تبلیغ ہوتی رہے اور دورانِ خلوت شیطانی تبلیغ میں بھی یہ خطیب صاحب پیچھے نہ رہ جائیں۔ (نعوذ باللہ من شرورہ)

اسلام کے وکیل! امت محمد یہ ﷺ کے خطیب! خدارا ان باتوں کو سوچیے...... غور کیجیے...... یہ دشمن لعین آپ کو کہاں لے جانا چاہتا ہے۔

خطیبِ اعظم حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

وَاِنَّ اللّٰهَ لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ [1]

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ فحش بکنے والے بدزبان سے نفرت کرتے ہیں۔''

اور اسی طرح آپ ﷺ نے جہنمیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

والشِّنْظِيرُ الْفَحَّاشُ [2]

---

[1] ترمذی:2/949 حدیث:2002، احادیث صحیحہ:876

[2] مسلم:2/385 حدیث:2865

''اور گالیاں بکنے والا اور فحش بولنے والا جہنم میں جائے گا۔''

بحیثیت خطیب اس کبیرہ گناہ سے بچنا از حد ضروری ہے وگرنہ ساری محنت، راتوں کی بے آرامی، سفر کی صعوبتیں غرض کہ سب کچھ داؤ پر لگنے کا شدید خطرہ ہے۔
اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو سمجھ کر بہتری کی طرف آنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

سخت مزاجی

تُرش روئی، درشتی اور سختی میدان خطابت میں خطیب کے لیے حد درجہ نقصان دہ ہے۔ آواز جادو نما ہو، علم کی وسعتوں کی کوئی انتہا نہ ہو، اگر اس سب کچھ کے باوجود خطیب صاحب سخت مزاج، تیزی پسند اور غصیلے ہیں تو بے برکتی اور ناکامی کے لیے یہی کمی کافی ہے۔ خطیب کی شخصیت کی طرف سے سب سے زیادہ مؤثر اس کا رویّہ ہے۔ گفتار، کردار اور معاملہ سلجھانے میں جس قدر عاجزی، سادگی اور نرمی ہوگی دعوت، تبلیغ اور پیغام حق اسی قدر تیزی سے پھیلے گا اس کے برعکس اگر مسائل کے بیان میں، سامع اور مخاطب کو الفاظ کی تیز تلوار اور رویّہ کے سخت خنجر سے ذبح کر دیا جائے تو گھنٹوں کے وعظ اور سالوں کی محنت لمحے بھر میں اپنا اثر کھو دیتی ہے۔ سائل کا انداز جس قدر تلخ کیوں نہ ہو، مخاطب اگرچہ بے ادبی کی آخری حدوں کو پہنچ جائے آپ کے لیے ہر حال میں نرمی ہی بہتر ہے اور یہی کامیاب مستقبل کی ضامن ہے۔

ہمارے ملک کی تاریخ اور خطباء کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جہاں سختی کا جواب سختی، بدزبانی اور جذبات سے دیا گیا وہاں خرابی ہی ہوئی، مقدمات ہی بنے، گرفتاریاں ہی ہوئیں۔ بالآخر بعد میں صلح یا معافی پر معاملہ رفع دفع ہوا اور جس جگہ سختی، گستاخی اور تہمت بازی کا جواب قرآن، حدیث، نرمی اور اخلاق سے دیا گیا وہاں لوگ حق کے قریب آئے، مسلک کو عزت ملی، دعوتِ حق کی جڑیں مضبوط ہوئیں اور

مسجدیں آباد ہو گئیں۔

یاد رہے......! خطیب کا سخت رویہ، جارحانہ انداز کبھی نرمی اور ناصحانہ انداز کے فوائد کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ آج ہی اس خطرناک خامی کی اصلاح فرمائیں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ اسلام، حق اور مسلکِ کتاب وسنت کے لیے بدنامی کا باعث بنیں۔

خطیبِ ذی شان......! آپ نے فرعون کا نام تو سنا ہوگا کہ اس جیسا سرکش، باغی اور بدترین کافر اللہ کی زمین پر پیدا ہی نہیں ہوا، لیکن جب اس کی طرف سیّدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھیجا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کیا کہا تھا......؟ یہی کہا تھا نا کہ بات نرمی سے کرنا......اعلیٰ عہدیدار ہے کہیں سخت لب ولہجے کی وجہ سے بدک نہ جائے......شیریں انداز رکھنا شاید کہ وہ اپنی اوقات کو پہچان لے اور مجھ سے ڈر جائے

لالچی اور دنیا کا حریص ہونا

خطیب کی خطابت اور زندگی کا اصل مقصد یہی ہے کہ وہ لوگوں میں اللہ اور اس کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت پیدا کرے، آخرت کا تصور پیش کرے اور دنیا کی حرص وہوس اور مال کے لالچ کو ختم کرنے کے لیے علم وعمل کے ذریعے ایڑی چوٹی کا زور لگا دے۔ اگر محترم خطیب صاحب ہی ہر وقت روپے پیسے کی فکریں لگے رہیں اور اپنے خطاب اور مستقبل کا ہر فیصلہ درہم ودینار کی بنیاد پر کریں تو یہ یقیناً خیر وبرکت سے اور اللہ کی خصوصی تائید ونصرت سے محروم رہنے والی سوچ ہے۔

ذاتی مفادات، ذاتی تعلقات اور سہولیاتِ دنیا کی بنیاد پر پروگرام دینے والا، خطاب کرنے والا اور پیسے کیلئے مساجد تبدیل کرنے والا خطیب کبھی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل نہیں کر پاتا۔ دعوتی میدان اور گلشن خطابت میں حریص شخص کبھی

بہتری نہیں لا سکتا بلکہ ایسے خطیب کے لیے شریعت اسلامیہ میں سخت وعیدیں ہیں۔

آپ ﷺ نے دنیا کے حریص داعی، عالم اور خطیب سے سخت نفرت فرمائی ہے۔

یاد رہے.....! صرف دنیا کی شہرت، عزت اور بہتری کے لیے جینے مرنے والے خطیب کبھی حقیقی عزت اور ہمیشہ کی کامیابی حاصل نہیں کر پاتے بلکہ خسر الدنیا والآخرۃ ہی بنے رہتے ہیں۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ بہت بڑے عظیم الشان محدث ہیں اور بڑے ہی اللہ والے انسان تھے۔ موقع ملے تو زندگی میں ان کی سوانح عمری اور اقوالِ زریں ضرور پڑھنے چاہئیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

أَلْمَالُ دَاءُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَالْعَالِمُ طَبِيْبُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ فَإِذَا جَرَّ الْعَالِمُ الدَّاءَ إِلَى نَفْسِهِ فَمَتَى يُبْرِئُ النَّاسَ [1]

''مال اس امت کی بیماری ہے اور عالم اس امت کا معالج ہے۔ جب عالم ہی بیماری کو اپنی طرف کھینچے گا تو وہ لوگوں کو اس سے کیسے بچائے گا۔''

اللہ جانتا ہے کہ امام صاحب کا یہ قول ہزار دفعہ غور کرنے کے قابل ہے اور اگر آبِ زر سے اسے لکھا جائے تو تب بھی اس کا حق ادا نہ ہو۔

اس وقت معاشرے میں بربادی کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے کہ معالج خود بیماری کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی بہتری اور جنت کے حصول کی لالچ، حرص رکھنے اور اس کے لیے محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] سیر اعلام النبلاء: 7/243

خود پہ ناز کرنا اور اِترانا

خطابت سے عزت وعظمت کے جو چراغ روشن ہوتے ہیں، ان کی روشنی کم ازکم پورے ملک میں پھیلتی ہے۔ کیا یہ بات خطیب کے لیے کم حیثیت کی حامل ہے کہ اس کی زبان سے دین سننے کے لیے چھوٹے، بڑے، بوڑھے اور خواتین کثیر تعداد میں جمع ہوجاتے ہیں۔ جہاں وہ جاتا ہے وہاں خلق خدا کا سیلاب امنڈ آتا ہے۔ اشتہارات، اعلانات اور دیگر پروٹوکولز کے ذریعے اسلام کے داعی اور خطیب کو آج کل جو عزت اور شان وشوکت حاصل ہوتی ہے، اس کا کسی صورت مقابلہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ایسے پُررونق اور روشن حالات میں شیطان خطیب صاحب کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کرنے کے لیے عُجب جیسی بیماری میں مبتلا کردیتا ہے، انا ولا غیری وہ دل ہی دل میں یہ سمجھنا شروع کردیتا ہے کہ میں بڑی شئے ہوں، بڑا تیس مارخاں ہوں میرے جیسا مدلل، محقق اور جادوئی آواز رکھنے والا اور کوئی خطیب جماعت میں موجود ہی نہیں ہے۔ کون ہے میرے علاوہ جو مسلک بیان کررہا ہو؟ میں ہی مترنم گفتگو کرتا ہوں۔ خطیب صاحب کے ذہن میں جب اپنی قابلیت اور مقبولیت کی سوچ پھلنا پھولنا شروع ہوجائے تو پھر وہ دو طرح کے گناہوں میں ملوث ہوجاتے ہیں۔

دوسرے خطباء پر تنقید کرنا

یعنی اپنے ہم مشن خطباء بھائیوں کی خیرخواہی کی بجائے برسر منبر یا مجلس میں ان پر تنقید شروع ہوجاتی ہے، اس نے کیا کیا ہے؟ یہ تقریر ہے؟ ایسے تقریر ہوتی ہے؟ غرض کہ..... عُجب کے مرض میں مبتلا خطیب صاحب اپنے سے چھوٹے بڑے ہر ایک کو ذلیل کرنا اور ان کی علمی وعملی کوتاہیوں کی تشہیر کرنا شروع کردیتے ہیں

جو کہ حد درجہ معیوب اور غلط طریقہ ہے ۔اسلامی تعلیمات بھی یہی ہیں اور عربی کا معروف مقولہ بھی ہے: النَّصِيْحَةُ فِي الْمَلاءِ فَضِيْحَةٌ

اپنے رویہ پر کڑی نظر رکھیں ،آپ خطیب اسلام ہیں اگر آپ کی زبان سے اپنے بھائیوں کی عزت محفوظ نہیں تو آپ بھی باعزت نہیں رہ سکتے ۔یہ تو گنبد کی صدا ہے آ کر رہے گی۔

جہاں وعدہ دیا ہے ان کو پریشان کرنا

مرض عُجب میں مبتلا خطیب جہاں اپنے ہم مشن بھائیوں کی حوصلہ شکنی اور تذلیل کرتا ہے وہاں پروگرام کروانے والوں کو پریشان کرنا اس کا محبوب مشغلہ ہوتا ہے۔ وعدہ دے کر بعد میں آخر دم تک خون خشک کیے رکھنا، کیا یہی خدمتِ دین ہے......؟ کیا قوم کے راہنما، اسلام کے داعی اور حق کے پاسبان کو یہی کچھ زیب دیتا ہے......؟ ہرگز نہیں، یقیناً ہرگز نہیں، وعدہ کرنے کے بعد اگر نبھانے میں آپ غفلت کرتے ہیں تو آپ صرف وہاں کی مقامی جماعت کے ہی مجرم نہیں بلکہ ربّ کائنات کے بھی مجرم ہیں۔

یہ آواز، یہ طوفانی انداز اور یہ سب سلسلے اور پروٹوکول عارضی بطورِ آزمائش ہیں ،ان کی موجودگی میں گھمنڈ کی بجائے شکر، فکر اور رامت کا درد پیدا کریں کہ ایک وقت آئے گا کہ مولا و آقا نوازشات کی انتہا کردیں گے۔

مضمون کی عمدہ تیاری کے لیے اہم تجاویز

آپ کسی بھی موضوع پر خطاب کرنے سے قبل اس کی تیاری میں خوب محنت کریں کسی ایک خطبہ اور کیسٹ کو ہرگز کافی نہ سمجھیں۔'' لکیر کا فقیر خطیب کبھی کامیاب

نہیں ہوتا'' مکھی پر مکھی مارنے کی عادت بدلیں۔ خطبہ جمعہ اور خطاب کے لیے اپنے بیان کی ترتیب میں مندرجہ ذیل نکات آپ ملحوظ خاطر رکھیں تو اس سے بہتر کوئی بات نہیں ہے۔

(1)......آغاز مسنون خطبہ سے کریں اسی میں اجر و ثواب اور برکت ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں جو کلمات کہہ دیے ہیں ان سے بہتر کلمات آپ بنا ہی نہیں سکتے چاہے تکلفات، تصنع اور سجع کے انبار لگا دیں۔

(2)......موضوع کے مطابق آیاتِ قرآنیہ اکٹھی کریں اور اپنی تفصیلات کو آیات کے گرد ہی رکھیں۔ اس حوالہ سے المعجم المفہرس لألفاظ القرآن از فواد عبدالباقی، مضامین القرآن اور تبویب القرآن نہایت عمدہ کتابیں ہیں یہ کتب ہر ابتدائی خطیب کے پاس ضرور ہونی چاہئیں۔

(3)......موضوع کے مطابق احادیث جمع کریں اور تمام احادیث ضعف شدید سے خالی ہوں، بلکہ عربی عبارت اعراب کی صحت کے ساتھ زبانی حفظ کر لیں۔

دوران خطاب حدیث شریف کی عربی زبانی پڑھنا حد درجہ مبارک عمل ہے۔

الحمدللہ......! درج ذیل سطور میں ہم نے اہم ترین اور مفید ترین کتابوں کے نام لکھ دیئے ہیں، جن کا میسر آ جانا قارون کے خزانے سے بھی ہزار درجہ بہتر ہے۔

کاش......! کہ ہر خطیب ان کتب کو اپنی لائبریری کی زینت بنائے اور ہر وعظ اور خطبے کی تیاری کے لیے ان کو دیکھے......

- صحاح ستہ مترجم (طبع دارالسلام)
- مشکوۃ المصابیح مترجم (مکتبہ اسلامیہ)
- ریاض الصالحین مترجم (مکتبہ قدوسیہ)

- نضرۃ النعیم (ترجمہ ہو چکا ہے، کچھ چھپ گیا ہے)
- مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کی تمام کتب
- مولانا جونا گڑھی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام رسائل
- شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے تمام رسائل
- ولی کامل ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل سیٹ
- مولانا محمد اقبال کیلانی حفظہ اللہ کا مکمل سیٹ
- مولانا فضل الٰہی حفظہ اللہ کا مکمل سیٹ
- عبدالمنان راسخ حفظہ اللہ کی کتب کا مکمل سیٹ
- مولانا طیب محمدی حفظہ اللہ کی تمام کتب
- خلفائے راشدین ابونعمان سیف اللہ خالد حفظہ اللہ
- مولانا محمد نواز چیمہ حفظہ اللہ کے مطبوعہ خطبات
- حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ کی کتب کا مکمل سیٹ
- زاد الخطیب (حافظ محمد اسحٰق زاہد حفظہ اللہ)
- مولانا عبدالرحمن کیلانی رحمہ اللہ کی کتب کا مکمل سیٹ
- مولانا خلیل الرحمن چشتی حفظہ اللہ (مکمل سیٹ)
- صحیح و مستند فضائل اعمال (ناشر مکتبہ کریمیہ)
- سلسلہ احادیث صحیحہ (شارح و مترجم۔عبدالمنان راسخ)
- خطبات شیخ نور پوری و مقالاتِ شیخ نور پوری رحمۃ اللہ علیہ
- دارِ ابی طیب گوجرانوالہ کی تمام مطبوعات
- خطبات جمعہ (تلخیص اسلامی خطبات)
- الفوائد (اردو) نمونہ سلف امین اللہ پشاوری

- ایمان کا سبق (حامد کمال الدین)
- فلاح کی راہیں (مولانا ارشاد الحق اثری)
- خطبات عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ
- انصار السنۃ کی جملہ کتب

☆ دار السلام لاہور کی مطبوعات حد درجہ علمی و تحقیقی ہوتی ہیں اور یہ کتب خطبائے کرام کے لیے نعمتِ ربانی ہیں۔ ہر موضوع پر دار السلام کی کتب کو ترجیح دیں۔

④ ......موضوع کے مطابق صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے اقوال اور واقعات بیان کریں اس موضوع کی کتابیں درج ذیل ہیں مثلاً:

- حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (مترجم)۔
- صحیح بخاری کے منتخب واقعات (ناشر نعمانی کتب خانہ)
- سیرت صحابہ انسائیکلوپیڈیا (دار السلام)
- سیر الصحابۃ، سیر الصحابیات
- اسوۂ صحابہ، اسوۂ صحابیات (دار المصنفین)
- حیاتِ صحابہ و تابعین کے درخشاں پہلو
- صحیح اور مستند واقعات (شفقت رسول صاحب)

⑤ ......ماحول کے مطابق توحید و سنت کی تعلیمات پر مبنی اشعار، مزید عقلی مثالیں، ضرب المثل کا بھی خیال رکھیں، مضمون پر خوب محنت کرتے ہوئے اس کو تخلیقی انداز دیں اور ایک ایک لفظ سوچ کر بولیں۔ نیز کسی اچھے خطیب اور عالم کی کیسٹ/سی ڈی سے استفادہ کوئی جرم نہیں ہے، موضوع کے مطابق کیسٹ بھی سنیں۔

اختلافی مسائل میں صحیح حل کے لیے خواجہ محمد قاسم صاحب، مولانا ارشاد الحق

اثری صاحب، شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا امین اللہ پشاوری، مولانا مبشر احمد ربانی، مولانا غلام مصطفی ظہیر امن پوری، مولانا محمد داود ارشد صاحب کی کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔اوراسی طرح حافظ محمد انور زاہد کی جمع کردہ کتاب ''ضعیف اور من گھڑت روایات'' اپنے مطالعہ میں رکھیں۔ انھوں نے تقریباً تمام مشہور غیر ثابت واقعات کو مختلف کتابوں سے نقل کر دیا ہے، ان کو اپنے کسی خطاب میں بیان نہ کریں۔

یاد رہے......!

کسی بھی اہم موضوع پر تیاری کرتے ہوئے اہل علم میں سے ثقہ عالم دین کا اس موضوع پر خطاب بھی سن لیا کریں۔اس سے مواد اور مضمون کی ترتیب میں سینہ کافی فراخ ہوتا ہے۔اور ہم کئی ایک خطبا کو اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو خود تو عربی زبان کی ایک لائن بھی نہیں پڑھ سکتے مگر حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبداللہ ناصر رحمانی، علامہ ابراہیم بھٹی، علامہ جرجیس انصاری، امام عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے بیانات اوران کی سی ڈیز سن کر نہایت ہی شاندار انداز میں مؤثر خطاب کر لیتے ہیں اور بڑی خوش اسلوبی سے علمی مواد لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں۔ہم ایسے خطبا کے بھی قدردان ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین!

اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ آپ کی علمی استعداد جیسی بھی ہے اگر آپ کے پاس گفتگو کا فن ہے تو دین کی دعوت میں آگے نکلنے کے لیے بنیادی شرط شوق اور محنت ہے، وگرنہ آپ کسی صورت بھی کامیاب داعی نہیں بن سکتے۔

خطبات کے نام پر طبع ہونے والی کتب

دین اہل اسلام کو علم کی روشنی دیتا ہے اور صحیح علم ہی لوگوں تک پہنچانا خطیب کی اصل ذمہ داری ہوتی ہے۔ ویسے تو عام کتاب کی بھی بہت اہمیت ہوتی ہے وہ بھی

غیر ثابت، من گھڑت اور بے بنیاد روایات وواقعات سے پاک ہونی چاہیے۔

لیکن خطبات چونکہ خطبائے کرام، واعظین عظام اور مقررین امت کے لیے ہوتے ہیں اس لیے ان میں سوائے حقیقت، سچائی اور صحیح علم کے اور کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ تاکہ نمائندۂ اسلام خطبات کو پڑھ کر دین اسلام کی صحیح نمائندگی کر سکے۔

مگر افسوس صد افسوس......!

آج کل مارکیٹ میں بے شمار ایسی خطبات پر مشتمل ایسی کتابیں ہیں جن میں سوائے بے بنیاد واقعات، متروک ومردود روایات، تکلفات اور گردان بازی کے کچھ نظر نہیں آتا۔

پورے خطبہ کی اگر علم وتحقیق اور صحت کے اصولوں پر کانٹ چھانٹ کی جائے تو شاید خطبات کی کتاب آدھی سے بھی کم رہ جائے۔ کتاب کی ضخامت بڑھانے کے لیے یا موضوع کو طوالت دینے کے لیے رطب ویابس اور غیر صحیح مواد جمع کر دینا، بہت بڑی ناانصافی اور جسارت ہے۔

لیکن یہاں ایک بات یاد رہے کہ جو روایات علی الاطلاق ضعیف ہیں، ان سے تو کلّی اجتناب کرنا چاہیے، البتہ جن احادیث کی صحت میں اہل علم کا اختلاف ہے تو ان کو بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور اس وقت شدید ضرورت ہے کہ صحیح اسلامی خطبات کے حوالہ سے کافی وشافی لکھا جائے۔ تاکہ ابتدائی خطبائے کرام کو میدانِ خطابت میں آسانی ہو، لیکن آسانی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ غیر ذمہ دار خطبا کے خطبات بغیر تحقیق اور نظر ثانی کے شائع کیا جائے اور نوجوان نسل کو علم کے اصل نور سے محروم کر دیا جائے۔ اس وقت بعض لوگ صرف پیسے کمانے کے چکروں میں اس طرح کے غیر سنجیدہ معاملات کر رہے ہے

ہیں ان کو اپنی دنیا کی بجائے اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر مفید فیصلے کرنے چاہئیں۔

اللہ ہم سب کو علم صحیح کی تبلیغ، ترویج اور تشہیر کے لیے قبول فرمائے۔ اور اس مشن سے وابستہ مخلص علماء کو ہر قسم کے شر سے بچا کر خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اصلاح کی دوسری راہ

اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى

”یہ تو بس یاددہانی ہے ایسے شخص کے لیے جو ڈرتا ہو(طٰہٰ:3)

موجودہ حالات میں دعوت کا صحیح طریقہ

جس طرح دوسرے مذاہب کے مقابلے میں دینِ اسلام ہر اعتبار سے سچا ہے، اسی طرح دیگر فرقوں سے اہل حدیث ہر لحاظ سے ارفع و اعلیٰ اور ممتاز ہے۔ سادہ لفظوں میں آپ یوں سمجھ لیں کہ اہل اسلام اور اہل حدیث دونوں ہم معنیٰ الفاظ ہیں۔ اہل حدیث کا دوسرا نام اہل اسلام ہے اور اہل اسلام کا دوسرا نام اہل حدیث ہے۔ صراطِ مستقیم فکر اہل حدیث کے علاوہ کسی راستے کا نام نہیں۔

موجودہ حالات میں حقائق اور دلائل سے یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زمین پر صرف اور صرف اہل حدیث وہ جماعت ہے جو براہِ راست اسلامی تعلیمات کو کافی سمجھتی ہے اور بغیر کسی رکاوٹ کے قرآن وحدیث سے ہدایت حاصل کرتی ہے۔ اہل حدیث کی حقانیت اور صداقت کے لیے یہی کافی ہے کہ لوگ اہل ِحدیث کو مشرک، بدعتی یا مقلد نہیں کہتے، کیونکہ شرک، بدعت اور تقلید وجمود تینوں درجہ بدرجہ گمراہیاں ہیں۔

البتہ محض بغض وحسد کی بنا پر اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے کے لیے بعض ناعاقبت اندیش لوگ جب ہر طرح سے لاجواب ہو جاتے ہیں تو وہ اہل حدیث کو گستاخِ رسول یا گستاخِ اولیاء یا غیر مقلد ہونے کا جھوٹا طعنہ دیتے ہیں جو کہ کسی طرح بھی درست نہیں۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے، کیونکہ کسی پر جھوٹی تہمت لگانا شریعتِ اسلامیہ میں بہت بڑا گناہ ہے۔

غور فرمائیں......!

کس قدر ظلم وستم اور ناانصافی کی بات ہے کہ سنتِ رسول اور اتباعِ رسول کا

پرچار کرنے والے لوگوں کو گستاخِ رسول کہا جاتا ہے اور خود دن رات بدعات و خرافات کو فروغ دے کر بھی عشق رسول کے دعوے کیے جاتے ہیں۔ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ

فکرِ اہل حدیث کیا ہے......؟

ہم مسلمان ہیں اور ''اہلِ حدیث'' ہمارا صفاتی نام ہے اور یہ سراسر کتاب و سنت کا دوسرا لقب ہے۔ اس میں شرک کی بُو ہے نہ بدعت کی آمیزش اور نہ ہی تقلید کا جبر، بلکہ براہِ راست قرآن وحدیث کے پاکیزہ چشمے سے اپنی پیاس بجھائی جاتی ہے۔ اہل حدیث کا ''غوثِ اعظم'' عرش والا رب رحمن ہے اور ان کا امام اعظم مدینے والا نبی سلطان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ عقائد کی اصلاح اور صحیح اسلامی عقائد کا دفاع اس جماعت کا امتیازی نشان ہے۔

ہر قسم کی عبادت صرف اور صرف اللہ کے لیے اور ہر قسم کی اطاعت کا حق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے۔ سب سے پہلے اہل حدیث سیّدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے، بعض لوگ تہمت بازی اور جھوٹ سے گریز نہ کرتے ہوئے لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ اہل حدیث انگریز دور کی پیداوار ہیں۔

ربِ محمد کی قسم......! یہ علانیہ جھوٹ ہے۔ جو منہج، جو سوچ اور اطاعت کا انداز سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تھا، وہی آج کے اہل حدیث کا ہے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اتباع میں کسی خاص امام کی امامت اور خاص فقیہ کی فقاہت کو ہدایت کے لیے ضروری نہیں سمجھتے اور ہماری یہی سچائی اہل بدعت پر گراں گزرتی ہے۔ ہمارے ہاں ائمہ کا احترام حد درجہ ضروری ہے لیکن ہم کسی امام کو دین میں ترمیم کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتے۔ ہمارے نزدیک بزرگوں کی رائے دین کا درجہ نہیں رکھتی۔

ہمارے ہاں ''بزرگوں نے یوں کہا، فلاں نے یوں کہا'' ایسی باتیں نہیں مانی جاتیں بلکہ ہم قال اللہ وقال الرسول کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے ہیں۔

آج اللہ کے رحم وکرم اور اسی کے فضل وکرم سے یہ طائفہ منصورہ قبولیت اور ترقی کی بلندیوں کو چھو رہا ہے۔ بڑے بڑے بدعتی اور مقلد شیوخ الحدیث اور خطبائے کرام قرآن وحدیث کی خالص دعوت کو قبول کر رہے ہیں اور برسرِ منبر باوضو ہاتھ میں قرآن پکڑ کر، اللہ کو گواہ بنا کر اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ کائنات میں اگر کوئی سچا، سُچا، نکھرا، نتھرا، ستھرا اور پاکیزہ وخالص مسلک ہے تو وہ صرف اور صرف اہل حدیث ہے۔ والحمدللہ علی ذلک

یاد رہے......!

بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کی سازشوں نے عوام الناس کو اس مسلک سے دور کر رکھا ہے، وگرنہ رسول اللہ ﷺ اور اصحابِ رسول اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اصل وارث یہی جماعت ہے۔ اللہ پاک ہم کو اسی منہج پر زندہ رکھے اور اسی پر سلامتی کی موت نصیب فرمائے......آمین!

قرآن وحدیث کا فہم سلف صالحین کے منہج پر

قرآن مجید کو نازل کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے اور اسے اپنے ارشادات اور اعمال کے ذریعے سمجھانے والی ذات رسول اللہ ﷺ کی ہے اور سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ سے عقائد اور احکامات سیکھنے والی جماعت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہے۔ آج وہ لوگ حق پر ہیں جو صحابہ، تابعین اور محدثین کے منہج پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات، احکامِ شریعت اور فہمِ دین کے حوالے سے ہمارے لیے معیار سلف صالحین ہیں۔ انھی کو خیر القرون، اہل حق اور ایمان کا معیار مقرر کیا گیا ہے۔

سلف صالحینؒ اور مومنین کے فہم کو چھوڑ کر نت نئے عقائد، افکار اور نظریات کو دین میں شامل کرنے والے لوگ جہاں حد درجہ گمراہ ہیں وہاں اپنے اسلاف کے غدار بھی ہیں...... یا کم از کم ان کو امانتدار نہیں سمجھتے، کیونکہ اگر وہ سلف صالحین کو امین سمجھتے تو پھر نصوص سے ایسا باطل استدلال کبھی نہ کرتے کہ جس کی مثال قرونِ اولیٰ، سلف صالحین سے کوئی شہادت نہیں ملتی۔

اور ظلم کی بات یہ ہے کہ کچھ بے رحم لوگوں نے قرآن وحدیث کو کھلونا بنا رکھا ہے، اپنے ہر باطل عقیدے اور نظریے کو پھیلانے کے لیے قرآن وحدیث کی نصوص میں توڑ پھوڑ جاری رکھتے ہیں کسی بھی صریح آیت کی تحریفِ معنوی ان کے دائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ اور آپ حیران ہوں گے کہ جو آیات اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کے لیے نازل ہوئی تھیں آج انھی آیات کو پڑھ کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے توڑا جاتا ہے اور قبر والوں کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ وسیلہ والی آیت پر غور فرمالیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ کے قرب کو تلاش کرنے کا حکم ملا ہے اسی آیت کو اپنی گدی نشینوں اور بزرگوں کے ساتھ جوڑ دیا ہے اور اس آیت کی آڑ میں قبر والوں کی پوجا شروع کر دی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی عقیدت کا نام لے کر جس طرح بارہ ربیع الاوّل کو آپ کی ولادت کا جشن منایا جاتا ہے اس طرح کے جشن کا سلف صالحین میں سرے سے کوئی تصور ہی نہیں ملتا، بلکہ مجدد الف ثانی تک اہل علم نے اس کا رد کیا ہے۔ لیکن آج کل آپ دیکھ لیں کہ قرآن پاک کی آیت ''فَلْيَفْرَحُوْا'' سے مروجہ جشن ثابت کیا جاتا ہے اور بڑی جرأت کے ساتھ قرآن کی اس آیت کے ساتھ مذاق ہوتا ہے۔ اور اسی طرح وہ دین کہ جس کی بنیاد ہی تحقیق پر ہے اور وہ ہر لحہ اتباع اور تحقیق کا

درس دیتا ہے اسی دین کے ماننے والوں کو تقلیدِ شخصی پر مجبور کیا جاتا ہے اور پھر تقلیدِ شخصی کے وجود پر قرآن وحدیث کے نصوص میں تحریفِ معنوی کی جاتی ہے۔

ہم الحمدللہ! اپنے منہج کی وضاحت کرتے ہوئے اس بات کو کھول کر بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم سب کی عافیت صرف اسی میں ہے کہ ہم سلف صالحین کے فہم کو اپنی بنیاد سمجھیں...... کیونکہ ہمارے سلف صالحین علم وعمل اور فہم وبصیرت کی کمال کو پہنچے ہوئے تھے اور وہ نہایت خداخوف لوگ تھے۔ غالباً سیّدنا عبداللہ کے بارے میں سنن ابی داؤد میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ جب اہل باطل نے ان کو یہ بات کہی کہ ہم اپنا موقف قرآن وحدیث سے پیش کریں گے تو وہ فرمانے لگے: میں ایسے ظالموں سے بات کرنا بھی پسند نہیں کرتا...... جس قرآن وحدیث سے وہ اپنا غلط موقف ثابت کریں گے کیا قرآن وحدیث کی وہ نصوص اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نگاہ میں نہیں تھیں......؟

یاد رہے......! مرزا غلام احمد قادیانی بھی یہی دعویٰ کرتا تھا کہ میں قرآن وحدیث کو مانتا ہوں اور وہ ظالم اس لیے بھی گمراہ ہوگیا کہ اس نے سلف صالحین کے فہم کو ذرّہ بھر اہمیت نہ دی...... بلکہ قرآن وحدیث کو اپنے ہاتھ کا کھلونا بنا کر اپنی خواہش کے مطابق تاویلات اور تحریفات کرتا رہا۔ اور اس ظالم کا یہ انجام صرف اور صرف فہم سلف صالحین چھوڑنے کی وجہ سے ہوا۔ عاملہ اللہ بما هو اهله

ہمارے برصغیر پاک وہند میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں غلو کرتے ہوئے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بھی بہت سے ایسے عقائد گھڑ لیے گئے ہیں کہ جن کی سلف صالحین کی کتابوں سے کسی قسم کی کوئی دلیل اور شہادت نہیں ملتی اور یہی بات ان باطل عقائد کے مردود ہونے کے لیے کافی ہے۔

اور اس سلسلے میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی واضح روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا میری امت کی ہلاکت قرآن مجید کی وجہ سے بھی ہوگی۔

يَتَعَلَّمُوْنَ الْقُرْآنَ فَيَتَأَوَّلُوْنَهُ عَلٰى غَيْرِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّوَجَل [1]

''وہ قرآن سیکھیں گے لیکن اس کا مطلب وہ لیں گے جو اللہ عزوجل نے نہیں اتارا۔''

اور آج یہی ہلاکت ہم اپنے ہر طرف دیکھ رہے ہیں اور کوشش کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مذہبی رہنماؤں کو اس جسارت اور ہلاکت سے محفوظ رکھے۔'' آمین

ہمارا جرم کیا ہے......؟

اللہ تعالیٰ کے خاص فضل وکرم سے ہم یہی کہتے ہیں کہ دین مکمل ہے اس میں اضافہ نہ کرو۔ ہدایت کے سب ضابطے اور احکامِ شریعت بیان ہو چکے ہیں انھی کو اپنے لیے کافی سمجھو......خدارا......! توحید کی حقیقت کو سمجھو اور شرک کے چور دروازے نہ کھولو، اگر حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبّت کے دعویدار ہو تو پھر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنّت کی غیرت پیدا کرو اور تمھارے اسلاف کائنات کے پاکیزہ لوگ تھے ان کے منہج پر چلنے کی کوشش کرو۔ تعصب اور تقلید و جمود کی راہ چھوڑ دو۔ کیا ہمارا صرف یہی جرم ہے......؟ اللہ کے لیے اپنی قبر اور آخرت سامنے رکھ کر سوچیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس کی زمین پر ہم ہی وہ لوگ ہیں جو اسلام کی اصل صورت بغیر کسی کمی بیشی اور اضافہ وترمیم کے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

---

[1] مسند احمد: 4/155

ہماری دعوت یہی ہے کہ باطل تاویل اور تحریف کے دروازے نہ کھولو جس کی بات قرآن وحدیث کے موافق نہ پاؤ اس کو چھوڑ دو اور ہر لمحہ اللہ اور اس کے رسول کی بات کو مقدم رکھو۔

فکرِ اہلِ حدیث کی ترویج

خطیب اور مبلغ ہونے کی حیثیت سے اس پوائنٹ پر ہم سب کو بہت زیادہ سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے تاکہ اللہ کے بندے گمراہی سے بچ کر ہدایت کی راہ پر گامزن ہوں اور شرک و بدعت اور تقلید و جمود کی اندھیر نگریوں سے نکل کر توحید و سنت کی روشن اور پرنور فضاؤں میں سانس لیں اور بالآخر اللہ کی جنت کے وارث و مالک بن جائیں۔ ذمہ دار احباب کے تجزیہ کے مطابق منجملہ اسباب میں سے تین بڑے اسباب سامنے آئے ہیں کہ جو مسلکِ حقہ کے عروج اور فروغ میں رکاوٹ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

1 سیاسی پشت پناہی

اہلِ باطل کو سرکاری مراعات اور تحفظات حاصل ہیں۔ بدعات کے عملی فروغ میں اعلیٰ سطح پر ان کے ساتھ بھرپور تعاون کیا جاتا ہے۔ ان کو محافل منعقد کروانے کے لیے کھلے عام اجازت دی جاتی ہے۔

جبکہ اہلِ حق، اہلِ حدیث کو دو مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔

①...... اکثر عوامی مقامات پر تقریبات کی اجازت نہیں ملتی، بلکہ احاطہ مسجد میں بھی کانفرنس کروانے پر حد درجہ پریشان کیا جاتا ہے۔

②...... ہمارے ذی وقار علمائے کرام اور خطباء عظام پر بلاوجہ پابندی لگا دی جاتی ہے کہ فلاں عالم فلاں شہر میں داخل نہیں ہو سکتا۔

بعض اہل بدعت کو ہمیشہ اہل سیاست کی پشت پناہی حاصل رہی ہے اور یہ لوگ تقریباً ہر دور میں ابن الوقت کا کردار ادا کرتے رہے ہیں۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ بعض لوگوں نے امام الحدیث ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی ہے......؟ امام صاحب نے فرمایا: صرف انس رضی اللہ عنہ سے۔ وہ جواب میں کہنے لگے: ہمارے علماء تو زیادہ تعداد بتلاتے ہیں۔ امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے:

مَنْ يَّقْدِرْ يُنَازِعُكُمْ وَاَنْتُمْ اَصْحَابُ السَّيْفِ وَالرُّمْحِ وَالْخُوْذَةِ ؟ وَالَّذِيْ اَعْرِفُهُ مَا قُلْتُهُ لَكَ [1]

''تمہارے ساتھ جھگڑے کی کون طاقت رکھتا ہے......؟ تم تو تلوار، نیزے اور لوہے کی خود والے ہو جو میں جانتا تھا تجھے کہہ دیا ہے۔''

[اور یاد رہے......! صحیح بات یہی ہے کہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی ملاقات ثابت نہیں]

اسی طرح ماضی قریب میں آپ افغانستان میں طالبان کا کردار دیکھ لیں کہ انہوں نے اہل حدیث کے ساتھ کس قدر بدتر سلوک کیا ہے، تقلید شخصی، تعصب کے انکار اور حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے اہل حدیثوں کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرتے رہے اور بالآخر اس ظلم وستم کا کوئی خاطر خواہ اچھا نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔

لیکن یاد رکھو......! یہ سب تشدد اور رکاوٹیں عارضی ہیں، اگر اہل باطل کو ظاہری قوت اور حکومت کی پشت پناہی حاصل ہے تو رب کبریا کی قسم! اللہ کی خاص مدد ہر حال میں اہل حق کے ساتھ ہے۔ عرش کا مولا و داتا ضرور بالضرور ان سب

[1] الجواہر والدرر: 3/ 986

رکاوٹوں کے باوجود حق کو غالب فرمائے گا۔

2 اہلِ باطل کی سازشیں اور تہمتیں

حق کو ہمیشہ سازشوں کے ذریعے دبانے کی کوشش کی گئی ہے۔ سادہ لوگوں کو حق کے خلاف اس قدر بھڑکا دیا جاتا ہے کہ وہ حق کو باطل سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور آج بھی اہل باطل کا یہی محبوب مشغلہ ہے۔ جب دلائل کے سامنے خاموشی ہوتی ہے تو اپنی عوام کو یہ کہہ کر مطمئن کیا جاتا ہے کہ

☆...... وہابی تے ہُندے ای گستاخ نے

☆...... اے تے غیر مقلد نیں، اماماں دا احترام نئیں کردے۔

جس طرح عالمی سطح پر اسلام کی حقانیت کے مقابلہ میں جب یہود ونصاریٰ کو کوئی جواب نہیں آتا فوراً کہہ دیتے ہیں کہ "اسلام دہشت گردی کا دین ہے۔"

بعینہٖ اہلِ حق کے مقابلہ میں دیگر فرقے یہی حربہ استعمال کرتے ہیں، جبکہ ایسا کرنے سے حق جھک سکتا ہے نہ ہی رک سکتا ہے۔

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ.

3 بعض خطباء کا غیر سنجیدہ انداز

ہمارے بعض خطبائے کرام اپنی مسحور کن آواز اور دلائل کی بھرمار کے باوجود 100 فیصد نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں اور اس کی وجہ ان کا لب و لہجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ الفاظ اور لب ولہجے میں سختی ہو، اندازِ بیان میں درشتی ہو، نرمی و لطافت کی جگہ تیزی وترشی ہو تو زیادہ بہتر نتائج مرتب نہیں ہوتے، بلکہ لڑائیاں ہوتی ہیں، پرچے ہوتے ہیں۔ جبکہ اہل باطل کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ معاملہ کسی

طرح الجھ جائے اور بات لڑائی جھگڑے پر ختم ہو۔

ذی وقار خطبائے کرام......!

آپ بحیثیت داعی اپنے الفاظ انداز اور لب ولہجہ میں مزید نرمی پیدا کریں۔ اپنی گفتگو میں تواضع اور تقویٰ کو غالب رکھیں۔ اللہ کے فضل سے حکومتی ذمہ داران اور اہل باطل کی تمام غلط فہمیاں بہت جلد دور ہو جائیں گی اور اللہ کا سچا دین جو کہ کتاب وسنت کی صورت میں اہل سنّت، اہل حدیث کے پاس محفوظ ہے وہ بہت جلد پورے ملک پر غالب آئے گا۔ ان شاء اللہ۔

خطیب کا اصل کام

اللہ کے دین کا داعی لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے، انبیاء ورسل علیہم السلام بھی اللہ ہی کی طرف بلانے کے لیے مبعوث کیے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا بہت بڑی عظمت کی بات ہے، ذمہ دار خطیب کی دعوت حد درجہ جامع ہوتی ہے وہ صرف کسی ایک مسئلہ کو لے کر میدانِ خطابت میں نہیں اترتا، بلکہ اسلام کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھتا ہے۔ اسلام کے دیگر احکام ومسائل کے ساتھ ساتھ خطابت میں پانچ چیزوں کو بنیاد بنانا چاہیے:

1. توحید باری تعالیٰ کے تمام اہم پہلو......
2. سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے تقاضے......
3. اخلاقیات کی اہمیت وفضیلت......
4. اسلامی حکومت کا قیام......
5. فکرِ آخرت کے تمام مراحل......

1 ...... توحیدِ باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتے ہوئے توحید کی تمام اقسام اور اس کے تمام تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے، مثلاً:

☆ ...... وہ ذات کے اعتبار سے ''احد'' ہے، ''صمد'' ہے، وہی ''اول و آخر'' ہے۔

☆ ...... ہر چیز کا خالق، مالک اور قابض صرف اور صرف وہی ہے۔

☆ ...... اس کی صفات اور اس کے اختیارات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔

☆ ...... ہر قسم کی قولی، فعلی، بدنی اور قلبی عبادت صرف اور صرف اسی کے لائق ہے۔ وہی داتا گنج بخش، غریب نواز اور حقیقی مشکل کشا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اس کی تمام کمال وصفات میں ایک مان کر پھر سب سے زیادہ توجہ توحیدِ محبت پر دینی چاہیے کہ ہم عملی طور پر سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کریں، جو چیز بھی اس کی محبت میں رکاوٹ بنے اس کو چھوڑ دیں، یہی ابراہیمی توحید ہے۔ اللہ تعالیٰ کو تمام صفات وکمال میں ایک مان کر اس سے دوستی لگانا، پیار بڑھانا اور ساری زندگی نبھانا مکمل توحید ہے اور یہی مسلمان سے مطلوب ہے۔ جو شخص بظاہر اللہ کو ایک مانتا ہے اور اس کی عبادت بھی کرتا ہے لیکن اللہ کے علاوہ کسی غیر سے زیادہ محبت کرتا ہے، وہ محبت زبان سے ہو یا اس کا اظہار عملی طور پر ہو، ایسا شخص مشرک ہے اور اسی شرک میں مسلمانوں کی اکثریت مبتلا ہے۔ حرص وہوس اور خواہشات وشہوات سے اخیر درجہ کی محبت کرنا شرک ہے، یقیناً جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس مسئلہ کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے: اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ [1] خطبائے کرام اس اہم اور حساس موضوع پر خوب محنت کریں اور عوام کی اصلاح فرمائیں۔

[1] الفرقان:43

توحید کے موضوع پر تیاری کرنے کے لیے انمول کتاب اورعرب کے نامور مصلح شیخ الاسلام امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کی منفرد کاوش ''کتاب التوحید''

امام بدیع الدین راشدی رحمۃ اللہ علیہ کی ''توحید خالص''

مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی ''حقیقتِ توحید وشرک''

مولانا محمد اقبال کیلانی کی ''توحید کا بیان'' مولانا صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کی ''توحید اور ہم'' خلیل الرحمان چشتی صاحب کی ''توحید وشرک'' اوراسی طرح توحید کے موضوع پر حامد کمال الدین کی بعض کتب بعض مقامات سے نہایت مفید ہیں

اوراگر آپ صحیح معنوں میں عقیدہ توحید کی گہرائی میں اترنا چاہتے ہیں اوراس کی حلاوت محسوس کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے عرب مشائخ کی کتب سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں ہے۔

2 ......سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیرت اور محبّت

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرشدِ اعظم ، رہبرِ اعظم ، امام اعظم اور ہادیٔ اعظم ہیں۔ رب العالمین کو کیسے پوجنا ہے......؟ یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنا ہے اور یہی دین اسلام ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر سنت باعث رحمت وبرکت ہے۔ کسی بھی نیک عمل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ کو چھوڑنا یا اس کی مخالفت کرنا بہت بڑی گمراہی ہے۔ آج مسلمانوں کی اکثریت باوجود دعویٰ عشق ومحبت کے اس گمراہی میں مبتلا ہے۔ عبادات کے ساتھ ساتھ روزمرہ کے معمولات میں بھی سنتِ نبوی کا پورا پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ توحید کے بعد یہی مسئلہ سب سے اہم اور باعثِ برکت ہے۔ ہمارے خطبائے کرام عبادات کے علاوہ زندگی کے دیگر شعبہ جات میں بھی سنت کی اہمیت وفرضیت کو بیان فرمائیں۔

بعض احباب صرف عبادات میں سنت نبوی کو بہت اہمیت دیتے ہیں، جیسے مسواک کرنا، سر پر عمامہ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔مگر معاملات اور اخلاقیات میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں کا لحاظ نہیں رکھتے، اگر منہ کی ظاہری پاکیزگی کے لیے مسواک کرنا سنت ہے تو منہ کی معنوی طہارت کے لیے زندگی بھر گالی نہ دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم سنت ہے۔عوام تو عوام کچھ خطبائے کرام بھی زبان کے استعمال میں ذرہ بھر احتیاط نہیں کرتے۔

ہمیں اچھی طرح یاد ہے کہ ایک دفعہ مسجد میں نماز پڑھنے اور درس سننے کے بعد چند خطبائے کرام تشریف فرما تھے، بیہودگی اور فحش مزاح کا ایسا دور چلا کہ بات حیاء کی تمام حدوں کو پھلانگ گئی، مجلس میں ایک صاحب نے اعتراض کرتے ہوئے احباب مجلس کی حوصلہ شکنی کی تو خطباء کی اکثریت اس اللہ والے کو طعن و تشنیع کرنا شروع ہوگئی (اَسی ویکھے نے وڈے صوفی!)

میرے ذی وقار خطبائے کرام......! ہمارے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ ہم لوگوں کو مسجد میں بیٹھنے کے آداب بتائیں اور مسجد میں بیٹھنے کے حوالے سے سنتِ نبوی کیا ہے اس کا عملی درس دیں، وگرنہ گھنٹوں پر محیط وعظ بخشش کی بجائے عذاب کا باعث ہوں گے۔سنت کی اہمیت، سنت کی حجیت، سنت کی برکات، غرضیکہ زندگی کے ہر شعبے میں سنت کی اہمیت وضرورت کو اجاگر کرنا خطبائے کرام کی اصل ذمہ داری ہے۔

سیرتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظمتِ حدیث، حجیتِ حدیث اور سنّت کی غیرت اور محبّت کے موضوع پر بیان کرنے کے لیے اس موضوع پر لکھی جانے والی ہر کتاب مفید ہے۔مزید آپ

''مقالاتِ حدیث'' امام محمد اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

''صحیح سیرت رسول ﷺ'' اعداد عبدالمنان راسخ (مکتبہ قدوسیہ)

''اتباع سنّت کا بیان'' محمد اقبال کیلانی صاحب

''دین وحیٔ الٰہی ہے'' محمد طیب محمدی صاحب

اور اسی طرح سیرت کے موضوع پر دارالسلام کی مطبوعات

کا مطالعہ ضرور کرتے رہا کریں۔

3 ...... اخلاقیات کی اہمیت وفضیلت

اسلام میں عقیدہ کے بعد اخلاق کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کے ایک اہم مقصد کو بیان کرتے ہوئے یہی ارشاد فرمایا تھا کہ میں تو آداب اور اخلاقیات کی اقدار کی تکمیل کے لیے دنیا میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

صحیح العقیدہ مسلمان اگر بدخلق ہے تو جہنمی ہے اور شیطان ہمیشہ سے لاکھوں افراد کو بدخلقی کے جال میں شکار کرتا ہے اور جہنم کی گہرائیوں میں لے جاتا ہے۔ چغل خوری، ناجائز تعلقات، تہمت بازی، حسد، قطع تعلقی اور فخر وغرور جیسے مہلک امراض میں یہ معاشرہ اس قدر آگے نکل چکا ہے کہ واپسی کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔

سچ تو یہ ہے کہ جن پاکیزہ ہستیوں نے معاشرے کو ان غلاظتوں سے پاک کرنا تھا، ان کے دامن بھی بدخلقی کے چھینٹوں سے پاک نظر نہیں آتے۔ اس وقت ہمارے پاس ایسے کتنے ہی واقعات ہیں کہ جنہیں دیکھ کر معاملہ مایوسی تک چلا جاتا ہے کہ وہ کون سی مخلوق آئے گی جو اس معاشرے کو سدھارے گی۔ خطباء کی اکثریت تو خود بدخلقی کے جال میں پھنسی ہوئی ہے۔

چند دن قبل ہمیں ہمارے ایک مخلص ساتھی نے بتایا کہ ایک مشہور ومعروف مبلغہ نے اپنے سگے بھائی پر ناجائز مقدمہ کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بہر صورت ہمارا مقصد صرف اور صرف اصلاح ہے۔ خطبائے کرام کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنے بیانات میں اور بالخصوص عملی زندگی میں اخلاقیات کو بہت اہمیت دیں، اپنا اخلاق مثالی بنائیں اور معاشرے کو باکردار بنانے کے لیے کمر توڑ محنت کریں۔

اخلاقیات کے موضوع پر گفتگو کرنے کے لیے کتبِ احادیث میں سے کتاب الادب اور کتاب البر والصلہ کا خاص طور پر مطالعہ کریں اور امام بخاری رحمہ اللہ کی ''الادب المفرد'' امام نووی کی ''ریاض الصالحین'' اور ''نضرۃ النعیم'' جیسی اہم کتب کو زیرِ مطالعہ رکھنا نہایت مفید ہے اور اسی طرح دارالسلام اور دارالاندلس نے حقوق سیریز کے نام سے جو رسائل شائع کیے ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہیں۔

4 ...... اسلامی حکومت کا قیام

اسلامی حکومت کے قیام سے ہماری مراد اصلاحِ معاشرہ اور خلافتِ اسلامیہ ہے کہ اللہ کی زمین پر اللہ ہی کا قانون نافذ ہونا چاہیے، عدالتوں میں انگریزوں اور گوروں کے قوانین کی جگہ کتاب وسنت کی تعزیرات اور حدود نافذ کرنی چاہئیں اور عوام کو حد درجہ یہ تاثر دینا چاہیے کہ مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہوتا ہے اور مسلمانوں کا نظام، نظامِ خلافت ہے۔

اسلام ملوکیت اور جمہوریت کی بجائے خلافت کا نظام پیش کرتا ہے، اسلامی خلافت کے قیام کے لیے لوگوں کی کیا ذمہ داری ہونی چاہیے، اس حوالے سے زیادہ سے زیادہ لیکچرز اور بیانات ہونے چاہئیں۔ خلافت کی جب بات ہوتی ہے تو کئی نوجوان مسلم افواج اور حکمرانوں کے خلاف مسلح بغاوت پر اتر آتے ہیں، جبکہ یہ سراسر ضلالت وگمراہی ہے۔ اس وقت بعض نام نہاد جہادی تنظیموں نے دین کا اور اہل دین

کا بہت نقصان کیا ہے...... خدارا...... احیائے دین کا کام شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے کریں...... انتشار اور فساد کا نام انقلاب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگیوں میں اپنے دین کو غلبہ عطا فرمائے۔ آمین۔

اگر کوئی باذوق خطیب اپنے اندر سیاسی شعور پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے بعض سنجیدہ اور مصلح قسم کے دانشوروں کے اخباری کالم بھی بہت نفع مند ہیں، مثلاً انصار عباسی ،اوریا مقبول جان ، حافظ ابتسام الٰہی ظہیر ، مجیب الرحمٰن شامی اور اسی طرح مندرجہ ذیل کتب سے بھی آپ کئی ایک سیاسی نکات پر سیر حاصل مواد دیکھ سکتے ہیں۔

''مسئلہ خلافت'' ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

''اسلامی ریاست'' ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ علیہ

''جدید اسلامی ریاست'' امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ

''ایامِ خلافتِ راشدہ'' مولانا عبدالرؤف رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

''نگارشات اور مجموعہ رسائل'' مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ

''اسلام اور سیاسی نظریات'' جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب

''آئین پاکستان اور پاکستان تاریخ وسیاست'' ڈاکٹر صفدر محمود

5 ...... عقیدہ آخرت

اللہ کی ملاقات کی تیاری کے لیے اللہ کے بندوں کو تیار کرنا فکرِ آخرت ہے۔ اپنے ہر بیان میں اس موضوع کی طرف اشارہ کرنا بہتر نتائج سے خالی نہیں! یہی ایسا موضوع ہے جسے سن کر مسلمان گناہوں کی دلدل سے باہر نکلتا ہے اور توبہ واستغفار کے آنسوؤں کے ذریعے اپنے اللہ کے قریب ہوتا ہے۔ موجودہ حالات میں رِقت آمیز بیانات کی اشد ضرورت ہے، لوگ چٹکلے ، لطیفے اور سٹیج ڈرامے دیکھ دیکھ کر

بہت سخت دل ہو چکے ہیں۔فکر آخرت کے موضوع پر عمدہ تیاری کرنے کے لیے قرآن مجید کی مکی سورتیں اور کتب احادیث میں سے باب علامات قیامت اور اسی طرح

''علاماتِ قیامت کا بیان'' ،قبر کا بیان، جنّت کا بیان

''جہنم کا بیان'' محمد اقبال کیلانی

''جب راز کھلیں گے'' محترم عبدالقہار محسن صاحب

''قیامت کا منظر'' محترمہ امّ عمران ناشر مکتبہ قدوسیہ

''جنّت کے نظارے اور جہنم کے انگارے'' ناشر مکتبہ اسلامیہ

نہایت ہی مختصر اور مدلل کتابیں ہیں۔ان شاء اللہ بہت فوائد حاصل ہوں گے۔

بعض خطبائے کرام کی ناقص سوچ

جیسا کہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ''اہل اسلام'' کا دوسرا نام ''اہل حدیث'' ہی ہے۔فکرِ اہل حدیث چند متنازع فیہ مسائل پر ہی گفتگو کرنے کا نام نہیں ہے۔بعض خطبائے کرام نور و بشر، آمین، فاتحہ خلف الامام اور رفع الیدین جیسے مسائل پر ہی گفتگو کرنا اپنے مسلک کی خدمت سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہمیں اس دن بہت حیرت ہوئی کہ ایک خطیب صاحب کے سامنے مشہور و معروف مبلغ اسلام کا ذکر خیر کیا گیا تو وہ جواب میں فرمانے لگے:''ہاں ان کی آواز تو بہت پُر تاثیر ہے،لیکن ان پر حرام ہے کہ انہوں نے کبھی مسلک پر تقریر کی ہو۔''ہمیں ان کی بات سن کر بہت حیرت ہوئی کہ کیا اخلاق رسول، فکر آخرت، غلبہ اسلام، دعوت دین اور اصلاح معاشرہ پر گفتگو کرنا مسلکِ اہل حدیث نہیں ہے......؟ کیا یہ اہم بنیادی مضامین دعوتِ اہل حدیث، منہج اہل حدیث اور فکرِ اہل حدیث سے باہر ہیں......؟

ذی وقار خطیب صاحب......! فکرِ اہل حدیث ہمہ وقت مخصوص فروعی اختلافی مسائل پر خطاب کرنے کا نام نہیں......اگر قبر پرستی شرک ہے تو......

☆......دنیا پرستی

☆......خواہش پرستی

☆......انا پرستی

☆......حرص وہوا پرستی

کہاں کی توحید ہے......؟ کیا جو شخص اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کا پجاری بن چکا ہے، وہ غیر موحد اور مشرک نہیں ہے......؟

کیا توحیدِ باری تعالیٰ کا صرف یہی تقاضا ہے کہ قبر پرستی کا رد کیا جائے اور شرک کے دیگر چور دروازوں کو ہمیشہ کے لیے کھلا رکھا جائے......؟

خطیبِ اسلام ہونے کی حیثیت سے بت پرستی اور قبر پرستی کے رد کے ساتھ ساتھ عاجزی وانکساری، اتباع، اطاعت، مذمتِ دنیا اور فکرِ آخرت پر کثرت کے ساتھ مدلل خطابات کرنا ہم پر فرض ہے۔

اگر رفع الیدین سنت ہے تو کیا......

☆......زیادہ خاموش رہنا

☆......گالی کا جواب دعا سے دینا

☆......ظلم کے باوجود غصے کو پی جانا

☆......بڑوں کا احترام کرنا

☆......وعدوں کی پاسداری کرنا

مسنون اعمال نہیں ہیں......؟ کیا ان موضوعات پر زور دینے والا اہل

حدیث کی فکر کا ترجمان نہیں ہے......؟

بلاشبہ یہ مسائل وفضائل توحید وسنت میں شامل ہیں لیکن جن خطباء کو نعرہ بازی اور مجمع سازی کا نشہ ہوتا ہے، وہ صرف اختلافی مسائل کو ہوا دیتے ہیں اور اخلاقیات کی تمام حدوں کو پھلانگتے ہوئے امن وامان کی صورتِ حال کو فتنہ وفساد میں تبدیل کر کے اپنی راہ لیتے ہیں بعد میں مقامی جماعت ان کی [تبلیغ] کے نتائج بھگتتی ہے۔ہمیں یاد آیا ایک ذمہ دار ساتھی نے بتایا کہ میں نے ایک معروف خطیب صاحب سے وعدہ لیا بعد میں قریب جا کر عرض کیا: مولانا! صبر کے موضوع پر تقریر کرنا۔حضرت صاحب فرمانے لگے: مجھ سے تقریر کروانی ہے تو مسلک پر کروائیں، ورنہ میں حاضر نہیں ہوسکتا......! انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم یہاں پر یہ شعور دینا چاہتے ہیں کہ اظہارِ حق کے ساتھ ساتھ عمل بالحق کا خطاب فرمانا حد درجہ ضروری ہے جو آپ کے رفقاء ،خطبائے کرام عمل بالحق کا وعظ کرتے ہیں ان کو معمولی یا حقیر نہ سمجھیں اور خود کسی گھمنڈ کا شکار نہ ہوں، دونوں چیزوں کی اپنی اپنی جگہ اشد ضرورت ہے۔

ایک تلخ حقیقت

یہ بات سب کے مشاہدہ میں آئی ہے کہ صرف اختلافی مسائل پر زیادہ زور دینے والے،نعرہ بازی اور مجمع سازی کرنے والے خطیب حضرات میں سے کچھ افراد بدعہد، بدخلق یا کم از کم متکبر ضرور ہوتے ہیں۔جاہل عوام کے نعرے ان کو خوش فہمی میں مبتلا کر دیتے ہیں، ان کی طبیعت میں عجیب سا عُجب پیدا ہو جاتا ہے اور ان کو گھمنڈ کسی کام کا نہیں چھوڑتا۔

ایک دفعہ ایک خطیب صاحب سے بعض احباب نے خطاب کے لیے وعدہ

دینے کے لیے درخواست کی تو پہلے تو وہ غیر سنجیدہ باتیں اور نخرے کرتے رہے اور پھر خطیب صاحب فرمانے لگے: مجھ سے ٹائم لینا اتنا آسان نہیں......! اناللہ وانا الیہ راجعون

جبکہ ایک وقت تھا یہی حضرت صاحب اپنے پروگراموں کے لیے دوست واحباب کی خدمت میں درخواست کیا کرتے تھے لیکن اب اپنی اوقات کو بھول چکے ہیں اور ان کی زیادہ دعوتی ترجیحات بھی مالی مفادات کے اردگرد ہی گھومتی ہیں...... وہ کسی عام مخلص جماعتی کارکن کی ایک کال سننے کے بھی روادار نہیں۔

ذی وقار خطبائے عظام اور نوخیز علمائے کرام!

ہمیشہ اپنی اوقات اور اپنے ماضی کو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھا کریں۔ آپ کی چال ڈھال اور ایک ایک بول سے عاجزی کی جھلک نظر آئے اور یہ تو آپ کے علم میں ہے کہ عزت اور مقام مل جانے کے بعد اپنے محسنوں کو بھول جانا کمینے لوگوں کی نشانی ہے۔ اور اسی طرح ایک خطیب صاحب فرمانے لگے: بتاؤ میرے علاوہ مسلک کون بیان کر رہا ہے......؟ میں ہی ہوں جو ہر وقت مسلک کے لیے لگا رہتا ہوں۔ مقام غور ہے ! کیا دیگر خطباء، علماء اور مشائخ حضرات مسلک کا کوئی کام نہیں کر رہے......؟ یقیناً کر رہے ہیں۔ اللہ پاک جس سے چاہتا ہے، جس انداز میں چاہتا ہے اپنے دین اور مسلک کا کام لیتا ہے، سوچ میں وسعت اور طبیعت میں اعلیٰ ظرفی پیدا فرمائیے۔ اپنے ہم مشن خطباء کی تنقیص، تحقیر اور تذلیل کرنا چھوڑ دیں، وگرنہ دنیا میں نہیں تو اللہ کے ہاں آپ کی ناکامی کے لیے یہی جرم کافی ثابت ہوگا۔

موجودہ کانفرنسوں کا اصلاحی جائزہ

ہمارے ہاں پورا سال کانفرنسوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور اس بات

میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ حق کی ترویج کے لیے ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اپنے اپنے علاقے میں میرج ہالوں اور بازاروں میں بھی کانفرنسیں منعقد کی جائیں لیکن اس وقت کانفرنسوں میں بہت سی چیزیں قابل اصلاح ہیں۔ جن میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کانفرنس نہایت مختصر ہونی چاہیے۔ کوشش کریں کہ رات بارہ بجے سے پہلے پہلے ہر سننے والا اپنے بستر پر جا پہنچے تا کہ وہ با آسانی جہاں فجر کی نماز [1] پڑھ سکے وہاں وہ اپنے اگلے دن کے معاملات بھی اپنے معمول کے مطابق انجام دے سکے اور اس کے لیے کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ مدعو خطبائے کرام کی تعداد کو کم کیا جائے۔ کسی بھی کانفرنس میں دو خطبائے کرام یا زیادہ سے زیادہ تین خطبا ہونے چاہئیں۔ کیونکہ اصل مقصد لوگوں کو دین سمجھانا ہے نا کہ طرح طرح کی طرزیں سنانا ہے۔

کوشش یہ کریں کہ نمازِ مغرب کے بعد پروگرام شروع ہو اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر مسلسل خطابات ہوں اور آخر میں سوال و جواب کی نشست لازمی ہو، اس سے دعوتی میدان سے ملنے والے بہت سے فوائد کو سمیٹا جا سکتا ہے۔ اور ہماری رائے یہ ہے کہ وہی واقعات، وہی اشعار اور وہی طرزیں سننے کی بجائے اپنی کانفرنسوں کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا جائے یا کم از کم ہر خطیب کو ایک ایک موضوع دے دیا جائے۔

علمی کانفرنس

اس میں خطبائے کرام کوشش یہ کریں کہ اپنے سامعین کو زیادہ سے زیادہ دین کی معلومات دیں ...... قرآنی معلومات، سیرت کی معلومات اور احادیث اور

---

[1] بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ جلسہ کے منتظمین بالخصوص نوجوان انتظامی معاملات کو نماز پر اہمیت دیتے ہوئے جماعت کو ضائع کر دیتے ہیں۔ مغرب جماعت سے پڑھی نہ عشا اور نہ ہی فجر ...... بتائیں ایسی کانفرنس کا کیا فائدہ......؟ واللہ یہ خسارے کا سودا ہے...... نماز با جماعت کو بہت اہمیت دیں یہ فرض ہے۔

تاریخ کی معلومات بیان کرنے کی کوشش کریں۔ہم نے دیکھا ہے کہ ہمارے سامعین برسوں سے کانفرنسز سنتے آرہے ہیں لیکن ان کی معلومات میں خاطرخواہ اضافہ نہیں ہوتا۔آج کے دن تک اسٹیج پرغیر ثابت باتوں کو بڑی ڈھٹائی اوررنگینی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔آپ حیران ہوں گے کہ لاعلمی اس حدتک ہے کہ ایک دفعہ بہت اچھے خطیب صاحب سے پوچھا گیا کہ حاجی لوگ عیدالاضحیٰ کہاں پڑھتے ہیں......؟ تو وہ سوچ کر فرمانے لگے: منیٰ کے میدان میں۔اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ ہمارے طبقہ خطبا کی دینی معلومات کس حدتک ہیں۔

فقہی کانفرنس

ایسی مجلس میں احکامات پر سیر حاصل گفتگو ہونی چاہیئے۔نماز وزکوٰۃ کے مسائل ...... نکاح،شادی اور طلاق کے مسائل...... لین دین اور خرید وفروخت کے مسائل پوری تفصیل سے بیان ہونے چاہئیں اور یہ اہم مسائل طرز اور ترنّم میں...... پنجابی زبان میں بھی بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیے جاسکتے ہیں اوراس وقت یہ حالات کی بہت بڑی ضرورت ہے کہ اگرہم نے اپنے اجتماعات کا مزاج نہ بدلا تو اپنی نسل اوراپنی جماعت کو جہالت کے دھانے تک پہنچانے والے مجرم ہم ہی نکلیں گے۔

تربیتی کانفرنس

ایسی کانفرنس میں بالخصوص روح کی طہارت، تعلق باللہ اور تعلق بالرسول کے متعلق شاندار گفتگو ہونی چاہیے...... ہمارا اصل موضوع روحانیات ہے کہ ہم لوگوں کے سامنے ایسے موضوعات بیان کریں کہ جس کے نتیجے سے ان کے دل اللہ کی محبّت سے بھر جائیں...... ذکرواذکار لوگوں کا معمول بن جائے اوران کے دل محبتِ رسول

سے سرشار ہو جائیں...... نہایت افسوس کی بات ہے کہ اکثر مذہبی لوگ قرآن کی تلاوت، تنہائی کے نوافل، درودِ پاک کی کثرت اور ذکر وفکر کی معرفت سے بہت زیادہ محروم ہیں اور اس کی بنیادی وجہ ہی یہی ہے...... کہ کانفرنسیں تو بہت زیادہ ہیں لیکن اکثر بے ترتیب اور بے ڈھنگی ہیں اور روحانیت کا بہت فقدان ہوتا ہے۔

دعوتی پروگراموں کے لیے اہم مقامات

ویسے تو ہم نے اجمالی طور پر اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ زیادہ فوائد حاصل کرنے کے لیے دعوتی پروگرام مسجد سے باہر بھی منعقد کروانا چاہیے اور مسجد سے باہر درج ذیل چند ایک مقامات حد درجہ مفید ہیں۔

① ...... یونیورسٹیز کے ہال میں

② ...... کالجز کے ہال میں

③ ...... سکولز کے ہال میں

ان تینوں تعلیمی اداروں میں ہمارا دعوتی نیٹ ورک بہت زیادہ کمزور ہے۔ موقعے کی تلاش میں رہنا چاہیے اور اپنے اثر ورسوخ کو پورا استعمال کرتے ہوئے جب اور جیسے ممکن ہو آپ فوراً کسی اچھے اور پختہ عالم دین کو بلا کر وہاں دعوت کا موقع فراہم کریں اور کئی ایک نوجوانوں کی ہدایت کا سامان کر دیں۔

④ ...... میرج ہال

⑤ ...... گراؤنڈ یا پارک

⑥ ...... بازار یا کشادہ گلی

ان مقامات پر دعوتی محافل اور مجالس منعقد کرنے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ صرف دنیاداری تک محدود بے دین لوگ بھی ایسی جگہ آسانی سے آجاتے

ہیں اور ان تک دعوتِ توحید و سنّت پہنچ جاتی ہے اور کوشش یہ کیا کریں کہ ایسی مجالس میں ایسے خطبا کو دعوت دیں جو فضائل بیان کریں اور زیادہ سے زیادہ اصلاحی اور عام فہم گفتگو کریں۔ ایسی مجالس میں ایسے خطبا کو قطعی طور پر دعوت نہ دی جائے کہ جن کا کام فتویٰ بازی ہے اور وہ شعلہ بیانی اور ناشائستہ گفتگو کو اپنی خطابت کا حسن سمجھتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کا دردِ دل

ہمارے ہاں نظم اور حوصلہ مفقود ہے اور ہمارے نزدیک اس مسئلے کی اصل مشکل مخلص کارکنوں کا فقدان اور علمائے اہل حدیث کی بے توجہی ہے۔ امسال مجھے بہت سے پبلک جلسوں میں شرکت کا موقع ملا، جس میں اہل جلسہ نے روپیہ تو پانی کی طرح بہایا مگر نتیجہ چنداں تسلی بخش نہ تھا، کیونکہ مقاصد متعین نہیں اور ضبط و اہتمام کی کمی ہے۔ جلسہ منعقد کرنے سے پہلے یہ سوچنا ضروری ہے کہ جلسہ کس ضرورت کے لیے بلایا جا رہا ہے......؟ صرف جلسہ کی خاطر جلسہ یہ کوئی مقصد نہیں، پھر اس پر مستزاد یہ کہ بعض واعظین کی ساری کوشش اس بات پر مرکوز رہتی ہے کہ ان کا نام اشتہار میں نمایاں طور پر چھپے۔ ایک دو جچی تلی تقریریں ان علما کو یاد ہوتی ہیں، عنوان چاہے کچھ ہو وہ انھیں ہی دہرا دیتے ہیں۔ عوام کا ذہن اس طرح بن گیا ہے کہ وہ بعض نظموں اور تقریروں کو سننا چاہتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ عنوان کیا ہے یا اس نظم یا تقریر کی ضرورت بھی ہے یا نہیں......؟

یہ ساری مصیبت اس لیے ہے کہ اخلاص اور نظم کی کمی ہے۔ علما اور عوام دونوں کسی حد تک اس کا شکار ہیں، جلسوں نے ایک پیشہ اور فیشن کی صورت اختیار کر لی ہے، جہاں چند بے فکرے جمع ہو گئے اور کوئی کام پیشِ نظر نہ رہا تو دو مولویوں میں مختصر سی بحث چھیڑ دی۔ اختلاف بڑھا تو پارٹی بن گئی اور مستقل مناظرہ یا جلسہ کی ضرورت

کا احساس ہوا، چندہ جمع ہوا اور نہایت بے تکے پن سے خرچ ہوا۔ چند مشہور جمعیتوں کے سوا ان ہنگامی جلسوں اور مناظرات کا کوئی باقاعدہ حساب نہیں ہوتا۔ جب تک عمل میں اخلاص اور نصب العین کا شعور نہ ہو جلسے مفید ہو سکتے ہیں نہ مناظرات ہی سے بگڑی بن سکتی ہے۔

ضرورت ہے کہ متعین پروگرام کے ساتھ مخلصین کی ایک جمعیت اصول کی وحدت کو سامنے رکھتے ہوئے میدان میں آئے، صوبہ اور ضلع کی جمعیتیں اصطلاحی الحاق اور نظام کی رسمی صورت سے نکل کر متدین، دردمند اور بااصول حضرات وقت کے تقاضوں کے مطابق کام کریں اور عہدوں سے قطعی بے نیاز ہو کر توحید اور سنّت کی اشاعت اور اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی صلاحیتوں کو صرف کرنے کا عہد کریں۔ [1]

اہل علم کے لیے کانفرنسوں کا اہتمام

یہاں ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ جو خطبائے کرام مجمع عام میں خطاب فرماتے ہیں جب تک جماعتی طور پر ان کی تربیت کے لیے مجالس کا اہتمام نہیں کیا جاتا اس وقت تک ہم صحیح معنوں میں دعوتِ دین کا فریضہ سرانجام نہیں دے سکتے۔

مجھے معاف کیجیے......! ایک سچی اور تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ ہمارے بعض خطبا کی اصلاح عوام سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

خدارا......! وقت کی نزاکت کو سمجھیے اور خطبا کی نوجوان نسل کو سنوارنے کے لیے جماعتی طور پر کوئی کردار ادا کریں۔ اور اگر آپ مخلص ہیں تو فی الفور اپنے خطبا کی تربیت کے لیے تین طرح کی ورکشاپیں یا مجلسیں ضرور قائم کریں:

---

[1] نگارشات جلد اوّل، صفحہ 525۔ اس تحریر سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت سلفی رحمہ اللہ کس قدر بالغ نظر اور حساس شخصیت کے مالک تھے۔

①......منہجی مجالس:

جماعت کے ذمہ داران اور اکابر شیوخ کی اپنے نوخیز خطبا کے ساتھ منہجی مجلس کا ہونا از حد ضروری ہے، جس میں صرف اور صرف اپنے منہج کو واضح کیا جائے۔ دعوتی میدان میں منہج کے حوالے سے پیدا ہونے والی خامیوں کی نشاندہی کی جائے اور دلائل کی روشنی میں صحیح منہج کو واضح کیا جائے۔

اس وقت نیٹ اور موبائل نے اور ان دونوں آلات پر چھائے ملحد قسم کے مذہبی اسکالروں نے اہل حق کے منہج اور ان کی فکر پر بہت سخت حملہ کیا ہوا ہے جس سے اپنی نوجوان کھیپ کو بچانا از حد ضروری ہے اور یہ کام جماعت کے ذمہ داران اور مشائخ کے کرنے کا ہے۔ صرف حجروں میں بیٹھنا اور مدارس میں پڑھانا ہی کافی نہیں!

شیوخ کرام......! اللہ کا واسطہ ہے...... اپنے خطبا پر شفقت کریں اور ان کو وقت دیں۔ یہ آپ کے بچے ہیں اور آپ کی طرف سے تربیت واصلاح کے طلبگار ہیں۔

②......سیاسی مجالس:

نہایت ضروری ہے کہ اپنے نوخیز خطبا اور علما میں سیاسی بصیرت پیدا کرنے کے لیے ان کے ساتھ سیاست کے موضوع پر اہم مجالس قائم کی جائیں۔ ہمارے قائدین اور ذمہ داران میں سے جو سیاسی بصیرت رکھنے والے ہیں، وہ حالاتِ حاضرہ اور ملک وملّت کے احوال اپنے خطبا کے سامنے بیان کریں اور اگر ایسی مجالس میں وکلا اور جج حضرات میں سے یا سیاسی بصیرت رکھنے والے تجزیہ نگاروں میں سے کسی فاضل شخص کو بطورِ راہنمائی مدعو کر لیا جائے تو بہت جلد بہت اچھے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں

اس وقت سیاسی طور پر ہمارے اکثر خطبا وعلما کی حالت یہ ہے کہ ان کو عالمی

یا قومی سطح پر ہونے والی کسی سیاسی تحریف کا کوئی علم نہیں ہوتا، بلکہ ان کو اپنے ملک کے دستور اور وطن عزیز کے پس منظر کا ہی پتا نہیں...... اور اس میں ساری غفلت جماعتوں اور اداروں کے ذمہ داران احباب کی ہے کہ جنھوں نے اپنی نوجوان نسل کو سنوارنے اور آگے لانے کے لیے وقت کے تقاضوں کے مطابق کوئی انقلابی قدم ہی نہیں اٹھایا...... اللہ کے لیے یہ اہم کام ضرور کریں۔ لیکن نہایت افسوس کہ کرنے والے کام کوئی نہیں کرتا......! صرف باتیں ہیں...... بڑھ چڑھ کر دعوے ہیں...... اور ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالی جا رہی ہیں...... انا للہ وانا الیہ راجعون

③...... تربیتی مجالس:

جہاں عام لوگوں کے لیے تربیتی نشستوں کی ضرورت ہے...... وہاں ہزار گنا بڑھ کر نوخیز خطبا اور علما کے لیے تربیتی مجالس کی بھی اشد ضرورت ہے۔ جس میں ذکر وفکر کی باتیں ہوں۔ معرفتِ الٰہی اور فکرِ آخرت کے حوالے سے جچی تلی گفتگو ہو اور نوجوان علمائے کرام کو اذکار کی ترغیب دی جائے تاکہ ہماری نوجوان نسل موبائل اور نیٹ کی غلاظتوں سے بچ کر اپنی تنہائیوں میں اللہ کو یاد کرنے والی بن سکے۔

نوخیز اہل علم کے لیے تربیتی مجالس کا اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے بے عملی اس حد تک بڑھتی جا رہی ہے کہ جماعت کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ذمہ داران حضرات کو صبح وشام کے اذکار آتے ہیں اور نہ ہی وہ پڑھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ

خدارا......! ہمارے دردِ دل کو سمجھا جائے...... سب کا جنازہ ایک دن اٹھنے والا ہے۔ اپنی آخرت کو سامنے رکھ کر اللہ کی عدالت کی پیشی کو یاد کرتے ہوئے اپنی نوجوان نسل کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کریں۔ وہ اس وقت آپ کی توجہ اور آپ کی خصوصی شفقت کی منتظر ہے...... چھوٹی چھوٹی تنظیمی اور معمولی معمولی جماعتی پالیسیوں

کی خلاف ورزی کرنے پر اپنے باصلاحیت نوجوانوں کو دھتکارا نہ کریں۔

تنظیمی اجلاس کے وقار کا لحاظ رکھیں:

جماعتی کارکردگی کا جائزہ لینے کے لیے تنظیمی اجلاسوں کا اہتمام بہت ضروری ہے۔ ہنگامی اجلاسوں کے علاوہ باقاعدہ سال میں کم ازکم تین اجلاس ضرور ہونے چاہئیں جس میں مجلس شوریٰ، عاملہ اور کابینہ کے ممبران شریک ہو کر جماعت کی بہتری اور برتری کے لیے اپنا کردار ادا کریں...... تنظیمی اجلاسوں کو مفید سے مفید تر بنانے کے لیے چند تجاویز پیش خدمت ہیں۔ از راہِ کرم...... ! ان کی طرف توجہ فرمائیں:

① ...... صدرِ مجلس کا احترام:

اجلاس کے تمام شرکاء پر فرض ہے کہ وہ اپنے امیر محترم کے ادب واحترام کا مکمل لحاظ رکھیں...... شور شرابے اور چیخنے چلانے سے بچیں...... سیاسی اور مذہبی لوگوں کے اجلاسوں میں یہی فرق ہوتا ہے کہ مذہبی لوگ دینی تعلیمات کے مطابق ایک دوسرے کے ادب واحترام میں آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ بازاری اور اکثر سیاسی لوگوں کو دینی تعلیمات اور شخصیات کے احترام کا لحاظ نہیں ہوتا۔

لیکن صد افسوس...... ! ہم دیکھ رہے ہیں کہ مذہبی تنظیموں کے اجلاس بھی کبھی کبھار مچھلی منڈی ہی بن جاتے ہیں...... کوئی اِدھر کوئی اُدھر...... جس کے منہ میں جو آتا ہے، کہتا ہے، کسی چھوٹے بڑے کا حیا نظر نہیں آتا اور یہ نہایت تکلیف دہ صورت حال ہے۔

② ...... فریق مخالف کو سننے کا حوصلہ:

یہ بات بھی حقیقت ہے کہ جماعتوں کے ذمہ داران اسی شخص کو رکن شوریٰ یا

عہدیدار مقرر کرتے ہیں جو جماعت کا وفادار ہوتا ہے اگر وہ کسی موقع پر دلیل کے ساتھ جماعتی پالیسی کی مخالفت کرتا ہےتو اس کی شخصیت پر حملہ کرنے کی بجائے، اسے زچ اور ذلیل کرنے کی بجائے اس کی بات کو توجہ سے سمجھیں اور جس قدر ممکن ہو اس کے مدلل موقف کو اہمیت دیں

اور یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لیں کہ جن ذمہ داران میں مخالف رائے رکھنے والے کارکن یا عہدیدار کو سننے کا حوصلہ نہیں ہوتا ایسی جماعتیں کبھی کامیاب نہیں ہوتیں......

③......حوصلہ شکنی کی بجائے حوصلہ افزائی:

عزت ہر شخص کو عزیز ہوتی ہے جیسے آپ اپنے لیے عزت پسند کرتے ہیں اسی طرح اپنے کارکن اور دوسرے عہدیدار کے لیے بھی وہی باوقار لب ولہجہ اختیار کریں......دورانِ اجلاس آپ کا کوئی رُکن کوئی بھی رائے دےتو اس کا مذاق اڑانے کی بجائے اس پر قہقہے لگانے کی بجائے اس کی رائے کا احترام کریں اور مناسب تبصرہ کرتے ہوئے سنجیدگی کا مظاہرہ کریں...... اگر بعض مذہبی علمائے کرام کے تنظیمی اجلاس بھی ایسی اوچھی حرکتوں سے پاک نہ ہوں تو پھر دوسروں سے گلہ کیا ہے......؟

④......خفیہ رائے:

کسی بھی اہم عہدے یا اہم کام کو اجلاس میں پاس کروانے کے لیے خفیہ رائے کا اہتمام ازحد ضروری ہے، تاکہ ہر شخص آزادی کے ساتھ جو اس کے دل میں ہے اس کے مطابق اپنی رائے دے سکے......عمومی طور پر دیکھا گیا ہے کہ سب نامزدگیاں پہلے ہوتی ہیں اجلاس تو صرف ایک کاروائی کا نام ہے کسی دوسرے کی کوئی اہمیت نہیں۔ جب کہ یہ نیک نیتی، جماعتی ہمدردی اور خوفِ خدا کے منافی کام ہے۔

⑤......اصلاح کی پانچویں راہ میں ''جماعتوں کے کرنے کام'' کے تحت ہم نے جن اہم امور کو تحریر کیا ہے۔ ہر اجلاس میں ان مبارک کاموں پر غور کریں اور ان کو عملی جامہ پہنائیں۔ بصورتِ دیگر صرف ''نشستن برخاستن'' کا کوئی خاطر خواہ فائدہ نہیں۔

احادیث بیان کرنے میں خطبا اور نوخیز علما کا منہج:

قرآن متن اور حدیث اس کی شرح ہے، دونوں کا نام اسلام ہے۔ کسی ایک صحیح حدیث کا منکر ہمارے ہاں زندیق اور گمراہ ہے۔ حدیث کا مطالعہ باعثِ ہدایت ،موجب برکت اور ذریعہ نجات ہے۔

امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سے بہت زیادہ محبّت رکھتے تھے۔ ہمہ وقت حدیث کی خدمت میں مصروف رہتے۔ کسی نے پوچھا: اے ثوری! کب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پڑھتے پڑھاتے رہیں گے......؟ فرمایا: حدیث کی خدمت سے بہتر کوئی کام نہیں۔ یہ سلسلہ آخری سانس تک جاری رہے گا۔ [1]

آپ خطیب اور عالم ہونے کی حیثیت سے علمِ حدیث کا پورے شوق سے مطالعہ کریں، حدیث کے معانی ومطالب پر گہری نظر رکھیں۔ آج کل کئی مکاتبِ فکر احادیث میں تحریفِ معنوی کر رہے ہیں۔ ان کے تعاقب میں رہیں اور بالخصوص صحیحین یعنی بخاری ومسلم کا مطالعہ اپنا معمول بنائیں ان دونوں کتابوں کی صحت پر امتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔ اس کے علاوہ علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ کی سلسلہ احادیثِ صحیحہ خطبا کے لیے ایک نادر تحفہ ہے۔ یہ کتاب راقم السطور کے ترجمہ اور مختصر مگر جامع شرح کے ساتھ تین جلدوں میں مکتبہ قدوسیہ کی طرف سے طبع ہو چکی ہے۔

چند گنے چنے اہل تقلید اور مذہبی سکالرز کے علاوہ تمام مسلمان امام بخاری

---

[1] سیر اعلام النبلا: 7/243

اور صحیح بخاری کی برتری اور عزت وعظمت کے قائل ہی نہیں معتقد بھی ہیں۔

بخاری، مسلم کے علاوہ دیگر کتب سے احادیث نقل کرتے ہوئے صحیح یا حسن روایات بیان کریں، جن روایات کے ضعف پر جمہور محققین کا اتفاق ہے ان کو ہرگز ہرگز بیان نہ کریں، من گھڑت، متروک اور ضعیف جدًا روایات و واقعات جان بوجھ کر بیان کرنا یقیناً بہت بڑی جرأت و جسارت ہے جس کا نتیجہ سوائے ذلت اور گمراہی کے اور کچھ نہیں۔ البتہ جن روایات کی تحقیق میں اختلاف ہے ایسی صورت میں جس تحقیق کو آپ راجح سمجھیں اس کو بیان فرمادیں

کثیر کبار محققین کے ہاں حسن لغیرہ حجت ہے، یعنی جو حدیث ضعیف ہو لیکن اس کی متعدد سندیں ہوں تو طرق میں تعدد کی وجہ سے وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے۔ ایسی روایت قابل استدلال اور لائق بیان ہے۔

خطباء حضرات سے یہی گزارش ہے کہ وہ ایسی حسن لغیرہ روایت کو بیان کرسکتے ہیں جس کی سندوں میں شدید ضعف ہو اور نہ ہی وہ صحیح احادیث کے خلاف ہو، ایسی حسن لغیرہ حدیث حیثیت کے اعتبار سے موضوع، متروک یا من گھڑت روایات جیسی نہیں کہ اس کو بالکل ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

آج کل بعض محققین حضرات بعض احادیث کے متعلق اپنی رائے ٹھونسنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا کسی حدیث پر ضعف کا حکم لگا دینا حرفِ آخر ہے، جبکہ یہ سراسر ناانصافی والی بات ہے۔ اہل علم وفضل کو اپنی رائے نہایت تواضع سے بیان کرتے ہوئے اپنے اسلاف کے مقام ومرتبہ کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ان کی توجیہ کو بھی قابل التفات سمجھنا چاہیے۔

لیکن نہایت افسوس......! کہ بعض جذباتی محققین حضرات اسلاف کی

رائے کو اہمیت دیتے ہیں نہ ہم عصر مشائخِ حدیث کے حکم کو قابلِ توجہ سمجھتے ہیں۔
ہمارے نزدیک ایسے احباب نے علم حدیث کا فائدہ کم اور نقصان زیادہ کیا ہے۔

خطبائے کرام کے لیے امام البانی رحمہ اللہ کی ''سلسلہ احادیثِ صحیحہ'' اور امام مقبل بن ہادی رحمہ اللہ کی ''الصحیح المسند'' جو کہ دو جلدوں میں ہے اور ''الجامع الصحیح'' جو کہ چھ جلدوں میں ہے اور اسی طرح دکتور عبداللہ اعظمی حفظہ اللہ کی نئی کتاب ''الجامع الکامل'' جسے دارالسلام نے شائع کیا ہے۔ حدیث کے فن میں لاجواب کتابیں ہیں جو ہر خطیب اور عالم کے زیرِ مطالعہ رہنی چاہئیں۔

محاسن اور نقائص کی نشاندہی

آنے والے صفحات میں ہم نے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے پانچ اوصاف حمیدہ تحریر کیے ہیں، اپنی شخصیت کو ان سے مزین کرلیں۔ آپ بہت جلد اللہ کی رحمت ونصرت اور برکت اپنی نگاہوں سے دیکھیں گے۔ آپ کا خطاب میٹھی اور ٹھنڈی ہوا کا ایسا جھونکا ثابت ہوگا جس سے شرک و بدعت اور تقلید کا ہر چراغ بجھ جائے گا۔

اور اس کے بعد ہم نے بڑے ہی اخلاص سے دس ایسی خامیاں تحریر کیں ہیں آپ انھیں دورانِ خطابت اپنی شخصیت کے قریب تک نہ آنے دیں۔ وگرنہ جہاں مسلکِ حق کا نقصان ہوگا، وہاں روزِ قیامت آپ کی نجات میں بھی رکاوٹ پیدا ہوسکتی ہے...... کیونکہ صحیح عقیدہ کے ساتھ ساتھ بااخلاق اور متواضع شخصیت کا مالک داعی ہی اللہ کی نگاہوں میں مقام رکھتا ہے۔

سنجیدہ اور ذمہ دار خطیب کے اوصاف:

وہ خطیب قابلِ رشک ہے جو اپنی اصلاح اور خیر کی تلاش میں لگا رہتا ہے

اور بھلائی کی بات کو اپنے لیے قیمتی خزانہ سمجھتا ہے۔ آنے والے پانچ اوصاف آپ کی خطابت کو چار چاند لگا دیں گے۔ توجہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے ان کو عملی زندگی میں لانے کی بھرپور کوشش کریں۔

①......تقویٰ واخلاق:

ہر مسلمان دو ذمہ داریوں کے درمیان ہے۔ اللہ اور انسان...... اللہ کے معاملے میں تقویٰ مطلوب ہے اور انسان کے معاملے میں اخلاق...... بالخصوص دین کے داعی اور خطیب کی بنیادی خوبی یہی ہے کہ وہ متقی اور با اخلاق ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تقویٰ سے کام لے اور حقوق العباد میں بلند اخلاق کا مظاہرہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''تقویٰ سب سے قیمتی سرمایہ ہے اور اچھا اخلاق سب سے اعلیٰ نیکی ہے، لوگوں کے ساتھ ہمیشہ اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آیا کرو۔'' [1]

صرف خطیب کہلوانا کامیابی اور نجات کے لیے کافی نہیں، بلکہ متقی، با اخلاق خطیب ہونا ہی عظمت کی دلیل ہے۔ آج بعض خطباء میں عام وباء پھیل رہی ہے کہ ان میں تقویٰ کی جھلک نظر آتی ہے نہ اخلاق کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اور یہ بہت بڑی محرومی ہے کہ آدمی اللہ کے دین کا نمائندہ ہو، بظاہر خطیب بے مثال ہو لیکن تقویٰ و اخلاق کی نعمت سے محروم ہو۔ اللہ ہم سب کو با اخلاق بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

②......اپنے مفادات کی قربانی:

آغاز میں اسلام کو ایسے وفادار ملے کہ جنہوں نے دین کے لیے ہر قربانی

[1] اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں نقل کیا ہے۔ والحدیث صحیح

پیش کردی۔ مال، اولاد، مکان حتی کہ وطن تک کو چھوڑ دیا، سوال یہ ہے کہ ہم نے ایک ذمہ دار خطیب ہونے کی حیثیت سے دین کے لیے کیا قربانی دی ہے......؟

دین کو ایسے خطبائے کرام کی ضرورت ہے جو وفادار و جانثار اور ہر وقت ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے تیار رہیں۔ ہمیشہ ایسے مخلص خطباء ہی دین کی عزت اور بلندی کا باعث بنتے ہیں۔ وہ بذاتِ خود بھی باعظمت ہوتے ہیں اور دین بھی ان کی وجہ سے اونچا ہوتا ہے۔ لیکن جب سے دین مفاد پرست، مال و دولت کے رسیا اور آرام پسند خطباء کے ہاتھوں میں آیا ہے تو فائدے کی بجائے نقصان زیادہ ہوا ہے۔ جلسوں کی کثرت کے باوجود بدعملی اور بے عملی زیادہ بڑھی ہے۔

برائے کرم ......! ذاتی مفاد اور آرام پر دین کو مقدم کریں، دین کے فائدے کو چھوڑ کر ذاتی فائدے کو کبھی ترجیح نہ دیں۔ صرف اس وجہ سے کسی مسجد کی خطابت چھوڑ دینا کہ فلاں مسجد میرے گھر کے قریب ہے، یا فلاں مسجد والے مجھے تنخواہ زیادہ دیتے ہیں، سراسر پیشہ ورانہ طرزِ عمل ہے۔ آج کل بڑی تیزی سے خودی، خودداری اور مستقل مزاجی کی جگہ مفادات اور خود غرضی لے رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض خطباء جہاں ذاتی طور پر بدسکونی کا شکار ہیں وہاں احبابِ جماعت بھی ان کے اس رویہ سے حد درجہ پریشان ہیں۔ مسجد اور ادارے کو تبدیل کرتے ہوئے ہزار بار سوچیں......!

جماعت، مسلک اور دینی احباب کے فائدے کو مقدم رکھیں، بچگانہ اور احمقانہ طرزِ عمل بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔ آپ بھی دین کی بدنامی کا باعث نہ بنیں کیونکہ آج دین کئی بے عمل خطباء کی وجہ سے بدنام ہو رہا ہے۔ ہمیں یاد ہے کہ ایک مٹھاس بھرے خطیب بڑی دھوم دھام سے خطبہ دیتے تھے اور لوگ جوق در جوق ان

کے خطاب کے لیے جمع ہوتے تھے۔ اچانک انہوں نے خطبہ دینا چھوڑ دیا۔ جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو بڑے سنجیدہ انداز میں جواب دیتے ہوئے فرمانے لگے:

''یار بندہ پر یا میلہ چھڈ دا ای چنگا لگدا اے''

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

غور فرمائیں......! کہ محترم خطیب صاحب کے اس جواب میں کیا دانائی ہے......؟ یہی سوچ رکھ کر مساجد چھوڑ دینی چاہئیں......؟

کیا چند ہزار روپے ہی ہمارا دین ایمان ہیں......؟

یا ہم دین کی عزت کے لیے، مسجد اور احبابِ مسجد کی محبت کے لیے قارون کا خزانہ چھوڑنے کے لیے بھی تیار ہیں......؟

3......کتب خریدنے کا شوق:

کتاب دوست خطیب بڑے ہی کام کا آدمی ہے، حقیقت میں وہی اسلام کی صحیح خدمت کر رہا ہے جو شب و روز کتاب پڑھ رہا ہے۔ صاحبِ مطالعہ خطیب ہی اسلام کا قیمتی سرمایہ ہے، ہمارے اسلاف کتب بینی اور مطالعہ میں ایک نام رکھتے تھے۔ مجھے عجیب خوشی اور حیرت ہوئی کہ چھٹی صدی ہجری کے عظیم امام اور خطیبِ اسلام عبدالرحمن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ کے بہت شائق تھے۔ کتب خریدنا اور دلجمعی سے کتب کا مطالعہ کرنا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اپنی انقلابی کتاب ''صید الخاطر'' میں لکھتے ہیں:

اِنِّیْ طَالَعْتُ عِشْرِیْنَ اَلْفَ مُجَلَّدٍ [1]

''میں نے بیس ہزار جلدوں کا مطالعہ کیا ہے''

---

[1] مختصر صید الخاطر: 107

لیکن ابھی بھی میری طلب ختم نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ مجھے عمرِ نوح عطا فرمائے تاکہ میں پوری تسلی کے ساتھ ہر کتاب سے استفادہ کرسکوں۔

سبحان اللہ......! امام المرسلین ﷺ کا فرمان کس قدر سچا ہے کہ

مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ ، طَالِبُ عِلْمٍ وَطَالِبُ دُنْيَا [1]

''دو پیاسے کبھی سیراب نہیں ہوتے، علم کا پیاسا اور دنیا کا پیاسا۔''

اسی طرح چند سال قبل کی بات ہے کہ ہمارے ذی وقار مبلغ اور بلا مبالغہ برصغیر پاک و ہند کے ممتاز اور اعلیٰ ترین خطیب و ادیب مولانا عبدالجبار شاکر رحمۃ اللہ علیہ کچھ عرصہ فیصل مسجد اسلام آباد میں خطبہ ارشاد فرماتے رہے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی آمدنی کا نصف حصہ کتب کی خریداری پر لگا دیتے تھے۔ اور اہلیہ کی ملازمت کے بعد اپنی ساری تنخواہ کتب کی نذر کردی۔ آپ کی ذاتی لائبریری میں پچاس ہزار سے زائد کتب ہیں۔ آپ روزانہ نصابی کتب کے مطالعہ کے ساتھ ساتھ تین سو صفحات کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اور ایک خطاب میں فرمانے لگے: ''دنیا میں اگر کچھ خریدنا ہو تو سب سے پہلی ترجیح کتاب ہونی چاہیے۔ وہ گھر بڑا ہی اداس ہے جو کتب کے بغیر ہے۔''

(جدہ سعودی عرب میں طلبہ سے خطاب کرتے ہوئے)

ربیع الثانی 1438ھ کو مجھے حرمین کے مبارک سفر کی سعادت نصیب ہوئی، دورانِ سفر ریاض میں ایک شیخ اور محقق عالم دین ابو قتیبہ نظر فاریابی حفظہ اللہ سے ان کے گھر ملاقات ہوئی۔ تعارف کے بعد شیخ صاحب نے ایک بہت بڑا کمرہ دکھایا جس کے چاروں طرف کتب ہی کتب تھیں۔ فرمانے لگے: ان تمام کتب کا تعلق صرف اور صرف صحیح البخاری کے ساتھ ہے۔ اب تک صحیح البخاری کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے،

---

[1] مستدرک حاکم: 1/ 92 ؛ ہدایۃ الرواۃ الی تخریج احادیث المشکاۃ: 251 والحدیث صحیح۔

اللہ کی توفیق سے وہ میرے پاس ہے۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے کمرے میں لے گئے اور فرمانے لگے: اس سارے کمرے میں صرف اور صرف علم الرجال کی کتابیں ہیں اور پھر اسی طرح انھوں نے کئی ایک کمرے دکھائے جس میں ہزاروں کتابوں کے انبار تھے اور آخر میں مزے کی بات یہ بتائی کہ ابھی ایک نئی کتاب چھپی ہے جس کی قیمت پانچ سو ریال ہے جو سعودی عرب سے باہر دور کسی ملک میں شائع ہوئی ہے اور اس کا ڈاک خرچ بھی پانچ سو ریال ہے اور الحمدللہ میں نے وہ ہزار ریال ان کو بھیج دیا ہے اور چند دنوں تک وہ کتاب میرے پاس پہنچ جائے گی۔ اللھم بارک لہ فی عمرہ

ہمارے ہاں سرے سے کتاب خریدنے کا شوق ہی ختم ہو چکا ہے۔ اور موجودہ حالات میں عدمِ شوق کا عالم یہ ہے کہ ہمارے بعض خطباء روزانہ تین صفحات کا بھی مطالعہ نہیں کرتے بلکہ اپنی تعلیم کو ادھورا چھوڑ کر آواز کے بل بوتے پر میدانِ خطابت میں کود پڑتے ہیں اور قرآن کے ترجمہ تک سے نا آشنا رہتے ہیں لیکن پھر بھی جاہل عوام سے بلند و بالا القاب سن کر خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ اس کو تو اندھوں میں کانا راجہ کہتے ہیں۔ ہماری مؤدبانہ گزارش ہے کہ اب تو اکثر علمی و تحقیقی کتب اردو زبان میں موجود ہیں۔ براہِ کرم ان کو ضرور خریدیں اور منت کی بجائے اپنی آمدنی سے خریدنے کی عادت ڈالیں۔ ان شاء اللہ رزق میں، اولاد میں اور خطابت میں مزید برکت ہوگی۔ آج کل بڑی کمزور سی سوچ بعض کمزور ذہن خطباء کے ذہنوں میں گردش کر رہی ہے کہ کوئی ہمیں کتب خرید کر دے، جماعت ہمیں یہ سہولت مہیا کرے۔ جبکہ ایسی لولی لنگڑی سوچ سے بالاتر ہو کر خود دینی کتب شوق سے خریدیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ اب تو کتب خریدنے کا مسئلہ بھی حل ہو چکا ہے آپ بڑی آسانی سے تقریباً ہر کتاب کی پی ڈی ایف فائل اپنے لیپ ٹاپ

اور موبائل میں بھی محفوظ کر سکتے ہیں ...... بات صرف اور صرف شوق کی ہے ورنہ موجودہ دور کی سہولتوں میں کوئی کمی نہیں۔ مزید آپ مطالعہ کے ذوق شوق اور علم کی برکت کے لیے اکثر یہ دعا پڑھتے رہیں: اَللّٰهُمَّ انْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلِّمْنِيْ مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا [1]

(4)......دلائل کی کثرت:

اہم موضوع کا انتخاب کرتے ہوئے اس کی تیاری اور ترتیب میں خوب محنت فرمائیں، تفاسیر، احادیث اور تواریخ کی کتب سے صحیح ٹھوس علمی مواد کو اپنے موضوع کے اردگرد جمع کریں۔ جماعت کے ذی وقار ممتاز علمائے کرام سے رابطہ رکھیں اور آج کل آپ مصروفیت کے باوجود موبائل کے ذریعے خوب استفادہ کر سکتے ہیں۔

یقین مان لیں......! اب صرف طرزیں اتارنے، چٹکلے سنانے اور بے بنیاد واقعات بیان کرنے کا وقت نہیں، علمی طور پر عملی میدان میں کچھ کرگزرنے کا وقت ہے۔ شاہین ملت اسلامیہ علامہ ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پیشین گوئی صداقت کی بلندیوں کو چھو رہی ہے کہ ''یہ صدی اہل حدیث کی صدی ہے'' آواز اور اشعار کے ساتھ ساتھ دلائل سے لوگوں کو قریب لانے کی کوشش کریں۔ ''خطابت کو فن نہیں عبادت سمجھیں'' ہمیشہ اس فکر میں رہیں کہ میں نے موضوع کے مطابق کیا دلائل دیئے ہیں، میرے بیان میں آیات، صحیح احادیث، فکر انگیز واقعات اور علمی نکات کی تعداد کتنی تھی، ایسا نہ ہو کہ ایک غیر ثابت واقعہ لے کر آپ لمبے وقت تک فنکاری کرتے رہیں اور سوائے کانوں کے تلذذ کے سامعین کو کچھ حاصل نہ ہو۔

---

[1] جامع ترمذی: 3599

ہمیں یاد ہے کہ ایک دفعہ خطیب صاحب نے تقریباً ایک گھنٹہ صرف اسی بات پر لگا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی مدینہ میں داخل ہوئی اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے پاس بیٹھی۔ حضرت صاحب نے اونٹنی داخل کرتے اور بٹھاتے ایک گھنٹے سے زیادہ وقت لگا دیا، خطبے کے بعد ایک صاحب پوچھنے لگے:

مولانا......! اونٹنی آئی اور بیٹھ گئی لیکن آپ نے اونٹنی بٹھاتے بٹھاتے ایک گھنٹے سے بھی زیادہ وقت لگا دیا......؟ خطیب بے بدل فرمانے لگے: ''ارے بھائی ......! کیا وہ کوئی عام اونٹنی تھی......؟ وہ سرکار ﷺ کی اونٹنی تھی آخر کسی طریقے سے ہی بٹھائی تھی'' اور اسی طرح ایک گاؤں کے ذمہ دار ساتھی نے بیان کیا کہ ہم چند دوستوں نے بڑی محنت کے ساتھ اخراجات جمع کر کے اس نیت سے ایک درسِ قرآن کا اہتمام کیا کہ محترم خطیب صاحب ہمیں فضائل، مسائل اور حقائق سے آگاہ کریں گے، لیکن جب مولانا صاحب منبر پر جلسہ افروز ہوئے تو انھوں نے سوائے شعر پڑھنے کے اور عجیب وغریب واقعات کے کوئی ایک بات بھی کام کی نہیں کی۔ پروگرام کے بعد عام لوگوں کا بھی تبصرہ یہی تھا کہ ڈیڑھ گھنٹے میں مولانا صاحب ہمیں کیا سکھا کر گئے......؟

5......عربی عبارات کا اہتمام:

دلائل کے ساتھ ساتھ حدیث کا متن اور عربی عبارات پورے اعتماد سے پڑھنا نور علی نور ہے۔ عربی کلام اور زبان کی اپنی برکت، اپنا حسن اور اپنی ایک چاشنی ہے۔ موضوع کے مطابق اہم عربی عبارات کو اچھی طرح یاد کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ ''حرکت میں برکت ہوتی ہے'' ہمارے ایک فاضل دوست کثرت سے عربی عبارات پڑھتے ہیں، پوچھا گیا کہ آپ اس قدر کثرت سے عربی عبارات کیسے پڑھ لیتے ہیں......؟ وہ فرمانے لگے: میں اپنے ایک موضوع کو تیار کرنے کے لیے چھ سات

دن لگا دیتا ہوں۔ اوراس عزم میں لگا رہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کی برکت سے بھی محروم نہ رہوں۔ اللہ تعالیٰ مجھ کو میرے نیک ارادے میں کامیاب کر دیتے ہیں اور میں چند دنوں میں آسانی سے سارا متن یاد کر لیتا ہوں۔ اسی طرح ہمارے استاذ محترم ترجمانِ اسلام ڈاکٹر عبدالرشید اظہر رحمۃ اللہ علیہ کیا ہی شاندار خطیب، ادیب اور لبیب تھے۔ ایک خطاب میں کبھی کبھار کئی احادیث اور عبارات کے علاوہ پچاس سے زائد آیاتِ قرآنیہ موضوع کے مطابق زبانی تلاوت فرما جاتے تھے اور یہ سارا کچھ ناممکن نہیں، بلکہ محنت کی باتیں ہیں۔ اللہ مجھے اور آپ کو ایسا ہی جذبہ اور شوق نصیب فرمائے۔ آمین

غیر سنجیدہ خطیب اور عالم کی حرکتیں:

صغیرہ گناہوں پر اصرار یا کبائر کا ارتکاب کسی عام مسلمان کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔ چہ جائیکہ قوم کے رہبر علما وخطبا ان کا شکار ہو جائیں۔ جس عالم خطیب کو بھی اپنی آخرت عزیز ہے اور مندرجہ ذیل تین احادیث کو پوری توجہ سے پڑھے...... اپنے عمل، کردار اور اعمال کی روشنی میں اپنی زندگی کا جائزہ لے کہ وہ کہاں کھڑا ہے۔

① سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

إِنَّكُمُ الْيَوْمَ فِيْ زَمَانٍ كَثِيْرٌ عُلَمَاءُهُ قَلِيْلٌ خُطَبَاءُهُ مَنْ تَرَكَ عَشْرَ مَا يَعْرِفُ فَقَدْ هَوٰى وَيَأْتِيْ مِنْ بَعْدُ زَمَانٌ كَثِيْرٌ خُطَبَائُهُ قَلِيْلٌ عُلَمَاءُهُ مَنِ اسْتَمْسَكَ بِعَشْرِ مَا يَعْرِفُ فَقَدْ نَجَا [1]

---

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 2510

''بلاشبہ تم آج کے دن ایسے زمانے میں ہو جس میں علما زیادہ اور خطبا کم ہیں ایسی صورت حال میں جس شخص کو جو علم و معرفت ہے اس میں سے دسواں حصہ بھی چھوڑ دے گا تو وہ گمراہ ہوگا، مگر ایک زمانہ اس کے بعد بھی آئے گا جس میں خطبا زیادہ ہوں گے اور علما بہت تھوڑے۔ اس دور میں جو شخص اپنے علم کے مطابق دسویں حصے کو بھی تھام لے گا وہ نجات پالے گا۔''

② سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

سَيُصِيْبُ أُمَّتِيْ دَاءُ الْأُمَمِ ، الأَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّنَاجُشُ فِي الدُّنْيَا وَالتَّبَاغُضُ وَالتَّحَاسُدُ [1]

''عنقریب میری امت پہلی امتوں کی بیماریوں میں مبتلا ہو جائے گی، خود پسندی، اترانا، دنیا کی طلب میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا، دنیاداری میں دھوکہ دینا، آپس میں بغض رکھنا اور ایک دوسرے سے حسد کرنا۔''

③ اور اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ يُبْغِضُ اللهَ كُلَّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ سَخَّابٍ بِالْأَسْوَاقِ جِيْفَةٍ بِاللَّيْلِ حِمَارٍ بِالنَّهَارِ عَالِمٍ بالدُّنْيَا جَاهِلٍ بِالْآخِرَةِ [2]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر ایسے شخص سے سخت نفرت کرتا ہے جو اکھڑ مزاج، متکبر ہو، کھا کھا کر جس کا جسم پھول چکا ہو۔ بازاروں میں فضول باتیں کرنے والا، جو

---

[1] مستدرک حاکم: 4/168 سلسلہ احادیث صحیحہ: 680

[2] صحیح ابن حبان: 1/274

رات بھر مردار کی طرح غافل پڑا رہتا ہو اور دن کو گدھے کی طرح دنیا کمانے کے چکروں میں ہو۔ دنیا کمانے کا خوب علم رکھتا ہو، مگر آخرت کے معاملے میں بالکل جاہل ہو۔"

مندرجہ بالا حدیث میں جن روحانی امراض کا ذکر ہوا ہے اگر ہم ان سے محفوظ ہیں تو پھر ہمیں ساری زندگی شکر کرتے ہوئے بسر کردینی چاہیے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو پھر آیئے آج ہی جائزہ لیں......ابھی وقت ہے

مزید غیر سنجیدہ خطبا وعلما کی چند کمیوں کی طرف اصلاح کی نیت سے اشارہ کرتے ہیں۔ غور فرمالیں:

1......وعدہ کے بعد......عدمِ وفا

عام مسلمان کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ وعدہ کرے اور اس کو پورا نہ کرے، دین ایسے مسلمان کے اسلام پر شک کرتے ہوئے اس کو منافق قرار دیتا ہے، وعدہ خلافی بہت بڑی اخلاقی برائی ہے اور حقیقت میں جھوٹ کی ایک قسم ہے اور بالخصوص جب کوئی خطیب کسی جگہ خطاب کے لیے وعدہ کرتا ہے تو وعدہ لینے والے بڑی دھوم دھام کے ساتھ کانفرنس کے لیے ہفتوں پہلے تیاری کرنا شروع کردیتے ہیں، اخراجات کے ساتھ ساتھ دور دراز سے احبابِ جماعت گفتگو سننے کے لیے حاضر ہوتے ہیں۔ اگر مطلوبہ خطیب حسبِ وعدہ اسٹیج پر موجود نہ ہو تو منتظمین کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ انتظامیہ کی نگاہوں میں اسلام کے داعی کا وقار مجروح ہوجاتا ہے۔

جو کوئی خطیب بغیر کسی سخت ایمرجنسی اور تکلیف کے وعدہ خلافی کرتا ہے تو وہ جہاں کانفرنس، انتظامیہ اور آنے والے شرکاء کا مجرم ہے، وہاں بارگاہِ الٰہی میں بھی اس سے باز پرس ہوگی۔ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا

بہانے، چکر بازی اور غلط بیانی بڑے سے بڑے خطیب کو بھی عدالتِ الٰہی کا مجرم بنا دیتی ہے۔

ازراہِ کرم......!

میدانِ خطابت میں قدم رکھنے والے اپنے پیارے بھائیوں کی خدمت میں بصد ادب گزارش کروں گا کہ وہ وعدہ پورا کرنے کے لیے اپنے بڑے سے بڑے مفاد کی قربانی دے دیں اور اسلاف کا کردار سامنے رکھیں کہ وہ زبان اور عہد کے کس قدر پکے لوگ تھے، بارش، آندھی اور سفر کی صعوبتوں کے باوجود رضائے الٰہی کے لیے پروگراموں میں پہنچنا ان کا معمول تھا اور ان سے وعدہ لینے کے لیے چیلوں، چمچوں اور سفارشوں کا سہارا نہیں لینا پڑتا تھا۔ اپنی مقبولیت میں کسی دھوکے کا شکار نہ ہوں، یہاں ہر شخص کو چار دن عروج کے ملتے ہیں...... اپنے آپ کو محاسبے کے دن کے لیے تیار رکھنا ہی کامیابی ہے۔

②...... تاخیر سے آنے کی عادت

بعض خطبائے کرام حد درجہ تاخیر سے تشریف لاتے ہیں اور جلدی فارغ ہونے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں حتی کہ بدخلقی پر اتر آتے ہیں۔ جبکہ پروگرام کروانے والے تیز مزاج خطباء کے اس رویہ سے شدید پریشان ہوتے ہیں۔ ہلچل کے اس انداز نے تبلیغ کو بہت نقصان دیا ہے، تیزی اور جلدی میں بہت سے تبلیغی فوائد فوت ہوجاتے ہیں، کیا شان تھی اور ہے اخلاص والے خطباء کی جو وقت سے قبل تشریف لاکر اپنے وقت پر خطاب فرماتے ہیں نوآموز خطبا کے خطاب اسٹیج پر بیٹھ کر سنتے ہیں اور حد درجہ سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر ایک کے لیے اطمینان کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

خطابت عارضی امانت ہے اس کے بل بوتے پر تیزی اور غرور کی جگہ ٹھہراؤ اور جھکاؤ پیدا کریں میز بانوں کے معصوم جذبات کا خون کرنے کی بجائے ان کا خیال رکھیں۔ بلا وجہ تاخیر سے نکلنا اور میز بانوں کا خون خشک کرتے رہنا عقل مند اور خوف خدا رکھنے والے خطیب کی نشانی نہیں ہے۔

کئی بار ایسے بھی ہوتا ہے کہ خطیب صاحب آ رہے ہوتے ہیں اور شرکاء بچارے تھک ہار کر جا رہے ہوتے ہیں۔ اللہ کے دین کے داعی......! اگر آپ مصروف ہیں تو یقیناً آپ کے سامعین بھی بالکل فارغ نہیں ہیں۔ کئی مواقع پر ناخوشگوار واقعات بھی پیش آتے ہیں جن کا تفصیل سے یہاں ذکر کرنا مناسب نہیں۔

براہِ کرم......! قبل از وقت خطاب کے لیے تشریف لائیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ کبھی کبھار سفر میں کمی بیشی ہو جاتی ہے، لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنا اور لیٹ آنے میں اپنی عزت سمجھنا، حد درجہ بازاری اور احمقانہ سوچ ہے۔ عزت وعظمت کے تمام ذرائع اللہ کے پاس ہیں وہ اپنے مخلص اور متواضع بندوں کو ضائع نہیں کرتا۔

③......توہین آمیز لہجہ

خطاب لوگوں کی اصلاح وتربیت کے لیے ہوتا ہے، مقصد حق سمجھانا اور مخالفین کو حق کے قریب لانا ہے۔ اندازِ بیان جس قدر ناصحانہ ہو بہتر ہے، لب ولہجہ میں خیر خواہی کی کوئی حد نہیں، لیکن کم از کم خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات نمایاں ہونے چاہئیں۔ باوقار اور سنجیدہ لب ولہجہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوتا ہے، بڑے سے بڑا مخالف بھی ضمیر کے ہاتھوں مجبور ہو کر کچھ نہ کچھ ضرور غور کرتا ہے۔

لیکن دوران خطاب اپنے مدمقابل یا مخالف کو ہتک آمیز انداز اور توہین آمیز لہجہ میں مخاطب کرنا اور باتوں باتوں میں بار بار زچ کرتے رہنا، یا ہُلڑ بازی

کا انداز اختیار کرنا، بلاشبہ حد درجہ نامناسب ہے۔ایسے انداز سے نعرہ بازی تو ہوگی، زندہ باد کی گونج تو اٹھے گی، وقتی طور پر واہ واہ کا سماں تو ہوگا، مگر اصل مقصد فوت ہو جائے گا۔

میرے پیارے خطیب......!

ایسی خطابت کا کیا فائدہ......؟ جس سے مخالف اور مدمقابل میں نرمی آنے کی بجائے سختی آئے اور وہ آپ کے توہین آمیز لب ولہجہ کی وجہ سے مزید متنفر ہو جائے......؟ لوگوں کے جذبات سے نہ کھیلیں اور نہ ہی لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔اگر آپ کی منزل رضائے الٰہی ہوئی تو آپ بہت جلد کامیابی حاصل کرلیں گے۔ان شاءاللہ

بطورِ نمونہ ایک توہین آمیز انداز پر غور فرمائیں......!

ایک محترم اس بارے میں گفتگو فرما رہے تھے کہ بعض لوگ صحیح بخاری پر بھی اعتراضات کرنے سے باز نہیں آتے، ہم بھی سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری کو ہدف تنقید بنانا بہت بڑی جسارت ہے لیکن وہ حضرت صاحب بیان کرتے ہوئے بے قابو ہو گئے اور جذبات میں آکر للکارتے ہوئے فرمانے لگے:

''او...... بدمعاشو......! صحیح بخاری پر اعتراض کرتے ہو،

او...... بے غیرتو......! صحیح بخاری پر کیچڑ اچھالتے ہو'' وغیرہ وغیرہ۔

کیا خوفِ خدا رکھنے والے خطیب کا انداز ایسا ہونا چاہیے......؟

اسی طرح ایک بیان میں خطیب صاحب فرمانے لگے:

''طارق جمیل بہت زیادہ جھوٹ بولتا ہے، بہت بکواس کرتا ہے بلکہ سب سے

زیادہ جھوٹ شیطان بولتا ہے یا طارق جمیل بولتا ہے'' استغفر اللہ

یہ باتیں سنتے ہی تمام سامعین قہقہے لگا کر ہنسنا شروع ہو گئے۔کیا کسی بھی مخالف کے لیے ایسے الفاظ اور ایسا انداز درست ہے......؟

''کیا ایسے انداز سے ہی تبدیلی آئے گی......؟

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کا یہی منہج تھا......؟

یا آپ کا انداز مجرمانہ ہے......؟ کیا ہمارے بعض خطبا و علما، موضوع ، متروک اور غیر ثابت روایات و واقعات بیان نہیں کرتے......؟

ایک تجزیہ کے مطابق ایسے بے باک حضرات نے اگر اہل حق کی دعوت کو پینتیس فیصد تقویت پہنچائی ہے تو پینسٹھ فیصد نقصان بھی کیا ہے...... ایسے جارحانہ انداز اور نازیبا الفاظ سے بہت لوگ بدکے ہیں اور بہت سے لوگ اہل حق سے سخت متنفر ہوئے ہیں، صرف متنفر ہی نہیں بلکہ وہ عناد اور سرکشی پر اتر آچکے ہیں۔

برائے کرام......!

راہِ راست پر لانے کے لیے جارحانہ اور مخاصمانہ انداز چھوڑ دیں، شرم وحیاء اور دوسرے کی عزت نفس کے تقاضوں کا خیال رکھیں، تبھی جا کر انقلاب کی راہیں ہموار ہوں گی۔ دوران خطابت توہین آمیز لہجہ اختیار کرنا سراسر قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ [1]

---

[1] نحل:125

''(اے نبی! آپ (لوگوں کو) اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور ان سے ایسے طریقے سے مباحثہ کیجیے جو بہترین ہو۔ بلاشبہ آپ کا پروردگار اسے بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹک چکا ہے اور وہ راہِ راست پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔''

یاد رہے......!

تبلیغ کا عمل انتہائی سنجیدہ اور اہم ہے، اللہ کے سامنے جواب دہی کا احساس موجود ہو تو زبان کو بڑی ہی احتیاط سے حرکت دی جاتی ہے۔

④......لفظوں کی بمباری

حق کی تبلیغ میں سب سے زیادہ مؤثر الفاظ ہوتے ہیں، الفاظ سے سچائی کی طاقت اور دانائی کی خوشبو آنی چاہیے اور بالخصوص اختلافی مسائل بیان کرتے ہوئے بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے۔ آپ کا ایک ایک لفظ احتیاط کی کسوٹی پر پورا اترتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل علیہم السلام کی یہی تربیت فرمائی تھی کہ خطاب میں سختی کی بجائے نرمی کو مقدم رکھنا، ہوسکتا ہے تمہارے نرم لب ولہجے سے مخالف کے دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو فرعون جیسے ظالم کی طرف بھیجا تو اس بات کا حکم فرمایا:

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى [1]

''پس تم دونوں اس کو نرم بات کہنا۔ شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا ڈر جائے۔''

ذی وقار خطیب ملت......!

جب فرعون جیسے سرکش انسان کے سامنے نرم الفاظ اور حکیمانہ انداز کا خیال

---

[1] طٰہٰ:44

رکھنا فرض ہے تو آج کوئی گمراہ فرقہ ایسا نہیں جو فرعون سے زیادہ بدتر ہو، اس لیے اپنے بیان میں ہمیشہ نرم الفاظ استعمال کریں۔

قرآن مجید نے دوسری جگہ اس بات کی اہمیت کو ان الفاظ سے بیان فرمایا ہے:

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَةُ وَلَا السَّیِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ○ وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ○ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○ [1]

''اور اس سے بہتر کس کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیا اور کہا کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں؟ اور بھلائی اور برائی دونوں برابر نہیں، تم جواب میں کہو جو اس سے بہتر ہو۔ پھر تم دیکھو گے کہ تم میں اور جس میں دشمنی تھی وہ ایسا ہو گیا جیسے کوئی دوست ہو قرابت والا اور یہ بات اسی کو ملتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور یہ بات اسی کو ملتی ہے جو بڑے نصیب والا ہے اور اگر شیطان تمہارے دل میں کچھ وسوسہ ڈالے تو اللہ کی پناہ مانگو۔ بے شک وہ سننے والا، جاننے والا ہے۔''

پیارے خطبائے کرام......!

خطیب کا سب سے بڑا ہتھیار یہ ہے کہ وہ مخالفین کے ساتھ یک طرفہ حسن

[1] حم سجدہ:36-33

سلوک کرے۔ مخالف برائی کرے، تب بھی وہ بھلائی کرے۔ وہ اشتعال کے مقابلہ میں اعراض اور اذیت رسانی کے مقابلہ میں صبر کا طریقہ اختیار کرے۔ الفاظ کی نرمی اور یک طرفہ حسن سلوک میں اللہ تعالیٰ نے زبردست تسخیری طاقت رکھی ہے۔ اللہ کے دین کا خطیب، اللہ کی بنائی ہوئی فطرت کو اچھی طرح جانتا ہے اور وہ اس کو آخری حد تک استعمال کرتا ہے خواہ اس کو اپنے جذبات کو کچلنا پڑے یا اس کی خاطر اپنے اندر پیدا ہونے والے ردعمل کو ذبح کرنا پڑے۔ جب بھی خطیب کے اندر اس قسم کا خیال آئے کہ فلاں بات کا جواب جارحانہ انداز اور مخاصمانہ انداز میں ہونا چاہیے تو اس کو شیطانی وسوسہ سمجھ کر تھوک دے۔ اگر آپ کے الفاظ خنجر اور تلوار کا کام کر رہے ہیں تو پھر دل قریب ہونے کی بجائے پارہ پارہ ہو جائیں گے، نفرتیں بڑھیں گی، لڑائی اور جھگڑوں کو عروج ملے گا، اصلاح و تربیت کی تمام راہیں مسدود ہو جائیں گی اور آپ اپنے سخت الفاظ کی نحوست سے کبھی نہیں نکل پائیں گے۔

اور آپ کبھی وقت نکال کر غور کریں کہ ہمارے پیارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس قدر عظیم الشان اوصاف کے مالک تھے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نہایت واضح اسلوب میں یہ حقیقت آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی واضح کر دی تھی کہ اے میرے رسول! اگر آپ نرم دل اور نرم زبان نہ ہوتے تو یہ لوگ کبھی آپ کے قریب آ کر آپ کی دعوت کو قبول نہ کرتے۔ اللہ اکبر

(5)...... بے شرمی والے الفاظ

دوران خطاب ایسے الفاظ سے مکمل گریز کریں جو ذو معنی ہوں یعنی جن کے دو مطلب ہوں اچھا اور برا۔ پنجابی زبان میں تو بالخصوص زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے، ایسے الفاظ کہ جن سے بے شرمی اور بے حیائی کی بو آتی ہو ان کو استعمال نہ کریں یا

جن کا غلط مطلب نکلتا ہو ان سے گریز کریں۔ آج کل بعض خطبائے کرام کا شغل و مذاق اور دل لگی میں ایسے الفاظ بولنا معمول بنتا جا رہا ہے۔ کوئی روکنے، ٹوکنے اور بولنے والا نہیں، سب ڈرتے ہیں کہ حضرت کہیں بھری مجلس میں ہمیں بھی ذلیل نہ کر دیں۔ قرآن مجید نے بھی ایسے ذو معنی الفاظ سے اجتناب کا حکم دیا ہے جن سے توہین، ہتک، بے شرمی اور بے حیائی کا پہلو نکلتا ہو۔ فافهم، للعاقل تكفيه الاشارة

⑥......ناشائستہ مذاق اور لطیفے

دل بدن کا سب سے قیمتی ٹکڑا ہے۔ اور یہ نہایت حساس ٹکڑا ہے۔ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فضولیات سے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ زیادہ باتیں دلوں کی نرمی کو بالکل ختم کر دیتی ہیں۔

اور موجودہ عوام تو ہنس ہنس کر مردہ ہو چکی ہے، شغل و مذاق اور خوش گپیوں کی زیادتیوں نے دل مردہ کر دیے ہیں۔ دوران خطاب غور و فکر کا سماں رہے تو دلوں میں انقلاب پیدا ہوتا ہے، اگر آپ نے اپنے لمبے خطاب میں ایک چٹکلہ یا مزاحیہ لطیفہ بیان کر دیا تو سامعین کی ساری توجہ اسی کی طرف ہو جائے گی۔ سنجیدگی رہے گی نہ ہی اصلاح کا جذبہ پروان چڑھے گا۔

ہمیں ایک ذمہ دار عالم نے بیان کیا کہ شیخ القرآن محمد حسین شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ اوائل خطاب میں بہت زیادہ ہنسی کا ماحول پیدا کرتے تھے۔ لیکن کسی بزرگ نے آپ سے کہا: حضرت مجھے بتائیں! قرآن نے زیادہ ہنسایا ہے یا رلایا ہے......؟ شیخوپوری صاحب فرمانے لگے: قرآن مجید نے تو زیادہ رلایا ہی ہے۔ وہ کہنے لگے: حضرت آپ تو زیادہ ہنساتے ہیں، چنانچہ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ محتاط

اور سنجیدہ رویہ غالب رکھا اور لوگ آپ کے خطابات سے غور وفکر اور تقویٰ وطہارت کی انمول دولت لے کر جایا کرتے تھے۔

یاد رہے......!

خوش طبعی اور ہلکی پھلکی دل لگی میں اگرچہ کوئی مضائقہ نہیں لیکن حد سے تجاوز کرنا بہر حال غیر مناسب ہے۔ چٹکلے اور فرضی لطیفے سنا کر لوگوں کو ہنسانا اور بازاری ماحول بنا دینا یقینا اس پاک مشن اور مجلس کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے شخص کو جہنم کی وعید سنائی ہے جو لوگوں کو فرضی لطیفے سنا کر ہنسانے کی کوشش کرتا ہے اور اگر یہی مکروہ دھندہ صاحبِ علم وفضل شروع کر دیں تو معاشرہ میں اصلاح وتربیت کے تمام مواقع ضائع ہو جائیں گے۔ لطیفوں سے محافل کو گرمانے والے اپنے انجام پر غور فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَيْلٌ لِلَّذِيْ يُحَدِّثُ فَيَكْذِبُ لِيُضْحِكَ بِهِ الْقَوْمَ وَيْلٌ لَهُ ثُمَّ وَيْلٌ لَهُ [1]

''ہلاکت ہے ایسے شخص کے لیے جو بات کرتے ہوئے اس لیے جھوٹ بولتا ہے کہ وہ لوگوں کو اس کے ذریعے ہنسائے، ہلاکت ہے اس کے لیے، پھر ہلاکت ہے اس کے لیے۔''

اسی طرح فحش مذاق کرنا اور مذاق ہی مذاق میں شرم وحیاء کے تمام تقاضے پامال کر دینا اس قدر سنگین گناہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے نفرت کرتے ہیں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن ابی داود: 4990، ترمذی: 2315 حدیث صحیح

إِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ [1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ فحش کلامی کرنے والے، بدزبانی کرنے والے سے بغض رکھتے ہیں۔''

منبر ومحراب کے وارثو......!

ذرا غور فرمائیں......اگر آپ کے غیر مہذب مذاق، فحش مذاق یا فرضی لطائف سے پروگرام میں بیٹھنے والے بعض آوارہ مزاج بہت زیادہ قہقہے لگا کر خوش ہو لیتے ہیں تو عرش پر بیٹھا رب رحمن آپ پر سخت ناراض ہو جاتا ہے۔ کیا لوگوں کو خوش کرتے ہوئے عرش والے رحیم وکریم کو ناراض کر لینا آپ کے لیے کامیابی ہے......؟

کیا اب بھی آپ کا اسی روش پر چلتے رہنا آپ کے لیے بہتری کا سامان ہے......؟ غور کرتے ہوئے کسی نتیجہ پر پہنچیں۔

⑦......گالیاں دینا

گالی کبیرہ گناہ ہے۔ خطبات کا اصل مقصد یہی ہے کہ لوگوں کی تربیت ہو، گالیوں کی جگہ ذکر کرنے کی عادت پڑے، کسی خطیب کو سنگین صورت حال میں بھی گالم گلوچ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ چہ جائیکہ نجی محفلوں میں بات بات پر گولوں کی طرح گالیاں برسائی جائیں اور کئی بے باکی کے عالم میں مسجد کے پاکیزہ منبر پر بھی بے ہودہ گوئی سے باز نہیں آتے جبکہ دین اسلام ہمیں یہاں تک منع کرتا ہے کہ ہم کفار کے بتوں کو بھی گالیاں نہ دیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر غور فرمائیں:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى

---

[1] جامع ترمذی: 2002، صحیح لغیرہ۔

رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ○ [1]

''اور اللہ کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں ان کو گالی نہ دو ورنہ یہ لوگ حد سے گزر کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر گروہ کی نظر میں اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے۔ پھر ان سب کو اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے اس وقت اللہ انہیں بتادے گا جو وہ کرتے تھے۔''

اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک ارشاد فرمایا ہے کہ

''شیطان کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ میں آیا کرو، اس کو گالیاں نہ دیا کرو۔'' [2]

گالم گلوچ کرنے والے بعض اہل بدعت کو جواب

بعض اہل بدعت اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہوئے بہت زیادہ بے ہودہ زبان استعمال کرتے ہیں۔ فوراً جوابی کاروائی میں سخت جواب دینے سے گریز کریں اور اپنی دعوت کو دلائل سے پیش کرتے رہیں۔ گالیوں کے جواب میں گالیوں پر اتر آنا اہل حدیث کی شان نہیں ہے۔

ہمیں یاد آیا کہ ایک دفعہ مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں کامونکی میں چند اہل بدعت نے غلیظ زبان استعمال کی، بدکلامی اور گالیوں کی انتہا کر دی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے صبح فجر کے بعد درس شروع کیا تو فرمانے لگے:

''اے لوگو! مجھے بہت افسوس ہوا ہے کہ رات دور دراز سے اہل بدعت نے تشریف لا کر برسرِ منبر ہمیں گالیاں دی ہیں۔ اگر یہی کام کرنا تھا تو کامونکی کے آوارہ مزاج نوجوان بھی کر سکتے تھے، اس ناپاک کام کے لیے دور دراز سے خطباء کو دعوت دینے کی

---

[1] انعام: 109

[2] اس سلسلہ میں ہماری کتاب ''گالی ایک سنگین جرم'' (طبع مکتبہ قدوسیہ) کا ضرور مطالعہ فرمائیں

آخر کیا ضرورت تھی......؟ سنو! ہمارا کام تو قرآن و حدیث سنانا ہے، اللہ تعالیٰ کے قرآن پر غور فرماؤ......الخ''

حضرت شاہ صاحب نے گالیوں کے جواب میں خوب قرآن پڑھا اور احادیثِ رسول ﷺ سنانے کی انتہا کر دی۔ اپنے مسلک کی عزت کے لیے مخالفین کے غیر سنجیدہ اقدام کو نظر انداز کرتے رہیں اور مثبت انداز میں ردعمل کا اظہار کریں، ہر پریشانی سے نجات ملے گی اور کامیابی کی راہیں ہموار ہوں گی۔

⑧......ذاتیات پر حملے:

معاملہ مسلکے کی حد تک رہے تو اس میں خیر ہے، تنظیمی اختلافات کو اپنے اجلاسوں تک محدود رکھیں، کبھی اختلاف کو ذریعہ نفاق نہ بنائیں،

نام لے کر کھلی تنقید کرنا......

مخالف کے ذاتی عیوب بیان کرنا......

یا اس کے گھر والوں کی عزت پر حملہ کرنا......

یا اس کو غیر سنجیدہ القاب سے للکارنا یہ خطبائے عظام کا انداز نہیں بلکہ کمینے لوگوں کا کام ہے۔ اعلیٰ ظرف اور باحیاء خطباء ایسا ظرف ہرگز اختیار نہیں کرتے۔

اور یاد رہے......!

متعین طور پر غلط شخص کو نام بنام ملامت کرنے سے اس کی کسی صورت بھی اصلاح نہیں ہو سکتی، بلکہ وہ اصلاحِ حال کی بجائے ضد، ہٹ دھری اور سرکشی میں اور آگے بڑھے گا......اور یہ سارا کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں

رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہم علما اور خطبا کے لیے بھی بہترین نمونہ ہے۔

سیرت صرف سنانے کے لیے نہیں، یہ میرے اور آپ کے اپنانے کی چیز بھی ہے۔ سنانے میں کمی رہ جائے تو کوئی بات نہیں، البتہ اپنانے میں کوئی کمی نہیں رہنی چاہیے، لیکن اس وقت ہمارے ہاں سنانے میں کوئی کمی نہیں اور سیرت اپنانے میں کمی ہی کمی ہے۔ ساری زندگی اخلاقِ مصطفیٰ بیان کرنے والے جب اپنی باری آتی ہے تو درندوں سے زیادہ بدتر ہو جاتے ہیں......

بہرصورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحت کا انداز یہی تھا کہ آپ جب بھی اصلاح فرماتے تو یہی فرماتے: مابال اقوامٍ ''لوگوں کو کیا ہو گیا ہے وہ ایسی ویسی حرکتیں کیوں کرتے ہیں'' عمومی طور پر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اصلاح فرماتے، نام لے کر کسی کو چوٹ کرنا...... یہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ نہیں تھا۔

مگر صد افسوس......!

بے راہ روی کے اس دور میں یہ سلسلے سرِ عام اسٹیجوں پر چل نکلے ہیں۔ چند دن قبل میری نظروں سے ایک بے حد غلیظ تحریر گزری ہے جس کا نام ''ایک بت شکن کے قلم سے'' تھا...... اسے دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا تھا کہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

وہ عظیم شخصیت جو تیس سال قبل رخصت ہو چکی ہے، اس کے بارے میں بدزبانی اور الزام تراشی کی انتہا...... روزِ قیامت یہ لوگ اس شخصیت کو کیا جواب دیں گے جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کرے گی۔ زندہ انسان سے معافی تلافی ہو سکتی ہے، فوت شدہ سے اب کیسے کی کیسے معافی مانگو گے......؟

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس طرح کی حماقتوں سے بچا لے اور ہمیں صحیح بصیرت عطا فرمائے۔ آمین!

⑨...... بے باکی اور شوخ مزاجی:

ہماری نجات اور کامیابی اسی میں ہے کہ ہم اپنی زبان پر پہرہ مضبوط رکھیں اور اگر دل میں ایمان کی رتی بھی موجود ہے تو پھر منہ سے وہی بات کریں جو فائدہ مند ہو۔ بصورتِ دیگر خاموشی بھی بہت بڑی عبادت ہے۔

سادگی اور سنجیدگی اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ پسند ہے اور اس میں قدرت نے بہت کشش رکھی ہے۔ سادہ مزاج اور سنجیدہ شخصیت کا مالک خطیب اسٹیج پر ہی نہیں، بلکہ سامعین کے دلوں پر بھی حکومت کرتا ہے۔ بے ادبی، بدتمیزی، زیادہ بے باکی اور شوخ مزاجی سے عارضی طور پر مجمع سازی تو ہوتی ہے لیکن جہاں خطیب صاحب کا وقار مجروح ہوتا ہے وہاں خطاب کا اثر بھی نہ ہونے کے برابر رہ جاتا ہے۔ بھری مجلس میں سامعین میں سے کسی کو شرمندہ کر دینا یا مذاق کرتے ہوئے اس کے جذبات کو مجروح کر دینا یقیناً بہت بڑی حماقت ہے لیکن آج اس حماقت کو عظمت سمجھ کر کیا جاتا ہے۔

یہاں بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں خطیب صاحب بڑے کھلے ذہن کے ہیں، علم وعمل کے ساتھ ساتھ زبان کے معاملہ میں بھی احتیاط نہیں کرتے، لیکن لوگ انہیں بڑے شوق سے سنتے ہیں اور ان کا نام کامیاب خطباء کی لسٹ میں سرفہرست ہوتا ہے، اس کی کیا وجہ ہے......؟ حقیقت میں وہ علمی اور عملی کوتاہیوں کے پیکر ہوتے ہیں لیکن عوام ان کی دیوانی ہوتی ہے......؟

اس حوالہ سے ہم صحیح البخاری کی ایک روایت کا ٹکڑا بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی خطیب اپنی بے عملی کے باوجود نقطہ عروج پر ہے تو وہ اس کو کامیابی نہ سمجھے...... کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام آوارہ مزاج، فاسق وفاجر اور بے عمل لوگوں سے بھی لے لیتا ہے۔ امت کو ان سے خیر پہنچتی ہے لیکن وہ خود سرتا پا ناکامی کی دلدل

میں اترے ہوتے ہیں۔آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ [1]

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس دین کی مدد فاجر آدمی کے ذریعے بھی کرتا ہے۔''

اور عربی زبان میں فاجر'' بے عمل، بدعمل، گناہوں میں نڈر، بے دھڑک برائی کرنے والے، جھوٹی قسم کھانے والے اور گنہگار آدمی کو'' کہتے ہیں۔ ہر خطیب اپنی عملی زندگی کے کردار کو اپنے سامنے رکھ کر اس بات کا جائزہ لے سکتا ہے کہ میری حیثیت ایک رجل فاجر کی ہے یا متقی بااخلاق خطیب کی ہے......؟

اللہ تعالیٰ ہمیں عاجزی وانکساری کا پیکر بنائے اور ہر شخص کے جذبات اور وقار کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

10......غیر محتاط گفتگو کرنا:

ہر بات مجمع عام میں کرنے والی نہیں ہوتی، خطبا کو آپس کے ذاتی اختلافات یا انتظامی معاملات خطاب میں بیان نہیں کرنے چاہئیں اور نہ ہی فریق مخالف کے کسی مؤقف کو اپنی طرف سے بگاڑتے ہوئے اس میں رنگ بھرنا چاہیے۔

انتظامی اختلافات کو بیان کرنے کا محل ''تنظیمی اجلاس'' ہے۔ وہاں کھل کر اپنی رائے اور اپنا موقف بیان کریں......لیکن افسوس یہ ہے کہ اجلاسوں میں کسی دوسرے فریق کو ادب واحترام سے سنا ہی نہیں جاتا...... جب اجلاس میں دوسرے فریق کو اہمیت نہیں ملتی پھر وہ اپنے جذبات اور اپنی باتیں کھلے عام کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔لیکن یہاں یہ بات یاد رہے کہ کھلے عام تنظیمی اختلافات کو فروغ دینا خود کو

[1] صحیح البخاری:3062

تماشا بنانے والی بات ہے۔

آج کل ایک اور قباحت بھی سامنے آئی ہے کہ بعض خطبا اپنی طرف سے مخالف کے موقف کو میک اپ کرتے ہوئے بڑھا چڑھا کر اپنی طرف سے کئی باتیں شامل فرما دیتے ہیں، جبکہ ایسا کرنا ہرگز درست نہیں، بلکہ خطرناک جرم اور تہمت کے زمرہ میں آتا ہے۔

فریق مخالف کے موقف کو اچھی طرح سمجھیں اور مکمل غور کے بعد پھر اس کو بیان کرتے ہوئے اس کی اصلاح کریں اور اپنے صحیح عقیدے کا دفاع کریں۔

اصلاح کی تیسری راہ

چمن میں تلخ نوائی میری گوارہ کر
زہر بھی کرتا ہے کبھی کارِ تریاقی

تمہیدی......مگر بڑے کام کی باتیں

قرآن مجید ہم سب کے لیے ہدایت کی کتاب ہے، اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کو اس بات کا حکم ارشاد فرمایا کہ آپ اہل ایمان کو بھلی باتوں کے ساتھ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ خیر کے ساتھ نصیحت کرنا ایمان والوں کو بہت زیادہ فائدہ دیتا ہے، جس دل میں ایمان ہوگا وہاں پر اچھی بات اور اچھی نصیحت بہت زیادہ اثر کرے گی۔ معاشرے میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں:

① ...... بات کو سن کر اس کا مناسب اور بہتر مطلب لینے والے

② ...... بات کو سن کر اس کا غلط اور الٹا مطلب لینے والے

❶ ...... پہلی قسم کے لوگ نہایت عظیم اور اعلیٰ ظرف ہوتے ہیں، پاکیزہ اور نفیس لوگ ہر بات میں خیر کا کوئی نہ کوئی پہلو ضرور نکال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ایسا شخص ہی سمجھدار ہے۔ جس شخص میں یہ خوبی نہ ہو وہ سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن بارگاہِ الٰہی میں عقل مند نہیں ہو سکتا۔

آیئے......! اس بات کو کلامِ الٰہی سے اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ ﴾ ❶

”جو بات کو توجہ سے سنتے ہیں، پھر اس کے بہترین پہلو کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ

---

❶ الزمر: 18

لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت بخشی ہے اور یہی عقل والے ہیں۔''

کیا آپ انہی عقل مند لوگوں کی صف میں شامل ہیں......؟ اپنے رویے اور کردار کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائیں اور پھر آگے مطالعہ کریں.....!

ہم نے اپنی اس کتاب میں بھی نوخیز خطبائے کرام اور نوخیز علمائے عظام کے لیے کئی مفید باتیں تحریر کرتے ہوئے بعض مروجہ کوتاہیوں کی نشاندہی کی ہے۔ الحمدللہ......! تقریباً سینکڑوں اہلِ علم اور اہلِ زباں نے ہمیں بہت زیادہ مبارکباد دیتے ہوئے ہماری بہت زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔

بہرصورت ہمیں ہمارا مقصد حاصل ہوا کہ میدانِ خطابت میں اترنے والوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھا اور روشنی کے سفر میں آگے بڑھے۔ اللہ تعالیٰ ایسے نیک فطرت اور صاحبِ بصیرت خطبائے کرام کو دین و دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرمائے۔ آمین!

۲......دوسری قسم ان لوگوں کی ہوتی ہے کہ جب بھی کوئی حق بات ان کے سامنے آئے تو شیطان اس کو غلط معنی پہنا کر ان کے ذہنوں کو پھیر دیتا ہے اور وہ بات کے مثبت پہلو کو چھوڑ کر منفی پہلو کی طرف اپنی سوچوں کے گھوڑے دوڑا دیتے ہیں اور شیطانی فریب میں اس قدر جکڑے جاتے ہیں کہ ہر اچھی بات کے مقصد کو فوت کر کے اس کے مفہوم کو بگاڑنا اور اچھالنا ان کی زندگی کا معمول بن جاتا ہے۔

ایسے بیمار ذہن لوگوں نے اپنی نجی مجلسوں میں ہماری خوب خبر لی اور ہمیں بہت کچھ کہا، نیتوں پر حملے کیے، مقاصد کو پس پشت ڈال دیا، سمجھنے سیکھنے اور بدلنے کی بجائے ہٹ دھرمی پر اتر آئے......بہرحال ایسا کرنے والوں نے سوائے اپنے اعمال کی تباہی کے ہمارا ذرہ بھر نقصان نہیں کیا، کیونکہ عزت و ذلت کے سارے

اختیارات بندوں کے پاس نہیں، بلکہ مالکِ کائنات، خالق ارض وسماء کے پاس ہیں۔

ہم اپنی کتاب اصلاح کی راہیں کی وساطت سے اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں توحید وسنت کا ہر داعی اور خطیب حد درجہ محترم ہے اور جن کوتاہیوں کی ہم نے نشاندہی کی ہے ان میں سے اکثر خامیاں فرق ضالہ میں ہیں اور ہماری جماعت کے خطبائے کرام الحمدللہ بہت حد تک ان سے ابھی تک محفوظ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے۔ ہمارا اپنی اس کتاب میں ان خامیوں کا ذکر کرنا صرف اور صرف بطورِ انتباہ ہے اور اگر بعض سنگین کوتاہیوں کی نشاندہی خیر کے جذبے سے کر دی جائے تو ہمارے نزدیک وہ بھی اعلیٰ ترین عبادت کا درجہ رکھتی ہے۔

اور یاد رکھو......! زندگی میں آپ کا سب سے بڑا محسن وہ ہے جو آپ کو آپ کے عیب کے متعلق خبر دے...... ہمہ وقت مدح سرائی کرنے والے دوست کے روپ میں بدترین دشمن ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطانیت کے غلبے سے بچا کر ایمانی اوصاف سے مزین ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مذہبی جماعتوں کے خطبائے کرام معصوم نہیں ہیں

ہمارے عقیدے کے مطابق معصوم عن الخطا صرف اور صرف انبیا و رسل علیہم السلام ہیں، ان کے علاوہ ہر کسی سے ہر قسم کی غلطی سرزد ہوسکتی ہے اور بالخصوص موجودہ حالات میں جبکہ ہر طرف حرص وہوس اور گمراہی کا غلبہ ہے، جذبات میں آ جانا، زبان کا ناروا استعمال کرنا اور دورانِ خطاب وہ کچھ کہہ جانا کہ غضبِ الٰہی بھڑک اٹھے...... یہ سب کچھ ممکن ہے، بلکہ اب تو یہ روٹین کے معاملات بنتے جا رہے ہیں۔ اور بعض جماعتوں کے خطبائے کرام کی زبانیں تلوار سے زیادہ کام کر رہی ہیں جہاں وہ جاتے ہیں سوائے لڑائی جھگڑے اور بدگمانی کے بیج بونے کے کچھ نہیں کرتے۔

میدان خطابت میں اترنے والے میرے پیارے بھائی......! خود کو گنہگار سمجھتے ہوئے ہمیشہ اپنی اصلاح کی کوشش کیا کریں، منبر پر بیٹھنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ معصومیت کی کرسی پر بیٹھ گئے ہیں، آپ سے کوئی غیر شرعی اور غیر اخلاقی جملہ نہیں نکل سکتا...... احتیاط کریں اور جس قدر ممکن ہو ہر قسم کی بے باکی اور آوارگی سے اپنے آپ کو بچائیں۔ خود کا محاسبہ جاری رکھیں، اپنے آپ کو معصوم عن الخطاء نہ سمجھیں،

ایک مسلمان دانشور کا کہنا ہے کہ میرا سب سے بڑا محسن وہ ہے جو مجھے میرا عیب بتلائے، تاکہ میں روزِ جزا اللہ کی عدالت میں ذلت سے بچ جاؤں''

یاد رہے......! ہٹ دھرم، ضدی اور خود کو معصوم عن الخطاء سمجھنے والا خطیب کا اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے محفوظ رہنا اتنا آسان نہیں۔

اختلاف کو ذریعہ نفاق نہ بنائیں

جس طرح ہر شخص کی رنگت، قدکاٹھ دوسرے سے مختلف ہے، اسی طرح رائے بھی ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ آپ کے نقطہ نظر اور موقف سے ہر کوئی اتفاق کرلے، آپ اچھے طریقے سے اپنی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے صرف اور صرف حق کا اظہار فرمائیں، دوسروں پر سختی سے حق مسلط کرنے کی کوشش نہ کریں۔ اللہ پاک نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمایا [لست علیھم بمصیطر]

البتہ اگر آپ کے دل ودماغ میں حق منوانے کا بہت زیادہ جذبہ ہے تو حق منوانے کے لیے دوسرا مرحلہ کردار کا ہوتا ہے کہ آپ حق سنانے کے بعد اپنے مخالف کے سامنے ایسا مثالی کردار پیش کریں کہ وہ حق کو ماننے پر مجبور ہو جائے۔ لیکن ہم جادو جیسا اثر رکھنے والے دوسرے مرحلے پر توجہ ہی نہیں کرتے اور سنانے کے فوراً بعد......

اب تو بعد کی بات بھی دور ہے ہم تو سناتے ہوئے بھی ایسا انداز اور ایسے الفاظ بول جاتے ہیں کہ ابلاغ حق کی تمام راہیں ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتی ہیں۔

پیارے خطبائے کرام......!

جو شخص بھی آپ سے اختلاف کرے، اس سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے لیے دعا کریں' چہ جائیکہ ہر وقت تنقید کی بوچھاڑ کرتے ہوئے آپ اپنا اعمال نامہ ہی تباہ کرلیں۔ اختلاف کو ذریعہ نفاق بنانے والے اہل علم کم ظرف اور کمینے ہوتے ہیں۔ ہمیں نجی سطح پر معمولی اختلافات کو بنیاد بنا کر ایک دوسرے کے خلاف ہرزہ سرائی نہیں کرنی چاہیے۔ آنے والی بات مجھے بڑے صدمے سے تحریر کرنا پڑ رہی ہے کہ بعض خطبائے کرام، کارکنان اور عہدیداران کا رویّہ باہم ایک دوسرے کے بارے میں اس قدر سخت ہوتا ہے کہ جیسے آپس میں کفر و اسلام کی جنگ ہے۔

آپس میں ایک دوسرے کے متعلق نرم رویہ رکھیں، منہج، موقف یا بعض مسائل میں قدرے اختلاف کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مخالف کی کردار کشی کی جائے اور ہر دوسری مجلس میں اس کے خلاف زہر اگلا جائے......اس وقت یہ مرض صرف بعض خطبا میں نہیں، بلکہ بڑے بڑے اہل علم بھی اس کا شکار ہیں۔

خدارا......! معمولی اختلاف کو ہوا دے کر اس کو ذریعہ نفاق نہ بنائیں۔ اسی طرح اہل باطل کے خطبا کا اصلاح کے جذبہ سے علمی تعاقب ضرور ہونا چاہیے تاکہ شرک و بدعت کی تمام پگڈنڈیاں ختم ہو جائیں اور لوگ توحید و سنّت کی روشن شاہراہ پر گامزن ہو جائیں۔ لیکن ایک بات کا ضرور خیال رکھیں کہ فریق مخالف کا رد کرتے ہوئے ذاتیات پر نہ اترا جائے، بازاری زبان استعمال کی جائے نہ ٹھٹھہ مذاق کیا جائے اور نہ ہی کسی مخالف کی تذلیل کی جائے۔ ایسے حکیمانہ اسلوب سے بہت سے ہٹ دھرم بھی حق کو قبول کرلیں

گے یا کم از کم وہ سوچنے سمجھنے پر ضرور مجبور ہو جائیں گے۔

اخلاق کے واقعات کیا صرف سنانے کیلئے ہیں؟

بحیثیت انسان سوائے انبیاء ورسل علیہم السلام کے کوئی شخص بھی غلطی سے پاک نہیں۔ اگر کوئی آپ کی اصلاح کرے یا خیر کے جذبے سے آپ پر تنقید کرے تو خندہ پیشانی سے اسے قبول کرتے ہوئے ایسے محسن کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

لیکن ہمارے ہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ ساری زندگی اخلاقِ رسول اور اخلاقِ صحابہ کے واقعے سنانے والے جب ان کے خلاف کوئی بات ہوتی ہے یا ان کو ان کے عیب کے متعلق خبر دی جاتی ہے تو وہ اخلاقیات تو درکنار انسانیت کی بھی ساری حدیں پھلانگ جاتے ہیں۔ کل تک جو ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ اور اس جیسے دیگر واقعات کو منبر ومحراب پر جھوم جھوم کر بیان کرتے تھے۔ آج جب ان کی اپنی باری آئی ہے تو وہ سب کچھ بھول گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یاد رہے......! یہی وہ ہماری غفلت ہے، جس کی وجہ سے اللہ کی رحمت نصیب ہوتی ہے نہ ہی لوگوں کی سچی محبت۔

ارادہ آخرت بنانے کا یا نوٹ کمانے کا؟

آپ قرآن مجید میں انبیاء ورسل علیہم السلام کی دعوتی زندگی کا مطالعہ کرلیں تو آپ کو ہر نبی کی سب سے پہلی صدا یہی ملے گی: اے لوگو! اللہ کے فرمانبردار بن جاؤ اور اپنی آخرت کی فکر کرلو میں تم سے دنیا کی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کرتا ہوں۔ اللہ اکبر

اسلاف میں سے کسی سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آج کے خطبا کی نسبت پہلے لوگوں کی باتوں میں بہت زیادہ اثر ہوتا تھا...... وہ جواب میں فرمانے لگے:

ہمارے اسلاف جب بھی بولتے تھے وہ اسلام کی عزت کے لیے، لوگوں کی ہدایت کے لیے اور اللہ کی رضا کے لیے بولتے تھے اور آج کل کے ہمارے خطبا اکثر بولتے ہیں تو اپنے نفس کی عزت، دنیا کی طلب اور لوگوں کی خوشنودی کے لیے بولتے ہیں اور وہ رب کی رضا کے لیے اپنے کسی بھی حق کو قربان کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آئے دن گمراہی اور فسادات بڑھ رہے ہیں۔

امام یحییٰ قطان فرمایا کرتے تھے کہ ایسا خطیب جس کی نگاہ صرف پیسوں پر ہے اس جیسا بدترین شخص آسمان کے سائے تلے کوئی نہیں...... اس سے بڑھ کر برائی کیا ہوسکتی ہے کہ وہ دین کا نام لے کر دنیا کا حریص بنا بیٹھا ہے۔ [1]

خطاب پر جانے سے قبل اپنی نیت کو اچھی طرح دیکھ لیں کہ آپ کا مقصد کیا ہے......؟ آپ بیوی بچوں اور اپنے آرام کو چھوڑ کر دور دراز علاقے میں کیا لینے جا رہے ہیں......؟ مقصد اللہ تعالیٰ کو خوش کر کے آخرت بنانا ہے یا صرف اور صرف نوٹ کمانا ہے......؟ اگر آپ کا مقصد آخرت بنانا ہے تو آپ سفر میں آنے والی ہر تنگی پر بہت لطف محسوس کریں گے اور اگر آپ کا مقصد سہولیات لینا ہے، دنیا کمانا اور بنانا ہے تو پھر دین کی آڑ میں نوٹ کمانے والے دونوں جہانوں میں ذلیل ہوتے ہیں۔

ایک معروف خطیب ایک خطاب سے واپس آئے تو جلسے والوں نے نہ ہونے کے برابر خدمت کی جو کہ کار کے کرائے سے بھی کم تھی، ساتھ بیٹھنے والے ساتھی نے سختی کے ساتھ واپس جا کر ان سے زیادہ رقم لینے کا ارادہ ظاہر فرمایا تو خطیب صاحب فرمانے لگے: آرام سے بیٹھ جاؤ......! میں نوٹ کمانے گھر سے نہیں نکلتا......! میں تو صرف اس لیے گھر سے نکلتا ہوں کہ چار بندے جنازے میں پہنچ

---

[1] سیر اعلام النبلاء: 7/243

جائیں اور میری آخرت بن جائے......! اللہ اکبر

ذی وقار خطبائے کرام......! اخلاص سے کی جانے والی خطابت ایسی اعلیٰ عبادت ہے کہ اس کا ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ مخلص خطیب کے کسی بول کو زمین پر نہیں رہنے دیتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ بیان کے ایک ایک موتی کو اپنی بارگاہ میں پیش کرنے کے لیے لاکھوں فرشتوں کو دنیا میں پھیلا رکھا ہے۔

جس خطاب پر آپ کی خدمت شایانِ شان نہیں ہوئی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ کی عزت نہیں کی گئی یا پروگرام ناکام رہا ہے بلکہ ایسا اخلاص بھرا بیان تو اللہ کے ہاں اتنا قیمتی ہے کہ اس نے آپ کے ایک ایک بول کو تولنے کے لیے ترازو نصب کر رکھے ہیں جس میں آپ کے بیان کو پورا پورا تولا جاتا ہے اور آپ کے بیان کی ایک رتی بھی ضائع نہیں کی جاتی۔ سبحان اللہ......! بتائیں اس سے بڑھ کر شان کیا ہوسکتی ہے......؟

اللہ کرے کہیں یہ بیماری ہمیں نہ لگے

اگر تھوڑا سا باہر کی دنیا کی طرف جھانکا جائے تو ایک مسلمان حیرت کے مارے دم بخود ہو جاتا ہے کہ کون سا دھندہ ہے جو دین کے نام پر نہیں کیا جاتا۔ آپ کو باہر کی دنیا میں کئی ایک نعت خواں اور واعظ ایسے ملیں گے جو باٹا شوز کی طرح بہت مہنگے ہیں۔ ان کے رنگ تو بہت ہیں لیکن دو تین پہلو نمایاں کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمارے نوخیز علما و خطبا ان سے اچھی طرح آگاہ رہیں۔

① ......بعض نعت خواں اور واعظ عام جگہ......کسی غریب انتظامیہ والی مسجد کو وقت نہیں دیتے......بڑی جرأت سے جھوٹ بولتے ہوئے جواب دیا جاتا ہے کہ ہمارے پاس وقت ہے نہ فرصت، بلکہ سب وعدے دیئے ہوئے ہیں اور اس جھوٹ

کی وجہ صرف اور صرف یہی ہوتی ہے کہ ان کو وہاں سے فیس، کھانا، چندہ اور ان کی شان کے مطابق دیگر لوازمات حاصل نہیں ہوتے۔

اور اگر اس تاریخ اور اسی رات کا وعدہ، کوئی پیسے روپے والا تاجر مانگ لے تو پھر ڈائری کے سارے صفحات ان کے سامنے خالی رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اس کو کہتے ہیں دین کے نام پہ دکانداری......اعاذنا اللہ منہ

②...... بعض نعت خواں اور واعظ حضرات ایسے بھی ہیں جو خود سفری اخراجات کا مطالبہ کرتے ہیں نہ اظہار کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے متعلق کسی دوسرے کو محسوس ہونے دیتے ہیں، بلکہ انھوں نے اپنے دلال اور نمائندے رکھے ہوئے ہیں فیس اور دیگر لینے دینے کے تمام مراحل وہی طے کرتے ہیں، جہاں ان کو مفاد زیادہ نظر آتا ہے، چندے کی خاصی امید ہوتی ہے وہاں وہ باآسانی پہنچنے کا وعدہ کرتے ہیں اور جہاں مفادات کم ہوں یا نہ ہوں تو وہ ایسے لوگوں کی کال سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ یہ بھی ایک خطرناک روش ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

③...... بعض نعت خواں اور واعظ حضرات بڑے بے باک اور بہادر ہوتے ہیں ان کے کاغذوں میں دعوتی پروگراموں کے متعلق مالی معاملات فکس کرنا، ٹک ٹکا اور مک مکا کرنا معمولی بات ہے۔ وہ بڑے دھڑلے سے اپنی فیس بتاتے ہیں اور باقاعدہ کلومیٹر اور ضلعے کا حساب لگا کر بتاتے ہیں اور اگر کہیں کوئی خدشہ نظر آئے تو پروگرام پر جانے سے پہلے ہی اپنا اکاؤنٹ نمبر بھیجتے ہوئے فیس ٹرانسفر کروا لیتے ہیں تاکہ بعد میں کوئی بدمزگی نہ ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ سارے انداز انتہائی نامناسب ہیں ان کی جس قدر بھی حوصلہ شکنی کی جائے وہ کم ہے۔ اور اس حوالے سے جتنی [illegible] کی جائے وہ کم ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے واعظین اور نعت خواں حضرات [illegible] ناک رویے سے محفوظ رکھے۔ آمین!

دنیا کے حریص اور دنیا کو مقدم رکھنے والے خطبا وعلما حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پر غور فرمالیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

بَشِّرْ هٰذِهِ الْاُمَّةَ بِالسَّنَاءِ وَالرِّفْعَةِ وَالدِّيْنِ وَالنَّصْرِ وَالتَّمْكِيْنِ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ عَمَلَ الْاٰخِرَةِ لِلدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ فِي الْاٰخِرَةِ نَصِيْبٌ [1]

''اس امت کو کامیابی، بلندی، دین ونصرت اور زمین میں اقتدار کی خوشخبری دے دو، جس شخص نے آخرت کے لیے کیے جانے والے عمل کو دنیا کے لیے کیا اس کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔''

ہمارے ایک معروف مؤرخ رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک کتاب میں قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ کی للّٰہیت اور ان کے اخلاص کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قاضی صاحب کا اسلوبِ دعوت حد درجہ حکیمانہ تھا...... دعوت کی آڑ میں وہ دنیا کے مفادات حاصل نہیں کیا کرتے تھے جیسا کہ آج کل کے مبلغین کے اسلام کا طرزِ عمل ہمارے سامنے ہے۔ وہ جہاں جاتے ہیں ٹھونک بجا کر پیسے لیتے ہیں، اپنے خادموں اور ساتھیوں کا کرایہ مع ''سود'' کے وصول کرتے ہیں۔ کہیں سے پیسے کم ملنے کا شبہ ہو تو وہاں جانے سے صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی تبلیغ اسلام وہیں جلوہ دکھاتی ہیں وہاں نوٹ اچھلتے ہوں اور چاندی چمکتی ہو......

صاحبِ حیثیت خطبا زکوٰۃ لینے سے بچیں

زکوٰۃ کے مصارف صرف آٹھ ہیں اور محتاج لوگوں کا حق ہے۔ فی سبیل اللہ

---

[1] مسند احمد: 5/134

سے مراد اکثر مفسرین کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ ہے لیکن اگر اس میں وسعت کرتے ہوئے بعض دینی کاموں کو بھی فی سبیل اللہ میں شامل کر دیا گیا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ فی سبیل اللہ کی آڑ میں زکوٰۃ کے مصارف اسّی [80] سے بھی زیادہ بنا لیے جائیں اور زکوٰۃ کا مال بے دریغ اڑا دیا جائے۔

آج کل تو زکوٰۃ کے مال سے ایسے ایسے تکلفات کیے جاتے ہیں اور ایسی ایسی سہولیات اٹھائی جاتی ہیں کہ درمیانی سطح کے تاجر حضرات ان سہولیات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ہمارے جو خطبائے کرام صاحبِ ثروت ہیں، ذاتی مکان اور ذاتی گاڑی کے مالک ہیں اور ماشاء اللہ ماہانہ آمدنی بھی ہے تو ان کی خدمت میں بڑے ہی ادب سے گزارش ہے کہ وہ حتی المقدور زکوٰۃ فنڈ سے خدمت نہ لیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث کے مطابق ایسا کرنا درست معلوم نہیں ہے انہیں زکوٰۃ نہیں لگتی۔ یہ محتاجوں کا حق ہے، یتیموں بیواؤں کا حق ہے جو وہ اپنے پیٹوں میں ناحق ٹھونستے ہیں۔

ایسے تو نہ کیا کریں

جن لوگوں میں کوئی صلاحیت بھی نمایاں ہو تو ایک وقت آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے لوگوں کو معاشرے میں اعلیٰ مقام عطا کر دیتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ ہم میں سے کسی کو عزت وعظمت سے نوازے تو اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کے بعد بنیادی کرنے والا کام یہ ہے کہ وہ اپنے پیاروں کو آخر حد تک اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کرے، ان کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ان کی سفارش کو بھی اہمیت کی نظر سے دیکھے۔ اس حوالے سے تین گزارشات پیش خدمت ہیں:

① ...... مقام و مرتبہ ملنے کے بعد اپنے اساتذہ کے حقوق اور ان کے ادب

واحترام سے پہلو تہی اختیار نہ کیا کریں...... ایسی صورت میں اللہ کی رحمت اور برکت سے محرومی بھی ہوسکتی ہے۔ ہمیں چند دن قبل ایک محترم شیخ نے بتایا کہ فلاں معروف خطیب صاحب میرے شاگردوں میں سے ہیں اور وہ تقریباً اکثر میرے علاقے میں آتے رہتے ہیں لیکن ان کا آنا جانا صرف ان لوگوں کے پاس ہے جن کے پاس دنیا کا مال ہے اور ان سے چندے کا مفاد ہے۔ مجھے وہ کبھی سلام کرنے بھی نہیں آئے۔

② ...... مقام ومرتبہ ملنے کے بعد اپنے محسنین حضرات کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھا کریں۔ جن لوگوں نے زمانۂ طالب علمی میں آپ پر خرچ کیا، آپ کو کتب لے کر دیں یا کسی طرح بھی آپ کے اخراجات میں تعاون کیا ہو تو آپ کا فرض ہے کہ آپ بھی ان کے ساتھ آخر حد تک حسن سلوک کی کوشش کیا کریں، ان کے لیے دعاؤں کے ساتھ ساتھ ان کے جذبات اور ان کی جائز خواہشات کو کسی صورت بھی صرفِ نظر نہ کریں...... لیکن قسم بخدا......!

ہم نے تو کئی ایسے احسان فراموش بھی ہم نے دیکھے ہیں کہ وہ اپنے محسنوں کے جنازوں میں بھی شریک نہیں ہوتے ہیں۔

بلکہ مجھے ایک ذمہ دار شخص نے بتایا کہ ایک صاحب فرمارہے تھے کہ میں ایسے اسٹیج پر پہنچ چکا ہوں کہ اب مجھے کسی کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اسی طرح ایک صاحب نے بتایا کہ میں نے ایک معروف شخص کو کال کی تو وہ مجھے وقت دینے کی بجائے فرمانے لگے: اب وہ پہلے والی باتیں نہیں رہیں...... انا للہ وانا الیہ راجعون۔

③ ...... مقام ومرتبہ ملنے کے بعد تیسرے درجے پر آپ کے زملا واصدقا اور رفقا ہیں۔ جو دورانِ تعلیم یا دورانِ ملازمت آپ کے رفیق کار رہے ہیں۔ ایسے بھائیوں کی خواہش اور سفارش کو بھی اہمیت دیا کریں...... وہ بھی آپ جیسے ہیں، آپ

کے بھائی ہیں، اگر وہ اخوت کے جذبہ سے کسی بھی معاملے میں آپ کے ساتھ ضد کریں یا وہ کسی کی سفارش کریں تو جس قدر ممکن ہو ان کے جذبات کا لحاظ رکھیں۔ اس عمل سے جہاں وہ آپ کے لیے دعا کریں گے، آپ کو اچھے الفاظ میں یاد کریں گے وہاں اللہ تعالیٰ بھی آپ کے لیے برکتوں کے سب دروازے کھول دے گا۔

یاد رہے..........!

عزت پانے کے بعد جو علما وخطبا اپنے متعلقین کے جذبات کا لحاظ نہیں رکھتے...... اور ان کے جائز مطالبے کو بھی پورا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں...... اور ان کے ہاں ساری اہمیت دنیاداروں کی ہوتی ہیں وہ کسی صورت بھی اللہ کی خاص رحمت کے حقدار نہیں ٹھہرتے۔

جماعت کے مخلص غرباء کو بھی اہمیت دیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کا بہترین طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ نیکی کی بنیاد پر غریب، ضعیف اور بظاہر معمولی حیثیت کے بندوں کو عزت، محبت اور قدر کی نگاہ سے دیکھیں، ان کے جذبات کا احترام کریں۔ ان کو اپنا جان کر ہمیشہ ان کے لیے اپنی نوازشات کا سلسلہ جاری رکھیں۔ غریب اور ضعیف مسلمانوں کی قدردانی اور محبت حد درجہ ضروری ہے۔ اس کا اندازہ آپ مندرجہ ذیل آیت سے بخوبی لگا سکتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوۃ والسلام کو کیسے اسلوب سے مخاطب فرمایا ہے:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ

فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ [1]

''اور تم ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کرو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، اس کی خوشنودی چاہتے ہیں، ان کے حساب میں سے کسی چیز کا بوجھ تم پر نہیں اور تمہارے حساب میں سے کسی چیز کا حساب ان پر نہیں، لہٰذا اگر انہیں دور ہٹائیں گے تو بے انصافوں میں شمار ہوں گے۔''

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا﴾ [2]

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں جو اس کی رضا کے طالب ہیں۔ تمہاری آنکھیں دنیاوی زندگی کی رونق کی خاطر ان سے ہٹنے نہ پائیں اور تم ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش پر چلتا ہے اور اسکا معاملہ حد سے گزر گیا ہے۔''

اور اسی طرح [عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى] کا شان نزول اور پس منظر آپ نے کئی مرتبہ بیان کیا ہوگا اور یقیناً آپ کو یاد ہوگا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلیفہ بلا

---

[1] الانعام:52

[2] ق:28

فصل امام المسلمین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا:

يَا اَبَابَكْرٍ لَئِنْ كُنْتَ اَغْضَبْتَهُمْ لَقَدْ اَغْضَبْتَ رَبَّكَ [1]

''اے ابوبکر! اگر تو نے ان مخلص غرباء کو ناراض کر دیا ہے تو یاد رکھ! تو نے اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا ہے۔'' اللہ اکبر!

ان تمام نصوص کے پیش نظر خطبائے کرام پر فرض ہے کہ وہ غریب اور مخلص ساتھیوں کو محبت کی نظر سے دیکھیں، ان کو پروگرام کا وعدہ دیتے ہوئے جہاں فراخ دلی کا مظاہرہ کریں، وہاں پروگرام میں حاضر ہونا سو فیصد یقینی بنائیں، وعدہ دے کر عین موقع پر چکر دے دینا بہت بڑی ناانصافی ہے اور ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ سخت ناراض ہے۔

مخلص غرباء کو ناز نخرے اور تکلفات دکھائیں نہ ان پر مطالبات کے بوجھ ڈالیں، پرہیزی کھانے گھر سے کھا کر آئیں وگرنہ جہاں عرش پر داتا ناراض ہوگا وہاں آپکی زندگی کا حقیقی نور بھی ختم کر دیا جائے گا۔ فتدبر فی هذا القول واعمل به [2]

اندھی عقیدت درست نہیں

بعض خطبا کے دل میں ایک دبی خواہش ضرور ہوتی ہے کہ میری عزت ہو اور میرے پروگرام زیادہ سے زیادہ ہوں اور وہ اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے مختلف جعلی حربے استعمال کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک حربہ یہ ہے کہ وہ

---

[1] صحیح مسلم:2504

[2] آپ اس بات پر غور وفکر کریں اور اس پر عمل بھی کریں۔

سینئر حضرت صاحب کے اندھے معتقد بن جاتے ہیں، یعنی ادب واحترام اوران کی اندھی عقیدت میں ان کے سیاہ وسفید سب کو صحیح کہنا شروع ہو جاتے ہیں اور ہمہ وقت سینئر حضرت صاحب کے سامنے ان کے فضائل بیان کرنا اوردوسرے خطبائے کرام کی تذلیل کرنا اپنا فریضۂ منصبی سمجھتے ہیں۔ اکثر وقت چغل خوری کا بازار گرم رہتا ہے، شاید ہی کسی شریف اوراللہ والے خطیب کی عزت محفوظ رہے۔

میدان خطابت میں قدم رکھنے والے پیارے بھائی......!

اس طرح کے گورکھ دھندوں میں وقت برباد نہ کرو، اگر آگے بڑھنے کا عزم محکم ہے تو علم میں محنت کرو اور تنہائی کے نیک عمل میں حسن پیدا کرو۔ ان شاء اللہ الرحمن مستقبل میں میدان آپ کے ہاتھ میں ہوگا۔ باذن اللہ

ہم آپ کو بڑوں کے ادب واحترام اور خدمت کرنے سے منع نہیں کرتے، ہم تو صرف ناجائز ''ٹی سی'' کرنے سے باز رہنے کی نصیحت کرنا چاہتے ہیں۔ ایک مجلس میں ایک حضرت صاحب نے عقل ونقل کے خلاف حددرجہ جاہلانہ بات کردی، ہمارے ساتھ ایک باوقار عالم دین بھی تشریف فرما تھے، انہوں نے بڑے اچھے انداز میں اس کا رد کرنا چاہا تو فوراً حضرت صاحب کے لاعلم حمایتی پکار اٹھے:

نئیں نئیں...... ! پا جی نے صحیح آکھیا اے...... اللہ اکبر!

علم دوست بنیں

خطابت کی راہ علم وعمل اور دعوت کی راہ ہے، انبیاء ورسل کی یہی راہ تھی اور یہی راہ سب سے پاکیزہ اوراعلیٰ ہے، امت کی اصلاح کی ذمہ داری سب سے اہم ذمہ داری ہے اور جس خطیب صاحب نے یہ ذمہ داری اٹھائی ہو، اس پر سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ وہ علم میں رسوخ حاصل کرے، علم کو سمجھنے، سیکھنے اور اس کو بڑھانے

میں ہمہ وقت مصروف رہے، کثرتِ علم کی ضرورت رسول اللہ ﷺ بھی محسوس کرتے تھے اسی لیے تو آپ ﷺ یہ دعا فرماتے تھے: "رب زدنی علما"

میدان خطابت میں آنے سے قبل اپنی تعلیم مکمل کریں بلکہ اعلیٰ تعلیم حاصل کریں۔ اس میدان کو ہمیشہ سے علم وفضل کے ماہرین کی ضرورت رہی ہے اور جب آپ کا علم مضبوط ہوگا تو آپ خطابت میں بہت زیادہ لطف اور لذت محسوس کریں گے اور آپ کا سارا وقت علمی نکات کی جستجو میں صرف ہوگا۔ اب تو کمپیوٹر کا دور ہے، مضمون کی تیاری اور مواد کو جمع کرنا سوچ سے زیادہ آسان ہو چکا ہے اور اسی طرح روزمرہ پیش آمدہ مسائل پر مشتمل فتاویٰ جات بھی شائع ہو چکے ہیں جن کا مسلسل مطالعہ کافی حد تک آپ کی علمی پیاس بجھا سکتا ہے۔ اور کئی مشائخ کے تحقیقی مقالات بھی کتابی شکل میں موجود ہیں جن کا باقاعدہ مطالعہ قاری کو ثقہ عالم دین بنا دیتا ہے۔

یاد رکھو......!

علم چور خطیب بہت جلدی بے عملی کا شکار ہوتے ہوئے دنیا کا حریص بن جاتا ہے، جبکہ مطالعہ کی وسعت دل میں تقویٰ اور تواضع پیدا کرتی ہے۔ علم کو صرف بطورِ لٹریچر پڑھنے پر ہی اکتفا نہ کریں، بلکہ اس کو حلق سے نیچے اتاریں، دل میں جگہ دیں اور اس پر غور وفکر کریں، اس سے آپ کو جہاں روحانی سکون نصیب ہوگا وہاں آپ کی خطابت میں علم وحکمت اور دانائی کے چشمے جاری ہو جائیں گے۔ باذن اللہ تعالی

ہمارے اسلاف بہت زیادہ علم دوست تھے۔ ایک نص سے درجنوں استدلال کرتے اور معمولی سی بات پہ بھی کسی نہ کسی آیت یا حدیث کا سہارا لیتے، بلکہ امام ثوری رحمہ اللہ تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے:

إِنِ اسْتَطَعْتَ أَلَّا تَحُكَّ رَأْسَكَ إِلَّا بِأَثَرٍ فَافْعَلْ [1]

''اگر تو اس بات کی طاقت رکھے کہ اپنے سر کو بھی بغیر دلیل کے نہ کھرچے تو ایسا ضرور کر۔''

امام ثوری رحمہ اللہ کے اس قول سے آپ اندازہ لگالیں کہ ایک سچے داعی کی دلائل اور دلائل سے استدلال پر کس قدر گہری نظر ہونی چاہیے۔

اپنی بڑائی دکھانا انتہائی بری حرکت ہے

یہ ضروری نہیں کہ ہر خطیب آپ کی سوچ اور آپ کے معیار کے مطابق تقریر کرے، تقریر ہو رہی ہو تو فوراً اس پر تنقید کی بوچھاڑ کرنے کی بجائے خاموشی سے سماعت فرمائیں اور بعد میں متعلقہ خطیب کو مل کر یا فون کرتے ہوئے اس کی اصلاح فرمادیں۔ آپ کے اس انداز کے دو فائدے ہوں گے۔

① یہ آپ کے خیر خواہ اور صالح مزاج ہونے کی دلیل ہے اور آپ کے اس طرزِ عمل سے اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوں گے۔

② متعلقہ خطیب مستقل بنیادوں پر اپنی اصلاح کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے آپ کا قدر دان اور آپ کے لیے دعا گو رہے گا۔ ان شاء اللہ

اس کے برعکس ایک طرف تقریر ہو رہی ہو دوسری طرف آپ مقرر کے متعلق توہین آمیز یا غیبت خوروں والا انداز اختیار کریں گے تو اس کے دو نقصان ہیں:

① یہ آپ کے شرارتی ہونے کی دلیل ہوگی اور آپ کے اس فعل پر اللہ تعالیٰ بھی آپ سے ناراض ہوں گے۔

---

[1] الجامع لاخلاق الراوی: 1/ 142

② متعلقہ خطیب کو جب آپ کی اس بری حرکت کا علم ہوگا تو وہ آپ کو کبھی بھی احترام کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ کئی مرتبہ تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے خطاب پر تنقید کرنے والے ناقد صاحب خود مسئلہ کی حقیقت سے بے خبر ہوتے ہیں اور وہ بغیر سوچے اور دیکھے تنقید کا پٹارا کھول دیتے ہیں۔آپ یقین مانیں آج کل ہر جماعت میں نقد کرنے والے تیز مزاج خطیب موجود ہیں اوران کی اپنی علمی حالت یہ ہوتی ہے کہ عربی کی ایک سطر بھی قواعد کے مطابق درست نہیں پڑھ سکتے۔حتی کہ قرآن کی ایک آیت بھی قواعد کے مطابق اچھی ادائیگی سے پڑھنا ان کے بس کی بات نہیں، لیکن وہ دوسروں پر تنقید کرنے میں شیر ہوتے ہیں۔

ہم ایک واقعہ بطورِ نمونہ پیش کرتے ہیں تاکہ بات کو سمجھنا اور اصلاح کر لینا آسان ہو۔ سٹیج پر خطاب ہو رہا تھا اور ایک خطیب صاحب بڑے ہی پرسوز انداز میں خطابت کے جوہر دکھلا رہے تھے اور ساتھ کمرے میں ایک اور خطیب صاحب اپنے ساتھیوں سمیت تشریف فرما خوش گپیوں میں مصروف تھے اوران کے کانوں میں تقریر کی آواز بھی پڑ رہی تھی، اچانک رکتے ہوئے انہوں نے تقریر کرنے والے خطیب پر تنقید شروع کر دی، ''یہ بھی کوئی بیان کرنے کا طریقہ ہے، ایسے الفاظ تو درست ہی نہیں '' وغیرہ وغیرہ۔انکی تنقید میں حددرجہ کا تمسخر بھی شامل تھا اور وہ بیان کرنے والے خطیب کی تذلیل وتنقیص میں انتہا کو چھو رہے تھے، ہم میں سے ایک صاحب کہنے لگے: مولانا! ان کی بات تو بالکل درست ہے اور الفاظ پر بھی کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہے اور یہ خطابت کا حسن ہے، خطیب کے لیے اس قدر تفنن بالکل جائز اور درست ہی نہیں بلکہ یہ علم بیان کا حصہ ہے۔ یہ باتیں سنتے ہی خطیب صاحب پر سکتہ طاری ہوگیا اور فرمانے لگے: اچھا واقعۃً ہی ایسا ہے......؟ چلو خیر کوئی بات نہیں!

ذی وقار خطبائے کرام......!

ہمیں حیرت ہے ایسے خطباء پر جو بغیر سوچے سمجھے دوسرے خطباء کا تمسخر اڑاتے ہوئے ان پر ناجائز تنقید کرتے ہیں اور اپنی گفتگو سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ساری خطابت اور تحقیق کا ٹھیکہ ہمارے پاس ہے اور باقی سب بُدّھو ہیں۔

اللہ کے بندو......! صحیح معنوں میں باعمل عالم اور صالح خطیب وہ ہے جو تواضع، متانت، سنجیدگی اور خیر خواہی کا پیکر ہو۔ ہمہ وقت شغل مذاق اور توہین آمیز تبصروں سے محفل کو گرما کر رکھنے والے حددرجہ جاہل اور کم ظرف ہوتے ہیں۔

خدارا...... ہر چغل خور کے پیچھے نہ چلیں

آج کل ایک سب سے بڑا فتنہ یہ بھی ہے کہ کئی خطبا اور بعض علما اپنے دائیں بائیں چند معتقدین کی مجلس بپا رکھتے ہیں وہ ملک کے چاروں کونوں سے خبروں کو اکٹھا رکھتے ہیں اور پھر کردار کشی کی مجلس کو خوب پروان چڑھایا جاتا ہے۔ مجھے یاد آئے امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ وہ اکثر لوگوں کی مجالس سے بچا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان سے کسی نے پوچھ ہی لیا کہ حضرت کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے پاس نہیں بیٹھتے......؟ امام صاحب فرمانے لگے: تمہارے ساتھ بیٹھ کر کیا کروں گا......؟ غیبتیں ہی ہوں گی......؟ میں تم سے زیادہ بہتر مجلس میں جا کر بیٹھتا ہوں اور وہ صحابہ وتابعین کی مجلس ہے۔ میں جا کر ان کے مسائل اور اقوال دیکھتا ہوں جس سے مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے ہاں چغل خور کی بات کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے، جبکہ کسی بھی شخص کا سب سے بڑا دشمن چغل خور ساتھی ہے۔ ایک چغل خور اور بیمار دل منافق آدمی

انگلی سے پکڑ کر جدھر مرضی لے جائے......نہیں......! ایسا نہیں ہونا چاہیے، چغل خور خیر خواہ ہوتا ہے اور نہ ہی سچا، اگر وہ خیر خواہ ہوتا تو چغلی نہ کرتا اور اگر وہ سچا ہوتا تو آپ سے آگے نہ بتانے کے وعدے نہ لیتا۔ اپنے عالم اور خطیب کے متعلق سنی سنائی، غیر اخلاقی یا کوئی غیر شرعی بات سننے کو ملے تو فوراً سن کر توبہ توبہ کرنے کی بجائے اس کی تردید کریں، چغل خور کی حوصلہ شکنی کریں اور اگر واقعۃً آپ کو دوسروں کی باتوں میں دلچسپی لینے کی عادت ہے تو پھر جس کے متعلق بات ہوئی ہے اس سے مل کر اچھی طرح تحقیق کر لیں۔

ہم نے عملی طور پر دیکھا ہے کہ بڑے بڑے علم وفضل والے کانوں کے بہت کچے ہوتے ہیں، اڑتی ہوئی بات، سنی سنائی بات اور ایک چغل خور کی بات کو وحیٔ الٰہی سمجھ کر یقین کر لیتے ہیں، ساری زندگی انقباض اور بدگمانی کا شکار رہتے ہیں۔ نتیجۃً وہ اپنے روحانی نقصان کے علاوہ کچھ بھی نہیں کر پاتے۔ اپنے حلقہ مُریداں میں قہقہے لگا کر اپنے ہم منصب علما وخطباء کی تذلیل کرنے والے مردار خور ہیں۔ اور مردار خور قوم کسی کا رزق کم کر سکتی ہے اور نہ کسی کو عالی رتبے سے گرا سکتی ہے۔

(1)......ایک حضرت صاحب بھری مجلس میں فرما رہے تھے:

جی......! علماء کا بھی کوئی حال نہیں ہے۔

بھئی کیا ہوا......؟ آپ نے علماء میں کیا دیکھ لیا ہے......؟

دیکھنا کیا ہے، بس یہ لوگ دین کے نام پر دکانداریاں کرتے ہیں، فلاں عالم صاحب ملک اور بیرون ملک سے اپنے ادارے کے لیے چندہ اکٹھا کرتے اور بڑی پارٹیوں سے سالانہ فنڈز لیتے ہیں اور صدقات وخیرات کے فنڈ سے کتب شائع کر کے مفت تقسیم کرنے کی بجائے ان کتابوں کے ساتھ تجارت کرتے ہیں اور مہنگے

داموں مکتبات پر فروخت کرتے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں ہے......؟

حضرت صاحب جس بات کو غلط رنگ دے کر بیان کر رہے تھے ہم میں سے چند احباب نے جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ادارہ والے کئی ایک کتب اہل علم میں فری تقسیم کرتے ہیں اور جو کتب فروخت کی جاتی ہیں ان کا نفع آئندہ شائع ہونے والی کتاب یا ادارہ کی دیگر ضروریات پر لگا دیا جاتا ہے۔

اب آپ بنظر انصاف بتائیں......! اس میں کیا ظلم ہے......؟ لیکن افسوس! کہ ایسی باتیں بنانے والے بھی مولوی حضرات ہی ہوتے ہیں۔ انا للہ

(2)......ایک مجلس میں بات ہو رہی تھی کہ فلاں خطیب صاحب بڑے ہی سلجھے ہوئے اور اچھے خطیب ہیں، کیا کوئل نما آواز ہے کہ سامعین مست ہو جاتے ہیں، ابھی ایک صاحب نے یہ جملہ پورا ہی کیا کہ پاس بیٹھنے والے ایک حضرت صاحب فرمانے لگے: چھوڑو جی......! وہ بھی کوئی خطیب ہے......! وہ تو بدمعاش مولوی ہے۔ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور وہ بیچاری دردر پہ ذلیل ہو رہی ہے۔

ہم نے جب خطیب صاحب کے قریبی رشتہ داروں سے طلاق کی وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ وہ عورت بے نماز اور بدزبان تھی اور مولانا کو مجبوراً طلاق دینا پڑی تھی۔

اللہ کے بندو......! یاد رکھو! بات سن کر فوراً بدگمان ہونے کی عادت چھوڑ دو، اپنے ہم منصب بھائی کی عزت کے محافظ بنیں۔ وگرنہ آج جو آپ کے سامنے کسی دوسرے شخص کی تنقیص کر رہا ہے وہ کل کو ضرور بالضرور آپ کو بھی دوسروں کے سامنے ذلیل کرے گا اور آپ اس کے کاری وار سے کبھی محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

(3)......ہمارے بڑے ہی محترم شیخ صاحب کے متعلق ایک قاری صاحب فرمانے لگے: شیخ صاحب کا نام تو بڑا ہے لیکن وہ سنتیں نہیں پڑھتے......؟

بس عین جماعت کے وقت آتے ہیں اور جلدی جلدی بھاگ جاتے ہیں۔

ہمیں یہ بات سن کر بڑی حیرت ہوئی کیونکہ ہمیں بن دیکھے سو فیصد اس بات کا یقین تھا کہ وہ لازماً تہجد کا اہتمام بھی فرماتے ہوں گے۔ اور ایسے ہی ہوا، گھریلو باوثوق ذرائع سے ہمیں معلوم ہوا کہ محترم شیخ صاحب نماز سے پہلے اور بعد کی سنتیں سنت کے عین مطابق گھر میں ہی ادا کرتے ہیں۔ سبحان اللہ!

ان مثالوں سے ہم صرف اور صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے اندر پختگی پیدا کریں، کانوں کے کچے بندے کسی کام کے نہیں ہوتے، اپنے علماء وخطباء پر مکمل اعتماد رکھیں نہ کہ کوئی اڑتی ہوئی بات سن کر فوراً ان کے خلاف محاذ آرائی شروع کر دیں۔ بخاری شریف میں ایک صحیح حدیث ہے کہ بدگمانی سے بچ کر رہو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔

اللہ ہم سب کو سمجھنے اور بدلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وقار کا خول جب اترا

تنہائی کی پاکیزگی بارگاہِ الٰہی میں قبولیت کی واضح دلیل ہے اور جو شخص بلا جھجک تنہائی میں حدود اللہ پامال کرتا ہے وہ اچھی طرح جان لے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دھتکارا ہوا شخص ہے۔ خطیب کا باطن ظاہر سے زیادہ بہتر ہونا چاہیے۔

لیکن بڑے افسوس سے یہ بات نوکِ قلم پہ لا رہا ہوں کہ آج کل کے بعض خطباء کی تنہائی اور نجی مجلسوں کا معاملہ حد درجہ افسوسناک ہے، زبان اپنی، نہ ہی نگاہ میں حیاء۔ گویا کہ اپنے ہی ہم منصب بھائیوں کی عزتوں پر حملے کرنے والا خونخوار درندہ ہے۔

ہمیں یاد ہے کہ ایک حضرت صاحب ظاہری وضع قطع اور بیان کے اعتبار

سے بڑے ہی باکردار محسوس ہوتے تھے ان کے ہم مسلک بھی انہیں بڑا مقام دیتے، ہمیں بھی ایک دفعہ ان کے ساتھ نجی محفل میں بیٹھنے کا موقع ملا...... اُقسم باللہ! وہ ابھی فکرِ آخرت کے موضوع پر ڈیڑھ گھنٹہ خطاب کر کے فارغ ہی ہوئے تھے کہ کھانے کی ٹیبل پر گفت وشنید کا سلسلہ شروع ہو گیا، کئی افراد میں ہم بھی ایک طرف کھانا کھا رہے تھے کہ آدھ پون گھنٹہ کی مجلس میں سوائے فضولیات ولغویات اور بے شرمی کی باتوں کے کوئی دوسرا لفظ زیرِ لب نہ لایا گیا اور حضرت صاحب اس مجلس کے ہیرو بن کر تشریف فرما تھے۔

پیارے نوخیز خطبائے کرام......!

خوش طبعی اور آوارگی میں بہت زیادہ فرق ہے، ہنسی مزاح اور لچر پن دو الگ الگ چیزیں ہیں، بدگوئی، تہمت بازی، چغل خوری اور بے شرمی پر مشتمل گفتگو کو دل لگی اور خوش طبعی قرار دینا اسلامی اخلاقیات کا مذاق اڑانے کے برابر ہے۔

اہل فکر نے کیا خوب لکھا ہے جو کہ ہم اردو میں نقل کرتے ہیں:

''اے انسان! اپنے ظاہر کو، جسے تو نے مخلوق کے سامنے لے جانا ہوتا ہے کس قدر سنوارتا اور نکھارتا ہے۔ اور کیا اس شہنشاہ کو تنہائی میں دکھانے کے لیے تیرے پاس صرف برے کرتوت اور گناہ ہی ہیں......؟ کیا سب شرم تو نے مخلوق کے لیے ہی بچا رکھی ہے......؟ اپنے سچے خالق کے سامنے شرمسار ہونے کا خیال تجھے کیوں نہیں آتا......؟ کیا تیرے نزدیک سب سے زیادہ بے وقعت عرش وفرش کا مالک ہی ہے......؟ یاد رکھ! ایک روز تو اکیلا اس کی بارگاہ میں حاضر ہوگا اور تیرے چاروں طرف سوائے ذلت کے کچھ نہیں ہوگا۔''

اسی حوالہ سے ہم آخر میں ایک صحیح حدیث تحریر کرتے ہیں جس کا پوری

گہرائی سے مطالعہ فرمائیں اور اپنی تنہائی کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے مستقبل کو دیکھیں وہ آپ کو تاریک نظر آتا ہے یا روشن......؟

لَأَعْلَمَنَّ أَقْوَامًامِنْ أُمَّتِيْ يَأْتُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِحَسَنَاتٍ أَمْثَالِ جِبَالِ تِهَامَةَ ، بِيْضًا ، فَيَجْعَلُهَا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ هَبَاءً مَنْثُوْرًا قَالَ ثَوْبَانُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! صِفْهُمْ لَنَا، جَلِّهِمْ لَنَا، أَنْ لَا نَكُوْنَ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَا نَعْلَمُ. قَالَ: أَمَا اِنَّهُمْ اِخْوَانُكُمْ وَمِنْ جِلْدَتِكُمْ وَيَأْخُذُوْنَ مِنَ اللَّيْلِ كَمَا تَأْخُذُوْنَ وَلٰكِنَّهُمْ أَقْوَامٌ اِذَا خَلَوْا بِمَحَارِمِ اللّٰهِ اِنْتَهَكُوْهَا[1]

مفہوم: قیامت کے روز کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جن کی نیکیاں تہامہ پہاڑوں کی طرح ہوں گی لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو ہوا کی طرح اڑا دیں گے، یعنی ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوگی، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! وہ کون بدنصیب ہوں گے......؟ ہمیں ان کے بارے میں تفصیل سے بتائیں تاکہ لاعلمی کی وجہ سے ہمارا شمار بھی ان لوگوں میں نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے ہم دین بھائی مسلمان ہوں گے بظاہر تو نیکیاں کرنے والے تھے لیکن جب وہ تنہائی میں ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کرتے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کو کراس کرتے، یعنی ان کی تنہائی گناہوں والی اور اللہ کی حرمتوں کو پامال کرنے والی تھی۔"

فیصلہ فرمائیں......!

---

[1] [رواہ ابن ماجہ:4245، وصححہ الألبانی]

☆ ...... جو حضرات تنہائی میں موبائل کا غلط استعمال کرتے ہیں۔

☆ ...... جو حضرات تنہائی میں کیبل یا نیٹ پر غلط پروگرام دیکھتے ہیں۔

☆ ...... جو حضرات تنہائی میں فحش مذاق اور حیا سوز گفتگو کرتے ہیں۔

☆ ...... جو حضرات تنہائی میں نماز اور دیگر فرائض سے غفلت برتتے ہیں، کیا وہ اس زد میں نہیں آتے......؟ اگر آتے ہیں تو انہیں اپنے انجام کی فکر کرنی چاہیے! قیامت کے دن کی محرومی سب سے بڑی ذلت ورسوائی ہے۔

دوزبانوں والا نہ بنو!

آج کل یہ وباء عام ہو رہی ہے کہ ملاقات کے وقت شیرِ اسلام، خطیب پاکستان اور حضرۃ الشیخ کہہ کر گلے لگایا جاتا ہے اور چند قدموں کے فاصلے پہ جا کر پھر انہی کے بارے میں ایسی ناروا زبان استعمال کی جاتی ہے شاید کہ عبداللہ بن ابیؔ ابن سلول بھی ان کے کرتب دیکھ کر شرما جائے۔

پیارے بھائیو......! اپنے ظاہر اور باطن کو ایک اور نیک بنانے کی کوشش کریں، دورخاپن اس قدر خطرناک ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا كَانَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِسَانَانِ مِنْ نَّارٍ [1]

''جس کے دنیا میں دو رخ تھے، قیامت کے روز اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔''

اللہ کے بندو......! ابھی سدھرنے کا وقت ہے، اپنا جائزہ لو کہ آپ کہاں پر کھڑے ہیں......؟ یہ چار دن کی موج مستی کہیں دونوں جہانوں میں برباد نہ کردے!

---

[1] السلسلۃ الصحیحۃ: 892

اپنی نقل وحرکت پر خصوصی توجہ دیں

عوام کی آنکھیں بند نہیں ہیں، وہ خطبائے کرام کو نمونہ سمجھ کر ان کی معمولی سی نقل وحرکت پر بھی گہری نظر رکھتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا اس روز بہت زیادہ احساس ہوا کہ جب یک خطیب صاحب جراب پہن رہے تھے تو انہوں نے جلدی میں بائیں جراب پہلے ڈال لی، تو دور سے دیکھنے والا مقتدی فوراً کہنے لگا:

مولوی صاحب! کچھ خدا کا خوف کرو، پہلے دائیں جراب ڈالو!'' اللہ اکبر!

اس مثال سے صرف یہی سمجھانا مقصود ہے کہ اپنی ہر ادا کو مثالی بناؤ، دائیں جانب کا خیال رکھو، کھانے پینے کے برتن اچھی طرح صاف کرو، وضع قطع اور لباس میں شوخ پن کی جگہ سادگی لاؤ! وفیہ خیر باذن اللہ۔

دھوبی گروپ سے پریشان نہ ہوں

اگر آپ ظاہر وباطن کے پاک ہیں، تعلق باللہ کی لذتوں سے آشنا ہیں اور اپنے علم وعمل میں محنت کرنے کے عادی ہیں تو پھر آپ کو اپنے مخالفوں اور حاسدوں کی سازشوں سے پریشان نہیں ہونا چاہیے......! وہ بہت جلد نامراد ہو جائیں گے۔

کئی خطبائے کرام بعض لوگوں کی ناجائز تہمتوں سے گھبرا جاتے ہیں جبکہ ان کو مطمئن رہنا چاہیے، بہتان تراشوں اور حاسدوں کا ٹولہ آپ کا بہت بڑا محسن اور خدمت گزار ہے اور حقیقت میں وہ آپ کا دھوبی گروپ ہے جو آپ کی غیبتیں کر کے آپ کے گناہوں کو دن رات دھو رہا ہے۔ اگر منبر ومحراب کے بے تاج بادشاہ ہو کر بھی دھوبی گروپ سے پریشان ہیں تو پھر دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے کہ آپ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق کمزور ہے یا پھر دال میں کچھ کالا ہے۔

یاد رکھیں......! دھوبی گروپ کے تمام ممبران بیمار دل ہوتے ہیں، بزدل اور منافق ہوتے ہیں۔ وہ روحانی طور پر خود مرے ہوئے ہوتے ہیں۔ میرا اور آپ کا کیا بگاڑ سکتے ہیں......؟

مولویت کی خود تنقیص نہ کریں

ہر ایک کی آواز ایک جیسی ہے اور نہ ہی علم وعمل برابر ہے، اپنے سے بڑے اور بہتر کا احترام کریں اور ان کی خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے ادب میں ذرہ بھر غفلت نہ کریں اور اپنے سے چھوٹے اور جونیئر کو اپنے مفید مشوروں اور نصیحتوں سے کبھی محروم نہ رکھیں! بڑوں سے ادب کا معاملہ اور چھوٹوں سے نصیحت کا سلسلہ جاری رکھنا آپ کے کامل مسلمان ہونے کی واضح دلیل ہے۔

انسان ہونے کے ناتے اگر کسی میں کوئی عیب بھی ہے تو اس کو بھری مجلس میں ذکر کرنے کی بجائے علیحدگی میں مل کر اس کی اصلاح کریں اور یہی مومنانہ طریقہ ہے۔ آج کل بعض خطباء کو بہت بری بیماری ہے کہ وہ خوبیاں بیان نہیں کرتے...... لیکن اپنے ہم منصب کی ایک کمی کو لے کر جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں، بلکہ اس کا مزاح اڑاتے ہوئے ہر مجلس میں اپنے اعمال برباد کرتے رہتے ہیں۔

یاد رہے! دین کے مطابق کسی کی عدم موجودگی میں اس کی کمی کو اچھالنے والا اور بیان کرنے والا اپنے نیک اعمال کو برباد کرتا ہے۔ اپنے ہم مشن اور ہم عصر خطبائے کرام کی تعریف سننے بلکہ تعریف کرنے کا حوصلہ پیدا کرو، کئی خطبا تو کسی دوسرے خطیب کی تعریف سن کر جل کر کوئلہ ہو جاتے ہیں، جب تک کوئی خونخوار پنجہ اس کے تاج عزت پر نہ ماریں ان کو سکون اور سرور نہیں آتا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک خطیب صاحب کے ساتھ ایک پروگرام پر اکٹھے تھے تو میں نے ایک حضرت صاحب کا ان کو سلام اور پیغام پہنچایا، مولانا صاحب جواب دے کر فرمانے لگے: اللہ ان کو جزائے خیر دے!

ایک صاحب نے ان کے متعلق کوئی ایسی ویسی بات کی تو خطیب صاحب کہنے لگے: یار چھوڑو ان باتوں کو! اگر کسی میں 99 خامیاں ہوں اور ایک خوبی ہو تو ہمیں صرف خوبی دیکھنے کا حکم ہے۔ رہا معاملہ خامیوں کا تو یہ اس کا اور اس کے رب کا معاملہ ہے، شاید اس کو اللہ تعالیٰ نے سب کچھ معاف کر دیا ہو۔

پیارے خطبائے کرام......!

اس عنوان کے حوالے سے ہم صرف یہی بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی مجلس میں کسی خطیب صاحب کا ذکرِ خیر شروع ہو جائے تو گندی مکھی کی طرح گند پر ہی نہیں بیٹھنا چاہیے، بلکہ نحل بنیں، جو پھولوں سے رس چوس کر شہد بناتی ہے۔ آپ کی پاکیزہ زبان سے بھی اپنے ہم منصب بھائیوں کی عزت اور شان میں مزید مٹھاس پیدا ہونی چاہیے۔ اکثر اوقات منہ اٹھا کر فضول بات کر دی جاتی ہے اور نہ جانے ایسی باتوں کا کیا مقصد ہوتا ہے......؟

آیئے......! ایک اور مثال میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

ایک باوقار عالم اور خطیب میرے حد درجہ محترم ہیں، سوائے چند سرسری ملاقاتوں کے ہم مکمل طور پر ایک دوسرے سے ناآشنا ہیں۔ البتہ میری رائے کے مطابق وہ ممتاز عالم دین ہی نہیں' مثالی مناظر بھی ہیں، نرمی و لطافت اور حسنِ ادب کو دیکھ کر مجھے یوں محسوس ہوا کہ حسنِ اخلاق کی دولت شاید کہ آپ کو ورثہ میں ملی ہے۔ بہرصورت ہم ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ فاضل موصوف کا ذکر شروع ہو گیا، اکثر

احباب نے آپ کے متعلق اظہارِ خیر فرمایا،لیکن ایک طرف سے بیماردل حضرت صاحب بول اٹھے! ہاں اس میں تو کوئی شک نہیں کہ حضرت صاحب اچھے مناظر ہیں لیکن ان کی گرفت اچھی نہیں...... ! وغیرہ وغیرہ،مجلس ختم ہوئی تو میں نے بے باک ناقد صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت صاحب! پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کی رائے 100 فیصد غلط ہے، چلو اگر آپ کا خیال درست بھی ہو تو بھری مجلس میں اس کو ذکر کرنے کا مقصد کیا ہے......؟ برائے کرم مجھ کو سوچ کر بتایئے!

خوشی کی بات ہے کہ حضرت صاحب نے غلطی تسلیم کرتے ہوئے آئندہ کسی کے متعلق ایسا رویّہ اختیار نہ کرنے کی مکمل یقین دہانی کروادی۔

ذی وقار خطبائے کرام......!

ہم صرف اورصرف یہ چاہتے ہیں کہ کم ازکم ہماری زبانیں ایک دوسرے کے شر سے محفوظ رہیں، چغل خواور غیبت گو خطیب اپنے مخالف کی عزت کم کرسکتا ہے اور نہ اس کے رزق میں کمی کرسکتا ہے، بلکہ وہ اپنا اتنا بڑا نقصان کرتا ہے کہ وہ نیک اعمال کرکے غیبتوں کے ذریعے اپنا سارا اجروثواب اپنے مدمقابل کو دے دیتا ہے۔

اللہ کی قسم......!

دل خون کے آنسو روتا ہے کہ ہمارے بعض خطبا اور کئی علما بھی اپنے بیانات میں ایسی ایسی نامناسب بلکہ واہیات کہانیاں،کہاوتیں اور مثالیں سناتے رہتے ہیں جس میں سراسر مولویت کی تذلیل ہوتی ہے اور سو فیصد مولویت کا مذاق اڑایا جاتا ہے......کیسی شرم کی بات ہے کہ انسان خود بھی مولوی ہو اور لطیفے بھی مولویوں کے خلاف سناتا رہے اور مسجد کے ماحول کو تھیٹر کا ماحول بنادے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مخالف کو زیادہ نہ للکاریں

خطابت کا ملکہ قدرت کی بہت بڑی عطا ہے اور کامل خطیب وہی ہے جو حسن بیان سے تمام شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے ہوئے دل میں اتر جائے اور آپ تو خطیب بھی ایسے ہیں کہ جن کے پاس کتاب وسنّت کی صورت میں وحیٔ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت اہل حدیث کو دلائل کا غلبہ عطا فرمایا ہے، صحیح دلائل کی نعمت کسی فریق کے پاس نہیں ہے، ہر ایک گمراہ کن تاویلات، تحریفات اور منہ کی چالاکیوں کو دلائل کے طور پر استعمال کر رہا ہے۔ آپ کسی بھی اختلافی مسئلہ پر بیان کرتے ہوئے مثبت انداز سے دلائل کا انبار لگادیں اور علمی انداز میں مخالف کے غلط استدلالات کا رد کریں، آپ کے انداز میں تواضع اور فلاحِ انسانیت کا جذبہ حد درجہ نمایاں ہونا چاہیے، بات بات پر چیلنج کرنا، مخالف فریق کے اکابرین کو توہین آمیز انداز سے للکارنا اور پوری تقریر میں دعوے ہی کرتے رہنا خاص کر ان لوگوں کا کام ہے جو علم وفضل سے محروم اور شرم وحیا سے عاری لوگ ہیں۔ آپ اپنے انداز میں جس قدر زیادہ متانت اور سنجیدگی کا مظاہرہ کریں گے نتائج ان شاء الرحمن 100 فیصد برآمد ہوں گے۔

یاد رکھیے! فریق مخالف ہمیشہ آپ کو بھڑکانے، جذبات میں لانے اور لڑانے کی کوشش کرے گا، غصے میں آکر مخالف کو اس کے مقاصد میں ہرگز کامیاب نہ کریں۔

مولانا اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی شاندار نصیحتیں

1967ء کی بات ہے کہ گوجرانوالہ میں علمائے کرام کا اجلاس جاری تھا، ایک حضرت صاحب مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ کو کہنے لگے: مولانا! ہمیں چند ایسی نصیحتیں فرمائیں جن کی وجہ سے ہم کامیاب خطیب بن جائیں اور ہماری خطابت میں خیرو

برکت ہو۔ مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے تین باتیں ارشاد فرمائیں:

۱ ...... تنہائی پاک رکھو

۲ ...... مذاق سے بچو

۳ ...... بازاروں میں نہ بیٹھو، بلکہ وقت کی قدر کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرو۔

ان باتوں پر عمل کرو، جہاں نیکی کے نام پر تمہاری عزت کا چراغ روشن ہوگا، وہاں اللہ تعالیٰ تمہاری خطابت کو بھی چار چاند لگا دے گا۔

اللہ کے قرب کا شاندار ذریعہ تلاوتِ قرآن

بعض خطبا و علما میں ایک نامناسب کوتاہی یہ بھی دیکھی گئی ہے کہ وہ قرآن مجید کی ترتیب سے تلاوت نہیں کرتے، کئی کئی مہینے گزر جاتے ہیں انہوں نے قرآن کا ایک پارہ بھی نہیں پڑھا ہوتا۔ صرف جو آیتیں سنانی ہیں اور جو آیتیں پڑھانی ہیں اور جن کے عوض میں تنخواہیں وصول کرنی ہیں صرف اور صرف وہیں تک گزارہ ہے۔ اس کے آگے شوق کے ساتھ تلاوت کرنے کی یا قرآن سمجھنے کی کوئی ترتیب نہیں۔

جبکہ اسلاف میں سے کسی کا قول ہے کہ اگر تمھارے دل پاکیزہ ہوں تو قرآن کی تلاوت سے کبھی نہ بھریں۔ اللہ اکبر

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث اور فقہ کے بہت بڑے امام تھے۔ لیکن اس کے باوجود کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہمشیرہ سے پوچھا گیا کہ وہ گھر میں کن کاموں میں مصروف رہتے ہیں......؟ وہ فرمانے لگیں:

اَلْمُصْحَفُ وَالتِّلَاوَةُ وہ قرآن اور تلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔ [1]

اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید کا سمجھنا اور سیکھنا عام مسلمان کے لیے بھی لازمی ہے اور جب عام مسلمان کے لیے قرآن کا فہم ضروری ہے تو دین کے داعی اور دین کے مبلغ کے لیے تو حد درجہ ضروری ہے۔ ہم اپنے مقدمہ کے آخر میں اپنے پیارے خطبائے کرام کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ ترجمہ قرآن پڑھنے کو معمول بنائیں، ترجمہ وتفسیر والا قرآن اپنے ساتھ رکھیں اور جب موقع ملے، رکوع، دو رکوع یا جتنا ممکن ہو باقاعدہ ایک ترتیب کے ساتھ روزانہ پڑھیں، اس عمل سے جہاں خطابت میں نکھار آئے گا وہاں آپ کی روحانی زندگی بھی ترقی کے آسمان کو جا چھوئے گی۔ کیا یہ حد درجہ ناانصافی نہیں ......؟ کہ فضائل قرآن کے موضوع پر گھنٹوں وعظ کرنے والا خود قرآن مجید کے ایک پارے کا ترجمہ بھی نہیں جانتا......؟ یا ترجمہ وتفہیم پر عبور تو ہے لیکن قرآن کھولنے کی سعادت سے محروم ہے۔ ہفتوں گزر جاتے ہیں اور وہ قرآن کی تلاوت نہیں کرتا۔

آخر اس کی کیا وجہ ہے......؟ ضرور غور کریں اور کسی نتیجہ پر پہنچیں!

آپ کے دل میں یہ تمنا تو بہت زیادہ ہے کہ لوگ عاملِ قرآن بنیں اور حافظِ قرآن بنیں، لیکن آپ اپنی ذات کے لیے ان دونوں باتوں کو پسند کیوں نہیں کرتے......؟

پیارے خطبائے کرام بھائیو......!

یہ کس قدر شرم کی بات ہے کہ کئی حافظِ قرآن خطبائے کرام نے میدان خطابت میں آکر قرآن کو بھلا دیا ہے اور وہ جماعت میں جوڑ توڑ کی سیاست تو کرتے

---

[1] الجرح والتعدیل: 1/18

ہیں لیکن قرآن کی بھولی ہوئی منزل کو یاد نہیں کرتے......ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں! میدانِ خطابت اور جماعتی سرگرمیوں میں جوڑتوڑ کی سیاست کرتے ہوئے قرآن پاک کو بھلا دینے والا شخص کیا عدالتِ الٰہی کا مجرم ہے یا کہ دربارِ الٰہی کا ذی وقار مہمان......؟

قرآن بہت بڑی دولت ہے، اس کو پا کر ضائع کر دینے والے کائنات کے گھٹیا ترین لوگ ہیں۔ اللہ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

جو حفاظ خطبائے کرام رمضان المبارک میں مصلّی سنانے کا اہتمام کرتے ہیں ہماری ان کے لیے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی زندگی کو خیر کے خزانوں سے مالا مال فرمادے اور انھیں دین کی امامت کے لیے پسند فرمالے اور جو خطبائے کرام اس معاملے میں غفلت کا شکار ہیں، اللہ پاک انہیں بھی خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اصلاح کی چوتھی راہ

''عالم کا احساس زندہ ہو تو وہ نصیحت کو سن کر فوراً چونک اٹھتا ہے اور اپنی اصلاح کر لیتا ہے۔ مگر جن لوگوں کا احساس مردہ ہو جائے وہ اصلاح کی بات کو پڑھتے ہیں مگر ان کے اندر کوئی تڑپ پیدا نہیں ہوتی۔ نصیحت سننے کے بعد بھی ان کا وہی حال رہتا ہے جو نصیحت سننے سے پہلے ان کا حال تھا یہی خسارہ پانے والے لوگ ہیں''

اصلاح کی چوتھی راہ پر چلنے سے پہلے تین باتوں کی وضاحت نہایت ضروری ہے۔اوراس وضاحت سے جس احساسِ ذمہ داری کے جذبہ سے ہم نے اپنے رشحاتِ فکر کو کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے ان کی اصل حقیقت بھی آپ کے سامنے آجائے گی۔

1 قرآن وحدیث کی روشنی میں ہم خطباء سے متعلق جن اعلیٰ اوصاف کا ذکر کرتے ہیں اور مروّجہ نظامِ خطابت کے حوالے سے جن کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اس ساری محنت میں بنیادی مقصد صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہے کہ وہ ہم سے خوش ہو جائے اور ہماری محنت کو شرفِ قبولیت سے نواز دے۔

اس کے بعد ہماری تمنّا ہے کہ اس وقت جو میدانِ خطابت کے شہسوار ہیں، وہ اپنی اصلاح فرمائیں۔اور بالخصوص آئندہ آنے والی نسل علم وفضل سے بہرہ ور ہو اور وہ اخلاقی اقدار اور جذبۂ ایثار میں اپنے اسلاف کی یاد کو تازہ کر دے۔

الحمدللہ......! ہم مایوس قطعاً نہیں، اب آنے والے نئے خطباء اپنے علم و فضل اور کردار میں خوب محنت فرمارہے ہیں اور اس کے بعض عمدہ نتائج بھی ہم دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت فرمائے اور ان کی ہر خوشی کو اپنی رحمت سے پورا کرے۔آمین!

2 اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم جو کچھ لکھتے ہیں، اس سلسلے میں ہمیں ممتاز باکردار مشائخ عظام کی مکمل سرپرستی حاصل ہے۔آنے والی اکثر نصیحتیں ہم نے اپنے مشائخ بالخصوص محدّثِ عصر، تقویٰ وطہارت کے عظیم امام

- امام حافظ عبدالمنان محدث نورپوری رحمۃ اللہ علیہ......
- حضرت مولانا ثناءاللہ زاہدی......

- الشیخ حافظ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ ......
- حضرت مولانا عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ ......
- نمونۂ سلف مولانا امین اللہ پشاوری حفظہ اللہ ......
- حضرت مولانا حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ ......
- حضرت مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ ......
- حضرت مولانا نجیب اللہ طارق حفظہ اللہ ......
- حضرت مولانا حافظ محمد شریف حفظہ اللہ ......
- حضرت مولانا محمد امین محمدی حفظہ اللہ ......
- حضرت مولانا عبدالسمیع عاصم حفظہ اللہ ......
- فضیلۃ الاستاذ ابوسلطان زاید نجرا العتیبی حفظہ اللہ ......
- فضیلۃ الاستاذ ابوعمار حمزہ عتیق الرحیلی حفظہ اللہ ......
- فضیلۃ الاستاذ ابومسلم غازی بن محسن قریفہ حفظہ اللہ ......

اور محترم مصباح الدین ضیغم حفظہ اللہ سمیت دیگر مشائخ سے سنی ہیں۔ وہ سب یہی فرماتے ہیں کہ ذاکروں کی مجلسوں اور عاشقین کی محفلوں کا تو پہلے ہی اللہ حافظ تھا لیکن اب دھیرے دھیرے ہمارے اسٹیجوں سے بھی علم اٹھتا جا رہا ہے۔ اور ہماری عوام میں بھی علمی بدذوقی اس قدر بڑھتی جا رہی ہے کہ وہ طرزوں اور بڑھکوں کو تو بڑے شوق سے سنتے ہیں لیکن صالح اور علمی گفتگو سننے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

۳ انسانی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جن لوگوں نے مصلحت کا شکار ہو کر حقائق کو چھپایا اور اسلامی اصولوں کے مطابق معاشرے کو صحیح رہنمائی سے محروم رکھا۔ ان کو بظاہر تو دنیاداروں نے بہت زیادہ اچھالا لیکن ایسے ابن الوقت علماء

تاریخ کی نگاہ میں مجرم کے علاوہ کوئی نام نہیں پا سکے۔ اس کے مقابلے میں جن شخصیات نے اصلاح کے لیے کلمۂ حق کو بلند کیا، تربیت کے پاکیزہ مقصد کے تحت تنقید کی تو بظاہر لوگ ان کے مخالف بن گئے۔

☆ ان کی نیتوں پر حملے بھی کیے گئے۔

☆ ان پر تہمتیں بھی جڑی گئیں۔

☆ ان کی عزت کو مباح بھی سمجھا گیا۔

☆ اور نہ جانے کس قدر المناک ظلم وستم کیے گئے۔

اللہ تعالیٰ ایسے مخلص علمائے حق کی قربانیوں کو قبول فرمائے جنھوں نے تمام نشیب وفراز کا سامنا کرتے ہوئے ہر قسم کی قربانی پیش کی اور معاشرے کی اصلاح و تربیت میں کسی قسم کی مصلحت کا شکار نہیں ہوئے۔

آج ہم بھی کسی قسم کی مصلحت کا شکار ہوتے ہیں نہ اللہ کی توفیق سے کسی کے دباؤ میں آتے ہیں بلکہ وہی کچھ لکھتے ہیں جسے حق اور خطباء کی اصلاح کے لیے نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ ہماری اصلاح کا نشانہ کوئی خاص جماعت ہے نہ ہی کوئی خاص شخصیت۔ اس صراحت کے باوجود اگر کوئی خطیب ہم سے بدگمان ہے تو ہم اس کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں اور ساتھ ہی مسنون دعا کرتے ہیں:

وَانْصُرْنِيْ عَلَى مَنْ يَّظْلِمُنِيْ وَخُذْ مِنْهُ بِثَأْرِيْ [1]

میں کیسے مان لوں کوئی سیرا نہیں رہا
جب تک خدا کی ذات ہے تنہا نہیں ہوں میں

---

[1] جامع الترمذی: 3604

میدانِ خطابت میں قدم رکھنے والے نئے مہمانوں کی خدمت میں ہماری دردمندانہ گزارش ہے کہ وہ ''اصلاح کی چوتھی راہ'' کونہایت توجہ سے پڑھیں، اعلیٰ اوصاف اپنائیں اور مروّجہ اندازِ خطابت سے پیدا ہونے والی خامیوں سے چھٹکارا حاصل کریں۔آنے والی سطور میں ہم کامیاب خطیب کے پانچ انمول سنہرے اصول تحریر کرتے ہیں، اپنی سیرت اور خطابت کو ان کے ساتھ مزین فرمائیں، دنیا و آخرت کی ہر کامیابی نصیب ہوگی۔

1 اخلاص ہی سے مقام ملتا ہے

سب سے پہلا اور اہم وصف اخلاص ہے کہ آپ اپنی تمام دعوتی سرگرمیوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کردیں۔آپ کی دعوت اور خطابت کا مقصد دنیا کی دولت ہو نہ دنیا کی شہرت، بلکہ آپ کی صرف اور صرف ایک ہی خواہش ہو کہ اللہ کا دین اونچا ہوجائے۔لوگ اللہ سے محبّت کرنے والے بن جائیں اور اللہ تعالیٰ میری اس دعوتی کوشش کو قبول فرما کر میرے گناہ معاف کرتے ہوئے مجھے اپنی رحمت کا حقدار بنالے۔آمین!

جب آپ عملی طور پر اللہ اور اللہ کے دین کی عظمت کے لیے میدانِ خطابت میں قدم رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو ہر نعمت اور ہر خوشی نصیب فرمائیں گے، کیونکہ خطیب کا میزبان خود رب العالمین ہوتا ہے۔

موجودہ طرزِ خطابت میں سب سے بڑی خامی ہی یہ ہے کہ اکثر اپنی خطابت اور مستقبل کے فیصلے صرف اور صرف دنیوی مفادات کے پیشِ نظر کیے جاتے ہیں، اپنی سہولت اور اپنے فائدے کو دین کے فائدے پر مقدّم رکھا جاتا ہے۔اللہ کو خوش کرنے کی بجائے دنیاداروں، تاجروں اور لیڈروں کو خوش رکھنے کی زیادہ کوشش کی

جاتی ہے۔ جب کوئی خطیب میدانِ خطابت میں اتر کر اس طرح کی ناشائستہ حرکتیں کرتا ہے تو اس شخص سے اللہ کی خاص مدد کو اٹھا لیا جاتا ہے اور جب اللہ کی مدد اٹھ جائے تو خطیب صاحب کی تقریر میں وقتی طور پر آہ......! اور...... واہ......! تو ہوتی ہے لیکن صحیح نتائج اور فوائد برآمد نہیں ہوتے جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

علی بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کو کہا:

يَا أَبَتِ! مَا أَحْلٰى كَلَامَ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ ﷺ فَقَالَ يُبُنَيَّ وَتَدْرِيْ لِمَ حَلَا ؟ قَالَ: لَا يَا أَبَتِ! قَالَ: لِأَنَّهُمْ أَرَادُوْا اللّٰهَ بِهِ [1]

"اے میرے ابوجان! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کا کلام کس قدر شیریں ہے، کہا: اے میرے بیٹے کیا تو جانتا ہے کہ کیوں میٹھا ہے؟ کہا: نہیں! اے میرے ابوجان! فرمایا: ان کا کلام اس لیے میٹھا ہے کہ انہوں نے اس کلام سے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا ارادہ کیا تھا۔"

اخلاص کے منافی امور

ہمارے اس موجودہ نظامِ خطابت میں چند امور سراسر اخلاص کے منافی ہیں، اللہ کی رضا کے طالب صالح مزاج خطباء متوجہ ہوں۔

① روپے پیسوں کا مطالبہ:

خطاب کے لیے وعدہ دیتے ہوئے اخلاص کا دامن تھامے رکھنا چاہیے۔ جو سفری اخراجات کے معاملات میں اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے خطباء کی سب ضرورتیں اپنی رحمت سے پوری کرتا ہے اور جو خطیب صاحبان وعدہ دیتے

[1] حلیۃ الاولیاء: 23/10

ہوئے مفادات پر اتر آتے ہیں، سی این جی۔ پیٹرول کا ریٹ اور اپنی بچت کا حساب لگا کر مطالبہ شروع کر دیتے ہیں، ایسے حریص کبھی خیر نہیں پاتے۔

انسان کو کرائے کا..... خطیب اور نعت خواں نہیں ہونا چاہیے بلکہ خوددار ہونا چاہیے۔ سب کی ضرورتیں پوری کرنے والا صرف اللہ ہے۔ کئی پروگراموں کے بعد خطباء حضرات کی طرف سے ایسے ناخوش گوار واقعات پیش آتے ہیں جو انسان کے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہوتا ہے۔

یاد رہے.....!

مخلص خطیب جس کے پاس زیادہ مکان اور گاڑیاں تو نہیں ہیں لیکن خودداری ہے، اللہ کے دین کے معاملے میں حیا ہے اور وہ قلبی طور پر اللہ کے دین کے لیے قربانی دینے کے لیے تیار رہتا ہے، وہ اس خطیب سے کروڑ درجے بہتر ہے جو ہر جگہ اپنا ریٹ لگواتا ہے اور بازاری چیز کے لین دین کی طرح تکرار کرتا ہے۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

② اشتہارات:

ہمارے ہاں تقریباً اکثر مساجد میں پروگراموں کے اشتہارات شائع کیے جاتے ہیں، سادگی میں رہتے ہوئے اس بات کا اہتمام یقیناً جائز ہے۔ لیکن اشتہارات کے معاملے میں فضول خرچی سے کام لینا ہرگز جائز نہیں۔ جس خطیب کا نام چھوٹا یا بڑا جیسا بھی لکھا جائے اس کو اس بات کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے۔

لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ کئی خطبائے کرام صرف اس بات پر ناراض ہو جاتے ہیں کہ اشتہار میں ان کا نام چھوٹا لکھا گیا ہے اور وہ باقاعدہ خطاب

سے قبل یا اپنی تقریر کے بعد انتظامیہ کو اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتے ہیں۔اور کچھ خطبائے کرام با قاعدہ طور پر کہہ کر اپنے نام کو نمایاں لکھواتے ہیں۔ بلکہ اپنے نام سے پہلے اور بعد میں القابات بتاتے ہیں جبکہ یہ سب باتیں ریا کاری سے تعلق رکھتی ہیں اور سراسر اخلاص کے منافی ہیں۔

ایسے خطیب کو آج تک حقیقی عزت ملی ہے اور نہ کبھی ملے گی۔

یاد رہے......!

زیادہ پروگراموں کا ہونا یہ کوئی کامیابی اور قبولیت کی دلیل نہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام فاسق اور فاجر خطباء سے بھی لیتا ہے اور ویسے آج کل تو اکثر سامعین کانوں کی لذت کے لیے آئے دن محفلیں سجائے رکھتے ہیں۔

③ نقل اور طرز اتارنے میں تکلّف کرنا:

ہم طرز اور ترنّم کے ہر گز خلاف نہیں ہیں...... بلکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی غنا کا ملکہ عطا فرمایا ہے۔ہمارے نزدیک اچھے لب و لہجے سے قرآن اور اشعار پڑھنا بہت بڑی خوبی کی بات ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ حد درجہ تکلّف سے پڑھیں، کسی قاری یا خطیب صاحب کی نقل اور کاپی کرتے ہوئے اپنے آپ سے ہی باہر ہو جائیں۔ جہاں جہاں جو جو بول کسی نے بولا ہے بغیر سوچے سمجھے ترکی بہ ترکی وہی بول بولتے رہیں۔

آج کل ہمارے نئے خطبا صرف اور صرف طرز اپنانے کو ہی خطابت سمجھ بیٹھے ہیں، علم میں محنت کرتے ہیں نہ ہی عمل اور کردار میں آگے بڑھتے ہیں۔

جبکہ یہ روش نہایت نقصان دہ اور سراسر اخلاص کے منافی ہے کیونکہ صاحب

اخلاص خطیب جہاں علم میں پختہ ہوتا ہے وہاں وہ اپنے عمل میں بھی کوئی کوتاہی نہیں رہنے دیتا، ہماری رائے کے مطابق علم اور عمل میں محنت نہ کرنے والے نقال خطیب پیشہ ور ہیں اور اُمت کے لیے نہایت خطرناک ہیں۔

یاد رہے...... ! ایسے خطیب چند دن پانی کے بُلبُلے کی طرح ابھرتے ضرور ہیں، جاہل عوام کی طرف سے داد تو ملتی ہے، لیکن اللہ کے ہاں ان کا کوئی مقام ہوتا ہے اور نہ اللہ والوں کی نگاہوں میں ان کا کوئی احترام ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نیک اعمال کرنے میں جلدی کرو، اس سے پہلے کہ پُرفتن دور آجائے اور پُرفتن دور میں

وَ نَشْوًا يَتَّخِذُوْنَ الْقُرْاٰنَ مَزَامِيْرَ يُقَدِّمُوْنَ الرَّجُلَ لَيْسَ بِأَفْقَهِهِمْ وَلَا أَعْلَمِهِمْ ، مَا يُقَدِّمُوْنَهُ إِلَّا لِيُغَنِّيَهُمْ [1]

”اور ایسی نئی نسل پیدا ہوگی جو قرآن مجید کو موسیقی بنالے گی اور ایک ایسے آدمی کو آگے کریں گے جو ان میں سے زیادہ فقیہ ہوگا نہ زیادہ علم والا، اس کو صرف اس لیے آگے کریں گے کہ وہ انہیں موسیقی کے انداز میں قرآن سنائے گا۔“

اور صحیح حدیث کے مطابق جو خطیب صرف لوگوں سے داد لینے کے لیے لوگوں کے ہاں اپنی ترنّم اور نقل کا لوہا منوانے کے لیے اور روپے پیسے کے لیے نقلیں اور طرزیں اتارتا ہے۔ ایسے بدنصیب کو جنت تو درکنار جنت کی خوشبو تک نصیب نہیں ہوگی۔ [2] نعوذ باللہ ان نکون منھم

---

[1] مسند احمد: 3/494، سلسلہ صحیحہ: 979

[2] سنن ابی داود: 3179

ہمارے شیخِ محترم نہایت متواضع اور باعمل شخصیت مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ
مورخہ 3 ستمبر 2013ء بروز منگل بعد از نمازِ عصر میرے پاس مرکز السدیس فیصل آباد میں درس ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ نے دورانِ خطاب فرمایا:

''آج کل دعوت کا طریقہ بھی عجیب انداز اختیار کر چکا ہے کہ دُور دراز سے خطیب صاحب کو بُلایا جاتا ہے اور ان سے اپنی مرضی کا مضمون سُنا جاتا ہے پھر آخر میں مَن پسند اشعار فرمائش کر کے سُنے جاتے ہیں اور اس کے بعد کہانی ختم''...... یہ کیسی دعوت اور تبلیغ ہے......؟

مزید کہا:

اللہ کے بندو! اپنے خطباء سے علم سیکھا کرو، کانوں کے تلذذ کے لیے انہیں نہ بُلایا کرو۔''

④ نعرہ بازی:

سنجیدگی اخلاص کی علامت ہوتی ہے، شور شرابے اور نعرہ بازی کا ماحول سراسر اخلاص کے منافی ہے، کبھی کبھار تو سامعین میں سے کوئی شخص جوشِ ایمان میں نعرہ تکبیر بلند کر دیتا ہے، اس کی تو ایک حد تک اجازت ہے، لیکن خطیب کا خود کہنا کہ

نعرہ لگاؤ ...... باہر والو نعرہ لگاؤ ...... اندر والو! نعرہ لگاؤ

فلاں زندہ باد...... فلاں مردہ باد......!

اس طرح کے طور طریقے صاحبِ اخلاص لوگوں کے نہیں ہوتے......!

کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا ہے کہ خطیب صاحب بھڑک، دھڑک کے ذریعے ایسا سماں پیدا کر دیتے ہیں کہ اگر جواب میں نعرہ نہ ملے تو وہ فرماتے ہیں:

مارو......نعرہ......مر گئے او......!!!!!!!!

اب تو ایک نئی روش دیکھنے کو آئی ہے کہ کانفرنس میں چند نوجوانوں کی ڈیوٹی

لگائی جاتی ہے کہ وہ نعرے لگا لگا کر کانفرنس کی شان و شوکت کو چار چاند لگا دیں۔ جبکہ یہ تمام امور سراسر اخلاص کے منافی ہیں۔

محدّث العصر عبداللہ ناصر رحمانی ﷾ فرماتے ہیں کہ:

''ایک بڑی خطرناک رمز میں نے دیکھی...... پروگرام ہو رہا ہے، تقریر ہو رہی ہے اور کوئی صاحب اسٹیج پر آتے ہیں ان کو دیکھتے ہی لوگ نعرے مارنے شروع کر دیتے ہیں یہ کتنی افسوس ناک اور باطل روش ہے۔'' [1]

اسی طرح امام عبدالمنان محدث نورپوری ﷫ نے ''احکام و مسائل'' میں لکھا ہے کہ

''موجودہ نعرہ بازی کا قرآن و حدیث میں کہیں کوئی وجود نہیں۔''

یقیناً آپ یہ بات سن کر حیران ہوں گے کہ ہماری ملاقات ایک مشہور و معروف خطیب صاحب سے ہوئی اور ان کی آمد پر خُوب نعرے لگائے گئے اور دینی مجلس کے ادب کو بُری طرح پامال کیا گیا۔ ہم نے پروگرام کے آخر میں حضرت صاحب سے پوچھا کہ مولانا یہ کیا ماجرا ہے......؟ آپ تو نہایت سنجیدہ خطیب ہیں۔

اور وہ افسوس کرنے کی بجائے فرمانے لگے:

''نعرے اَیویں لگدے نیں!

ایدے واسطے کئی سال کھپانے پیندے نیں!

میں دس سال کے بعد اس مقام پر پہنچا ہوں۔'' استغفراللہ

(5) مالداروں کی تعریفیں:

مسجدیں اللہ کے لیے ہیں اور مساجد میں پروگرام اللہ کے نام کو اونچا کرنے

[1] خطباتِ رحمانی: 41، ملخصا

کے لیے ہوتے ہیں، دورانِ خطاب ضرورت کے پیشِ نظر کسی اہم شخص کا نام لیا جا سکتا ہے، لیکن بات بات پہ اڑتیس مرتبہ نام لینا کوئی عقل مندی اور دانائی نہیں......

ہمارے ہاں کئی خطبائے کرام اپنے بیان میں بلکہ خطبۂ جمعہ میں بار بار نام لینے سے باز نہیں آتے اور ان کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ میرے بار بار تذکرہ کرنے سے وہ شخص خوش ہوگا اور اس کی خوشی سے مجھے دو فائدے ہوں گے۔

(۱) وہ مجھے بار بار بلائے گا

(۲) خدمت اچھی ہو جائے گی۔

یاد رہے......!

مخلص خطباء ایسی سوچیں رکھتے ہیں نہ ایسی حرکتیں کرتے ہیں اور نہ ایسے کوئی خیر نصیب ہوتی ہے یہ صرف نفس کا دھوکہ ہے۔ اس دھوکے میں اپنا وقت ضائع نہ کریں بلکہ اخلاص کی اصل بنیادوں پر محنت فرمائیں۔

6 رَش توڑنے کے چکّر:

وعظ اور بیان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتا ہے، جب بیان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو تو اس سے لوگوں کی اصلاح ہوتی ہے اور معاشرے میں بہتری آتی ہے اور اگر طرز اور خطاب کا مقصد دوسری مساجد کا رَش توڑنا اور اپنی مسجد کی رونق بڑھانا ہو تو یہ سوچ سراسر اخلاص کے منافی ہے۔

اللہ کے بندو سوچو......! کسی مسجد کا رش توڑنے کا معنی سادہ لفظوں میں اس مسجد کو بے آباد کرنا ہے اور جو لوگ دوسری مساجد کو بے آباد کریں اور اپنی مسجد کی رونقوں کو دوبالا دیکھنا چاہیں یہ کہاں کا ایمان ہے......؟ آج کل خطابت کا معیار علم ہے نہ عمل، بلکہ انتظامیہ کی بھی ایک ہی خواہش ہوتی ہے کہ مسجد میں رش ہونا چاہیے

آج کل سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ تقریر میں لوگوں کی تربیت نہیں کی جاتی بلکہ ان کو معروف اداکاروں کی طرزوں پر شعر سنائے جاتے ہیں اور مختلف نقلوں کے ذریعے دل بہلایا جاتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

ہم اپنے نوجوان صالح خطباء کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ آپ نقّالوں کے آنے جانے کی پروا نہ کریں، یہ مفاد پرست بیچارے چار دن کے مہمان ہوتے ہیں۔آپ جہاں بھی خطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ وہاں پوری محنت اور دیانت داری سے کام کریں۔ دنیا و آخرت کی عزت ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے گی۔

2 مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہیے

مہنگی گاڑی، پُرسوز طرز اور روزانہ کے پروگرام کامیابی کی دلیل نہیں ہیں، بلکہ حقیقی عزت اور کامیابی کے لیے عاجزی وانکساری اور تواضع بنیادی شرط ہے۔

آج کل کئی خطباء خود کو اونچا کرنے کے لیے عجیب وغریب چور دروازے تلاش کرتے ہیں لیکن سادگی، تواضع اور اخلاقی جھکاؤ سے کام نہیں لیتے۔ہم نئے خطباء کرام کی خدمت میں نہایت ادب سے گزارش کریں گے کہ وہ اپنی عملی زندگی کے چند اہم پہلوؤں میں تواضع کا ضرور خیال رکھیں، عارضی نہیں حقیقی عزت نصیب ہوگی۔

گفتگو میں تواضع:

بدتمیز اور بے ادب عام انسان معاشرے کے لیے ناسُور ہے چہ جائیکہ معاشرے کو سنوارنے والے ہی بدتمیزی اور بے ادبی پر اتر آئیں اور اپنے خطاب میں متکبرانہ انداز اختیار کریں۔تواضع والی گفتگو جہاں خطیب کی شخصیت کو اونچا کرتی ہے، وہاں اس کی تقریر کو بھی چار چاند لگا دیتی ہے۔

دورانِ خطاب لہجے میں تکبر نہیں ہونا چاہیے بلکہ لب و لہجے میں عاجزی ہونی چاہیے۔ فریقِ مخالف کا رد کرتے ہوئے آپ کا خطاب ناصحانہ ہونا چاہیے نہ کہ مناظرانہ۔ ہمارے کئی خطباء نہایت عمدگی سے بیان کرتے ہیں لیکن دورانِ بیان فریقِ مخالف کا مذاق کرنا، ان کی عزت کو مجروح کرنا اور ان کے اکابر کو توہین آمیز لہجے سے مخاطب کرنا ان کا معمول ہوتا ہے اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دوسرے مسالک کے لوگوں کی بدگمانی مزید بڑھ جاتی ہے۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مناظرانہ اور مجادلانہ گفتگو سے جھگڑے زیادہ ہوئے ہیں، بدگمانیاں بڑھی ہیں جبکہ فوائد نہ ہونے کے برابر۔ حق کے بہت زیادہ نہ پھیلنے کی ایک بنیادی وجہ خطباء کی نامناسب گفتگو بھی ہے۔ اسی طرح کسی اختلافی فقہی مسئلے پر بیان کرتے ہوئے تواضع کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کریں، الفاظ کی درشتی اور سختی سے بچیں۔ بہت جلد بہت زیادہ فوائد حاصل ہوں گے۔ ان شاء اللہ الرحمٰن۔

یادرہے......!

دعوت و تبلیغ کا کام بے حد صبر آزما کام ہے۔

اس میں اپنے مخالفین کا خیر خواہ بننا پڑتا ہے۔

اس میں فریقِ ثانی کی زیادتیوں کو بہت حوصلے اور وسعتِ ظرفی کے ساتھ یکطرفہ طور پر نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔

اس میں اپنے مخاطبین کو مدعوّ کی نظر سے دیکھنا نہایت ضروری ہے خواہ وہ خود داعی کے لیے رقیب اور حریف بنے ہوئے ہوں۔ ماہرین نفسیات نے لکھا ہے کہ کامیاب خطیب وہ ہے جس کا کلام حکیمانہ ہو اور حکیمانہ کلام کی ایک خاص پہچان یہ ہے کہ اس میں جو دعوت دی جاتی ہے اس میں نفسیات کا پورا پورا لحاظ کیا جاتا ہے، داعی

اپنی بات کو ایسے اسلوب میں بیان کرتا ہے کہ سننے والا اس کو اپنے دل کی بات سمجھ کر قبول کرتا ہے، حکیمانہ کلام ناصحانہ ہوتا ہے نہ کہ مناظرانہ۔

لباس میں تواضع:

اپنے لباس کو نہایت سادہ رکھیں کیونکہ آپ سادگی کے داعی ہیں اور سادگی میں لوگوں کے لیے نمونہ ہیں۔ اللہ کے دیئے ہوئے رزقِ حلال میں سے قیمتی لباس پہننا بالکل درست ہے لیکن مروّجہ معاشرتی فیشن کے مطابق پُر تکلف لباس، فاخرانہ لباس، عورتوں جیسی کڑھائیاں ہرگز مناسب نہیں ہیں۔ جو خطباء فیشن کی رو میں بہہ کر اس طرح کی حرکتیں کرتے ہیں، لوگ بھی ان کو محبت کی نظر سے نہیں دیکھتے اور نہ ہی ان کو بھی حقیقی مقام حاصل ہوتا ہے۔

3 علم میں پختگی اور رسوخ پیدا کریں

اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ ''خطابت'' کیا ہے.....؟ تو ہم اس کو ایک جملے میں یہی جواب دیں گے کہ خطابت اسلام کی نمائندگی ہے اور اسی لیے یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ پہلے دور میں دعوت وخطابت کا کام انبیاء ورُسل علیہم السلام کیا کرتے تھے اور اب یہ سعادت اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔

خطیب میں ہر کمی برداشت کی جا سکتی ہے لیکن علمی اور اخلاقی کمی قطعاً ناقابلِ قبول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا حکم دیا کہ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ''آپ بھی اس بات کا علم ضرور حاصل کریں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں'' اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح البخاری میں باب باندھا ہے۔

اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ ''بات کہنے اور کرنے سے پہلے علم ضروری ہے''

لیکن آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ صرف طرز، بڑھک، جملے بازی، مترادف الفاظ کی گردان اور تخیلاتی بیان کر کے اپنا اور سامعین کا وقت ضائع کیا جاتا ہے اور نہایت قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ دن بہ دن اسٹیجوں پر جاہل خطباء کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے اور جاہل عوام ان کو ضرورت سے زیادہ پذیرائی دینے لگی ہے، یہی خوش فہمی ساری زندگی خطیب کو علم سے نا آشنا رکھتی ہے۔ وہ لوگوں کی ''واہ... واہ'' کو اپنے لیے سب کچھ سمجھتا رہتا ہے۔

ایک وقت تھا کہ جب القابات کی عظمت کو ملحوظِ خاطر رکھا جاتا تھا اور آج کل القابات کے تقدس کو اس قدر پامال کیا جاتا ہے کہ عربی عبارت کی سطر صحیح اعراب کے ساتھ نہ پڑھنے والا خطیب بھی ہمارے ہاں مناظرِ اسلام اور محققِ زماں بن چکا ہے۔

والی اللہ المشتکی

بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جتنا بڑا نقال ہوتا ہے اسی قدر بڑا خطیبِ پاکستان اور محبوبِ عوام ہوتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اور یہ سارا کچھ عوام کو خوش کرنے کے لیے اور عوام سے داد لینے کے لیے کیا جاتا ہے چونکہ جاہل قسم کے لوگوں کو علمی اور تربیتی بیان ہضم نہیں ہوتے، اس لیے جاہل خطباء ایسے جاہل بلکہ اجہل سامعین کو خوش کرنے کے لیے آئے روز نت نئی نقلیں اور طرزیں متعارف کرواتے رہتے ہیں۔ ہم اپنے دینی مدارس کے طلباء کو جو خطابت کا شوق رکھتے ہیں، خبردار کرتے ہیں کہ وہ ایسی خطابت اور ایسے خطباء سے ہرگز متاثر ہوں نہ نقالی کو خطابت کی معراج سمجھیں بلکہ مختلف موضوعات پر علمی پہلوؤں سے محنت کریں، اس کی بدولت جہاں دنیا میں حقیقی عزت نصیب ہوگی، وہاں اللہ کی بارگاہ میں رحمت، سعادت اور جنت سے نوازا جائے گا۔

قرآن سے خصوصی لگاؤ

خطبائے کرام کو قرآن مجید کے ساتھ گہری دلچسپی ہونی چاہیے، کیونکہ وہ خطیبِ قرآن ہیں، وہ داعیٔ قرآن ہیں، وہ حافظِ قرآن ہیں اور لوگوں کی نگاہوں میں تو وہ بہت بڑے عالمِ قرآن ہیں۔ قرآن پر محنت کرتے ہوئے چند پہلو نہایت توجّہ طلب ہیں۔

(۱) قواعد تجوید:

سب اہل علم جانتے ہیں کہ لحنِ جلی بالاجماع حرام ہے اور ہمارے بعض خطبائے کرام لحن جلی کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں اور اگر کوئی ان کی اصلاح کرنا چاہے تو غصے سے لال پیلے ہو جاتے ہیں...... ایسا رویہ کسی صورت بھی درست نہیں ہے، خطبائے کرام کو تجوید کے قواعد ضرور پڑھنے چاہئیں، کیسی عجیب بات ہے کہ لوگوں کو قرآن کی طرف راغب کرنے کے لیے کانفرنس میں تشریف لانے والے خطیب صاحب قرآن کے بنیادی علم سے اس قدر جاہل ہیں کہ خود ان کو ''غنّے اور مدّ'' کا بھی علم نہیں، موٹے اور باریک حرف میں فرق کرنا ان کے بس میں نہیں بلکہ نقّالی اور طرز کی روش میں بہہ کر وہ قرآن پڑھتے ہیں۔

ہم اپنے پیارے خطبائے کرام سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اللہ کو گواہ بنا کر بتائیں کہ قرآن سے اس قدر دُوری کہ الفاظ بھی دُرست نہ پڑھے جائیں، کیا یہ قابلِ معافی معاملہ ہے......؟ غور فرما کر کسی نتیجے پر پہنچیں، مہلت کا وقت بہت تھوڑا ہے۔

(۲) ترجمہ میں مہارت:

خطیبِ اسلام کو اسلام کی بنیادی کتاب قرآن مجید کا ترجمہ ضرور آنا چاہیے۔ بلکہ ترجمے کے ساتھ قرآن پڑھنا روزمرّہ کا معمول ہونا چاہیے۔ ہمارے تجزیے کے

مطابق قرآن کا ترجمہ آسان کام نہیں ہے بلکہ قرآن پاک کا صحیح ترجمہ جاننے کے لیے گہری دلچسپی اور حد درجہ محنت کی ضرورت ہے اور ہمارے نزدیک قرآن کا ترجمہ جاننے والا خطیب صرف خطیب ہی نہیں بلکہ ممتاز عالمِ دین ہے کیونکہ ہمارے دین کا متن قرآن ہے اور جو دین کا متن اپنی زبان میں سمجھ لے تو یقیناً وہ قابلِ رشک عالم بن جاتا ہے۔

ہماری صالح اور دیانتدار ٹیم کے سروے کے مطابق 95 فیصد خطباء ایسے ہیں جن کو قرآن مجید کا ترجمہ تک نہیں آتا اور ان میں تکبّر اور نخرہ اس قدر ہے کہ الامان والحفیظ۔ اللہ کی پناہ......!

چراغ تلے اندھیرے کا مطلب یہی ہے کہ خطیب صاحب لوگوں کو وعظ کرنے کے لیے تو روزانہ نکلیں لیکن خود ایک رُکوع ترجمہ پڑھنے کی توفیق نصیب نہ ہو کہیں مندرجہ ذیل قرآن پاک کی آیت ایسے خطباء کو ہی تو مخاطب نہیں کرتی:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ [1]

''کیا تم لوگوں کو نیک کام کرنے کا کہتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں......؟''

تفسیر سے گہری دلچسپی:

خطبائے کرام کو قرآن کی تفسیر سے بہت زیادہ شغف ہونا چاہیے اگر وہ قدیم وجدید عربی تفاسیر سے استفادے کا ملکہ نہیں رکھتے تو کم از کم اُردو تفاسیر تو ضرور پڑھنی چاہئیں۔ اس سلسلے میں

---

[1] البقرہ:44

"المِصبَاحُ المنیر" (مختصر تفسیر ابن کثیر) (دارُالسّلام)

"تَیسِیرُالقرآن" (مکتبۃ السّلام)

"ترجمان القرآن" (اسلامی اکادمی)

"تفسیرالسعدی" (دارُالسلام)

"تفسیر القرآن العظیم" (دارُالاندلس)

"اشرف الحواشی" مولانا عبدہ الفلاح رحمۃ اللہ علیہ

اور "تفسیراحسن البیان" حددرجہ مفید ہیں۔

اور اسی طرح جو خطبا وعلما تفہیم القرآن، تدبر القرآن اور تذکیر القرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ دورانِ مطالعہ اس بات کا گہرا خیال رکھیں کہ ان تفاسیر میں بعض باتیں ایسی آگئی ہیں جو قرآن وحدیث کے اسلوب سے موافقت نہیں رکھتیں۔ ایسی صورت میں اپنے اکابر مشائخ سے ضرور تبادلہ خیال کرلیں۔ بہرصورت قرآن کے حوالے سے خطیب کا کام یہ ہے کہ اس کی تفسیری نکات پر گہری نظر ہو اور وہ آیات کو حالات پر منطبق کرنا جانتا ہو اور وہ پوری بصیرت سے قرآن پڑھ کر باطل فرقوں کا ردّ کرسکتا ہو۔ اس سلسلہ میں فنِ خطابت کے امام شیخ القرآن شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبداللہ شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مثال آپ تھے۔ قرآن کے حوالے سے خطبا کی غیرت کو بیدار کرنے کے لیے اور ان کی محبّت کو بڑھانے کے لیے ہم ایک واقعہ تحریر کرتے ہیں۔

إِنَّ الْوَزِيْرَ الْبَرِيْطَانِيْ غَلَاد سَتُوْن صَرَّحَ فِيْ مَجْلِسِ الْعُمُوْمِ الْبَرِيْطَانِيْ وَهُوَ يُخَاطِبُ النُّوَّابَ وَبِيَدِهِ نُسْخَةٌ مِّنَ الْقُرْآنِ الْكَرِيْمِ قَائِلًا: مَادَامَ

هٰذَا الْقُرْاٰنُ بِيَدِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَنْ نَّسْتَطِيْعَ أَنْ نُّحْكِمَهُمْ لِذَالِكَ فَلَا مَنَاصَ لَنَا مِنْ أَنْ نُزِيْلَهُ مِنَ الْوُجُوْدِ أَوْ نَقْطَعَ صِلَةَ الْمُسْلِمِيْنَ بِهٖ [1]

''ایک برطانوی وزیر گلیڈسٹون نے برطانوی دارالعوام میں تقریر کی۔اس کے ہاتھ میں قرآن تھا،اس نے نمائندگان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: جب تک یہ قرآن مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے گا ہم ان کے اوپر اپنا حکم نہیں چلا سکتے۔اس بنا پر ہمارے لیے اس کے سوا کوئی صورت نہیں کہ یا تو اس کتاب کا وجود مٹا دیں یا مسلمانوں کا رشتہ اس سے کاٹ دیں۔''

علم حدیث:

رسول اللہ ﷺ کی ہر ادا اُمّت کے لیے ہدایت، باعثِ رحمت اور ذریعۂ نجات ہے۔ دورانِ خطاب موضوع کے مطابق صحیح احادیث کا انبار لگا دینا چاہیے۔ اب اس ترقّی یافتہ دور میں موضوع کے مطابق احادیث کا انتخاب حد درجہ آسان کام ہے۔ محدّثین کرام کی جانفشانی اور محققین کرام کی ان تھک محنت نے ذخیرۂ احادیث کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ حدیث کی اہم کتابیں اپنے پاس بلکہ اپنے ساتھ رکھیں۔ اللہ بھلا کرے! اِن مکتبات کا کہ انہوں نے نہایت ہی خوبصورت پیرائے میں ان کو شائع کیا ہے اور بالخصوص دارالسلام اور مکتبہ اسلامیہ کی خدمات قابلِ تعریف ہی نہیں بلکہ قابلِ رشک بھی ہیں۔ علمِ حدیث کے حوالے سے تین باتوں کی طرف خصوصی توجہ رکھیں:

1 ...... اعراب

دورانِ خطاب عربی عبارت اور بالخصوص حدیث شریف پڑھتے ہوئے

---

[1] دعوۃ الحق: 80' دعوت اسلام: 170

صحتِ اعراب کا خیال رکھیں، اکثر خطبائے کرام کو دیکھا گیا ہے کہ وہ عربی عبارات اور احادیث کے مفہوم کا بالکل اہتمام نہیں کرتے اور اگر کہیں عبارت آ جائے تو نہایت غلط پڑھتے ہیں جو کہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہمارے دینی مکتبات بھی قصور وار ہیں جو صرف بچت اور پیسے کمانے کے چکروں میں محقق علما کو ان کی محنت کا مناسب معاوضہ نہیں دیتے۔ ثقہ علمائے کرام سے نظرِ ثانی کرواتے ہیں نہ ہی ان سے پروف ریڈنگ کروائی جاتی ہے ہمیں ذاتی طور پر اس کا تلخ تجربہ ہوا ہے۔

ہم اپنے مقدمے کی وساطت سے ناشران کتب کی خدمت میں بڑے ادب سے گزارش کریں گے کہ وہ معاملے کی نوعیت کو سمجھیں اور پوری محنت اور جانفشانی کے بعد کتاب کو مارکیٹ میں لائیں۔ بالخصوص کُتبِ احادیث کو بازیچۂ اطفال نہ بنایا جائے۔ صرف روپیہ پیسہ ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ مکھی پر مکھی مارنے کی بجائے اپنے دماغ کو استعمال کرتے ہوئے نیا کام کروائیں۔ کچھ دوستوں نے ہم سے بھی کام کروایا ہے لیکن ناقص نظرِ ثانی اور پروف ریڈنگ کی وجہ سے اعراب وغیرہ کی بیسیوں اغلاط ہیں۔

2 ...... ترجمہ/تشریح

حدیث کا ترجمہ لازمی کریں، بلکہ دورانِ خطاب بیان کی گئی حدیث کی شرح اس قدر آسان اور خوبصورت انداز میں کریں کہ اس سے عامۃ الناس کو کئی مسائل پر رہنمائی ملے۔ اس سلسلے میں ہمارے نزدیک مکتبہ دارالسّلام کی تمام مترجم کتب خریداری کے قابل ہی نہیں بلکہ قابلِ رشک بھی ہیں، کتاب خریدتے وقت دارالسّلام کی کتب کو زیادہ اہمیت دیں۔ کیونکہ یہ بات ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ مکتبہ دارالسّلام والے کتاب کی تیاری میں بہت زیادہ محنت کرتے ہیں۔

3 ...... صحیح اور ضعیف کا فرق

جو کچھ آپ بیان کرتے ہیں کل قیامت کے روز اسی کے مطابق آپ کو فیل یا پاس کیا جائے گا، اگر آپ کا بیان قرآنی آیات، صحیح احادیث اور حقائق و معارفِ پر مشتمل ہے تو یہ آپ کے لیے ذریعۂ نجات ہوگا اور اللہ نہ کرے اگر آپ غلط اور صحیح میں فرق کیے بغیر ثابت اور غیر ثابت کے امتیاز کو پسِ پشت ڈال کر محض ترنّم اور رقّت پیدا کرنے کے لیے ضعیف اور غیر ثابت احادیث بیان کریں گے تو آپ کو قیامت کے دن بحیثیت خطیب نہیں بلکہ بحیثیتِ مجرم اٹھایا جائے گا۔ اپنے بیان کے مواد کو کھیل تماشہ نہ سمجھیں۔ یہ بہت بڑی حسّاس ذمہ داری ہے۔

صحتِ حدیث کے حوالے سے امیر المومنین فی الحدیث امام البانی رحمہ اللہ کی خدمات سے ضرور استفادہ کریں، اگر چہ بتقاضہ بشریت ان کی تحقیق میں کہیں نہ کہیں کمی کوتاہی کا وجود ہوسکتا ہے لیکن مجموعی اعتبار سے آپ کی تالیفات، تخریجات، تنقیدات اور تحقیقات اہلِ علم کے لیے روشن چراغ ہیں۔ اللہ تعالیٰ امام صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

اب بعض محققین کرام نے امام البانی رحمہ اللہ پر تنقید کرنا اپنا محبوب مشغلہ بنالیا ہے ایسے احباب کو اللہ سے ڈرنا چاہیے اور ادب کے دائرہ میں رہتے ہوئے علمی اختلاف کرنا چاہیے۔ علمی اختلاف کو ذریعہ نفاق اور بے ادبی کا بہانہ نہ بنائیں۔ ان تنقید نگاروں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو صرف کمپیوٹر کی مدد سے امام البانی رحمہ اللہ پر تنقید کررہے ہیں۔ جو اتنی علمی استعداد نہیں رکھتے کہ عربی کے دو حرف بھی پڑھ سکیں لیکن مکتبہ شاملہ یا دوسرے عربی سافٹ ویئر استعمال کرتے ہوئے اچھے خاصے ''محقق'' بنے ہوئے ہیں۔

4 تاریخ کا مطالعہ

قرآن مجید کے تیس پارے ہیں ان میں سے ایک اہم ترین حصہ تاریخ پر مشتمل ہے، یعنی قرآن مجید نے پہلے انبیا ورسل علیہم السلام کی تاریخ کو بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک مشہور ترین انبیاء کی تاریخ، ان کی سیرت اوران کی زندگی کے واقعات پڑھنے اور ان کو بیان کرنے کا ارادہ ہوتو اس کے لیے شاندار کتاب قرآن مجید ہے۔

بعض خطیب قرآنی واقعات بیان کرتے ہوئے حد درجہ ملمع سازی سے کام لیتے ہیں، جبکہ ایسا کرنا کسی صورت بھی جائز نہیں۔

قرآن کے علاوہ بھی خطیب کے لیے تاریخ کا مطالعہ نہایت ضروری ہے اور بالخصوص اس کو تاریخ میں سے ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کے موضوع پر مکمل عبور ہونا چاہیے، خلفائے راشدین کی سیرت اور صحابہ وتابعین کے بعد دیگر صدیوں میں مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستانیں نگاہ کے سامنے ہوں تو خطابت اپنی معراج کو جا پہنچتی ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے خطباء صرف اور صرف طرز کے چکروں میں پڑے ہوئے ہیں جبکہ علم تاریخ، علمِ سیرت اور محدثین کی خدمات کے حوالے سے وہ ایک لفظ بھی نہیں جانتے۔ ملکِ پاکستان میں رہتے ہوئے ہر خطیب یہی کہتا ہے کہ یہاں پر اسلام نافذ ہونا چاہیے لیکن آئین پاکستان کیا ہے......؟ کسی کو کوئی علم نہیں......!

اللہ کے بندو......!

صرف بڑھکوں اور حکمرانوں پر تنقید کرنے سے اسلام نافذ نہیں ہوگا۔ ہماری عدالتوں میں جو قانون نافذ ہیں ان کا اسلام کے ساتھ تقابلی جائزہ لیں اور اپنی

عوام کو بتائیں کہ جو ملک ''لا الہ الا اللہ'' کی بنیاد پر حاصل کیا گیا ہے، اس ملک کی قانونی دفعات میں کہاں کہاں لا الہ الا اللہ کی مخالفت ہے۔ حقیقی بنیادوں پر محنت کرتے ہوئے عوام میں اسلام کے نفاذ کا شعور پیدا کریں۔ ان شاء اللہ بہت بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔

5 عمل میں نکھار

معاف کرنا......! ہمارے بعض خطبا نے اپنے عمل سے ''مولویت'' کو دوسروں کی نظروں میں حقارت کا موضوع بنا دیا ہے جبکہ وہ ''عظمت'' کا موضوع تھا۔ آج کل کئی خطباء کو صرف اس خمار نے بے عمل اور بدعمل بنا دیا ہے کہ ان کے پروگرام بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پروگراموں کی کثرت ہی ہماری نجات کے لیے کافی ہے۔ حالانکہ یہ سو فیصد غلط بات ہے۔

ہمیں ایک خطیب صاحب کے ڈرائیور نے بتایا کہ حضرت صاحب چوری چھپے سگریٹ بھی پیتے ہیں اور نمازوں میں بھی حد درجہ غافل ہیں اور وہ اپنی نجی محفلوں میں کہتے ہیں: ''کوئی نئیں ساڈی نجات لئی بیان دینے ای کافی نیں''

پیارے خطبائے کرام......!

آج کل بعض خطباء جن مہلک بداعمالیوں میں مبتلا ہیں، ان میں سے چند کی ہم نشاندہی کرتے ہیں، اپنی شخصیت کو ان سے داغدار ہونے سے مکمل طور پر بچائیں۔

(۱)...... دل کا کوڑھ پن:

عموماً دیکھا گیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی اختلافی باتوں کو دل میں بٹھا لیا جاتا ہے اور بظاہر صلح کر لینے کے باوجود بھی دل گندہ رہتا ہے۔ جبکہ یہ گناہ اس قدر خطرناک ہے کہ اس سے نیک اعمال بھی برباد ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق کے

سب دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک حضرت صاحب نے بھری مجلس میں اپنے مخالف سے صلح کر لی لیکن پھر بھی وہ بعد میں مخالفت کرنے، حسد کرنے اور اتہامات سے باز نہ آئے۔ کسی شریف آدمی نے کہا: حضرت جی! آپ نے تو ان کو معاف کر دیا ہے اور ان سے صلح کر لی ہے لیکن پھر بھی آپ عیب جوئی، طعنہ زنی سے باز نہیں آتے۔ اب آپ ایسا کیوں کرتے ہیں......؟ اعلیٰ حضرت ہنستے ہوئے فرمانے لگے:

''وہ کون سی معافی تھی وہ تو ایک سیاسی صلح تھی''

اعوذ باللہ ان اکون من الجاہلین...... انا للہ وانا الیہ راجعون

(۲)...... حسد:

امام العارفین، شمس الواعظین امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی موضوعات پر اہم کُتب تالیف فرمائی ہیں۔ آپ کی شاندار کتابوں میں سے ایک کتاب ''صید الخاطر'' ہے۔ خطباء، علماء اور طلباء کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے بہت زیادہ غور کیا ہے کہ علماء و خطباء آپس میں ایک دوسرے سے حسد کیوں کرتے ہیں؟ اس کی وجہ صرف اور صرف ایک ہی سمجھ آئی ہے کہ جن علماء و خطباء کو دنیا کے ساتھ گہری محبت ہوتی ہے اور وہ دنیوی مفادات کو مقدّم رکھتے ہیں ایسے علماء و خطباء حسد جیسی مہلک بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ ان کی موجودگی میں کسی اور کو عزت اور مقام و مرتبہ مل جائے۔ وہ اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے دوسروں پر تہمتیں لگانا بھی عیب نہیں سمجھتے۔

جو علما ''علماء الآخرہ'' ہوتے ہیں وہ حسد کرنے والے نہیں بلکہ خوش ہونے

والے اور آپس میں ایک دوسرے سے پیار محبت کرنے والے ہوتے ہیں اور دوسرے کی کسی کوتاہی پر اطلاع پانے کے بعد اس پر پردہ پوشی کرنے والے ہوتے ہیں اور اس کی عدم موجودگی میں اپنے عالم اور خطیب بھائی کی عزت کا دفاع کرنے والے ہوتے ہیں۔ یہی وہ علماء و خطباء ہیں کہ کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے چہرے سے جہنّم کی آگ کو دور کر دے گا۔ آپ کہاں کھڑے ہیں......؟

آپ کا شمار کن خطباء و علماء میں ہے......؟

اس کا جواب اپنے ہی ضمیر سے لیں اور ہماری آنے والی تحریر کو بعد میں پڑھیں۔

معزز خطبائے کرام......!

بہت تھوڑے لوگ ہیں جو کسی کی عدم موجودگی میں تعریف سن کر یا دوسرے کی تعریف کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں ورنہ سروے کیا گیا ہے کہ جونہی کسی دوسرے خطیب کی تعریف کی جاتی ہے تو بعض خطبائے کرام اسی وقت ان کی کوتاہیوں کی لمبی لسٹ پیش فرما دیتے ہیں حتّٰی کہ اس کا ایمان تک تول کر رکھ دیتے ہیں......

اُف اللہ......! اس قدر گھٹیا حرکت......! انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب تو یہ بات بھی واضح ہو چکی ہے کہ آپ ساری زندگی جس کے مفادات پورے کرتے رہیں، اگر کسی موقع پر شرعی عذر کی وجہ سے اس کا کوئی مفاد پورا نہ ہوا تو پھر وہ حضرت صاحب اس قدر حاسد بن جاتے ہیں کہ جانوروں سے زیادہ خطرناک حرکتیں کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ایک عربی دانا نے شاید اسی لیے کہا تھا:

اِتَّقِ الشَّرَّ مَنْ أَحْسَنْتَ إِلَيْهِ

''جس پر تو نے احسانات کیے ہیں اس کے شر سے بچ، (اس کا شر نہایت

خطرناک ہوگا'') اللہ اکبر!

اور ہماری سروے ٹیم کے مطابق حاسد مزاج خطیب اور نعت خواں کل بھی ذلیل تھے آج بھی ذلیل ہیں اور ان کی شخصیت اور عزت میں رَتی برابر اضافہ نہیں ہوا۔ وہ آج تک حسد کی آگ میں جَل رہے ہیں۔

(۳)......سنی سنائی بات آگے بیان کرنا:

کسی ایسی بات کو آگے بیان کرنا کہ جس سے دوسرے کی عزت میں کمی آئے اور اس کی شخصیت مجروح ہو یہ دہرا گناہ ہے۔

ہمارے بعض خطباء میں بہت بُری بیماری ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے پھیلا دیتے ہیں اور پھر گندی مکھی کی طرح عیوب اور نقص والی باتیں آگے بیان کرتے ہیں، اچھے اوصاف بیان نہیں کرتے۔

اس کوتاہی سے ہم نے کئی معزز لوگوں کی عزت مجروح ہوتے دیکھی، بات کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہوتی لیکن بات کا بتنگڑ بنا کر اور اپنی طرف سے اس پر خطیبانہ میک اپ کر کے اس کو اچھالا جاتا ہے کہ شاید ان کی یہ حرکتیں دیکھ کر ابوزید سروجی بھی شرما جائے۔ ہم اپنے طلباء اور خطباء سے گزارش کریں گے کہ وہ دوسروں کی بات میں ہرگز دلچسپی نہ لیں اور بالخصوص کسی کے متعلق عیب والی بات سن کر اس پر پردہ ڈال دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص کسی کے عیب پر پردہ ڈالے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیبوں پر پردہ ڈالیں گے اور اس سے جہنم کی آگ کو دور کر دیں گے۔'' [1]

---

[1] مسند احمد: 5646

(۴)......ہنسی مذاق اور فضول گفتگو:

عموماً دیکھا گیا ہے کہ جہاں بعض خطبائے کرام کی جماعت تشریف فرما ہو وہاں سنجیدگی، خدا خوفی اور سُلجھا پن نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ بات بات پر قہقہے لگانا اور فضولیات میں عام لوگوں کی طرح حدود سے آگے نکل جانا روزمرّہ کا معمول ہے۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فضولیات بکنے والا فاسق وفاجر اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دُھتکارا ہوا بدنصیب شخص ہے۔

امام مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

إِذَا رَأَيْتَ قَسَاوَةً فِيْ قَلْبِكَ وَوَهْنًا فِيْ بَدْنِكَ وَحِرْمَانًا فِيْ رِزْقِكَ فَاعْلَمْ أَنَّكَ قَدْ تَكَلَّمْتَ بِمَا لَا يَعْنِيْكَ [1]

''جب تو اپنے دل کو سخت دیکھے اور اپنے بدن کو سست اور کمزور پائے اور رزق کے حصول میں تجھے محرومی ہو تو اچھی طرح جان لے کہ تو نے اپنی زبان سے فضول اور بے مقصد باتیں کی ہیں۔''

کون ہے......! جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو پڑھ کر اپنے آپ کا محاسبہ کرے اور اپنی اصلاح کرے۔

اب تو معاملہ ہنسی مذاق اور فضول گفتگو سے کئی کلومیٹر آگے بڑھ چکا ہے، بعض خطبائے کرام اپنے خاص چیلوں میں بیٹھ کر کسی کی پگڑی اچھالنا، کسی کی عزت پر حملہ کرنا اور خواہ مخواہ کسی کو ذلیل کرنا اپنی کامیابی کی دلیل سمجھتے ہیں۔ جبکہ یہ سراسر تباہی کا راستہ ہے ایسی حرکتیں پیشہ ور خطباء ہی کر سکتے ہیں۔ جن کو یومِ حساب کی فکر ہوتی

---

[1] فیض القدیر: 1/369

ہے، وہ اس طرح کی محفلیں کبھی نہیں سجاتے۔

(۵)...... اسٹیج پر غیر سنجیدہ حرکتیں:

اپنے بیان سے قبل یا بعد میں ہونے والے خطاب کو پوری سنجیدگی سے سننا چاہیے اور بالخصوص اسٹیج پر بیٹھے اپنی حرکات وسکنات کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔

آج کل ایک نہایت خطرناک روش چل نکلی ہے کہ خطیب صاحب بیان کر رہے ہوتے ہیں اور دوسرے خطیب صاحب اسٹیج پر بیٹھے موبائل پر باتیں کر رہے ہیں، ہنس رہے ہیں، دائیں بائیں جھک کر کانا پھوسی کر رہے ہیں ۔ یہ سب حرکتیں ناشائستہ ہیں۔ ان سے گریز کریں اور اپنے آپ کو اچھا خطیب سمجھنے سے پہلے اچھا انسان ضرور بنائیں۔ اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ جو دوسروں کے خطاب کے دوران باتیں کرتے ہیں۔ جب ان کے بیان کے دوران کوئی غیر سنجیدہ معاملہ ہو جائے تو وہ سٹپٹا اٹھتے ہیں۔

(٦)...... چندہ ہی مانگتے رہنا:

دینی معاملات میں اخراجات کے حوالے سے تمام تر ذمہ داریاں نہایت خودداری، رازداری اور خوفِ خدا سے پوری کرنی چاہئیں۔ مزید برآں کہ اللہ کے دین کے لیے پیسے کا سوال کرنا بالکل جائز ہے۔ آپ مساجد اور مدارس کے ضروری اخراجات کے لیے بوقتِ ضرورت اپیل کر سکتے ہیں، لیکن ہر تقریر کے بعد ہر جگہ مانگنا عزتِ نفس اور خودداری کے سراسر خلاف ہے۔ آج کل بعض خطباء نے چندہ اکٹھا کرنا اپنا معمول بنا لیا ہے جبکہ سب جانتے ہیں کہ وہ دین کا کام نہ ہونے کے برابر کر رہے ہیں، لیکن ہر ایک کو چقمہ دینا اور مال بٹورنا ان کا ایک فن ہے اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔

جب سے دین کی دعوت کا فریضہ خوددار لوگوں کے ہاتھوں سے نکل کر مفاد پرست

لوگوں کے ہتھے چڑھا ہے، مسلک، جماعت اور دین کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔

یاد رہے......!

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق دنیا بھی اسی کی سنورتی ہے جو اپنی آخرت کو سنوارنے کے لیے محنت کرتا ہے اور جو دین کا داعی ہو کر ہر وقت دنیا کے مال کی طرف اپنی رال ٹپکاتا رہے اس کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

خطباء کی عملی زندگی کے پہلو کو بیان کرتے ہوئے ایک مسلم سکالر کہتے ہیں:

''اللہ کے دین کے حقیقی خطباء وہ ہیں جن کی معرفتِ الٰہی اتنی بڑھ جائے کہ اُن کو خدا کے ذکر سے لذت حاصل ہو اور ان کو صبح و شام اپنے رب سے رزق ملنے لگے، پوری دنیا ان کے لیے ایمانی غذا کا دسترخوان بن جائے، آخرت کا استحضار ان کے اوپر اتنا طاری ہو گویا کہ وہ جنت اور جہنم کو دیکھ رہے ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ان کی زندگی عملِ صالح کا نمونہ بن جائے گی اور وہ اس احساس کے ساتھ بولیں کہ ان کے الفاظ انسانوں تک پہنچنے سے پہلے اللہ تک پہنچ جائیں۔ وہ جو کچھ کریں یہ سوچ کر کریں کہ وہ اپنے ہر عمل کے لیے مالکِ کائنات کے سامنے جواب دِہ ہیں۔ ہر خطیب جب کسی دوسرے شخص کے ساتھ معاملہ کرے تو اس کو نظر آ رہا ہو کہ ان کے درمیان ایک تیسرا بھی شریک ہے اور وہ اللہ ہے''

امامِ مالک رحمۃ اللہ علیہ کی انمول نصیحت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ علم و عمل کے عظیم پیکر تھے۔ باوضو ہو کر خوشبو لگا کر رسول اللہ ﷺ کی حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ ہمارے خطبائے کرام کو بھی باوضو گفتگو کرنی چاہیے۔ ایک دفعہ امام محمد بن ادریس شافعی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے شافعی!

إِنِّي أَرَى اللّٰهَ قَدْ أَلْقَى عَلٰى قَلْبِكَ نُوْرًا فَلَا تُطْفِئْهُ بِظُلْمَةِ الْمَعَاصِيْهِ [1]

''بلاشبہ میں خیال کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو خاص نور سے نوازا ہے۔ اس کو نافرمانی سے بجھا نہ دینا۔'' اللہ اکبر!

اور اسی طرح قرآن و حدیث کے درجنوں دلائل اس حقیقت کو واضح کرتے ہیں کہ نافرمانی اور گناہ کا سب سے خطرناک اثر انسان کے دل اور اس کی روحانیت پر ہوتا ہے، بلکہ امام حماد بن ابی سلمہ رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ

لَيْسَتِ اللَّعْنَةُ سُوادًا يُرٰى فِي الْوَجْهِ إِنَّمَا هِيَ أَلَّا تَخْرُجَ مِنْ ذَنْبٍ إِلَّا وَقَعْتَ فِيْ ذَنْبٍ [2]

''لعنت کوئی سیاہی نہیں جو چہرے پر دکھائی دے، لعنت یہ ہے کہ تم ایک گناہ سے نکلنے نہ پاؤ کہ دوسرے گناہ میں مبتلا ہو جاؤ۔''

امام حماد رحمۃ اللہ کے اس قول سے ہم بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم اللہ کی رحمت کے زیادہ قریب ہیں یا اس کی ناراضی کے۔

(خطبائے کرام کی تنظیمی زندگی کے متعلق چند باتیں)

کسی بھی عقل مند شخص کو تنظیمی زندگی سے انکار نہیں، جہاں تنظیمی زندگی میں بے شمار فوائد ہیں وہاں اجتماعیت کی برکات بھی مسلّمہ ہیں۔ اگر آپ علمی اور عملی طور پر فائدہ محسوس کریں تو کسی بھی صحیح العقیدہ تنظیم سے وابستگی قائم کر سکتے ہیں جس کا دستور

---

[1] الجواب الکافی:52

[2] العقوبات لابن ابی الدنیا:96

کتاب وسنت کے عین مطابق ہو اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج کو پوری طرح اپنائے ہوئے ہو۔ لیکن اگر تنظیمی مصروفیت آپ کے کردار، اخلاق اور معمول کے اذکار و اعمال کو برباد کردے تو اس سے بہتر ہے کہ آپ جوڑ توڑ کی گندی سیاست اور عہدوں کی حرص سے بچ کر رہیں اور اپنی خطابت، امامت اور تدریس کی ذمہ داریاں پوری دیانتداری سے ادا کرتے ہوئے اپنے علاقے میں دعوت کا کام خوب محنت اور لگن کے ساتھ کریں۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ [1]

آج کل ہم بعض بڑی بڑی باصلاحیت شخصیات کو دیکھ رہے ہیں کہ وہ تنظیمی چکروں میں الجھ کر بری طرح ضائع ہو چکے ہیں۔ علم وعمل سے دور اور اخلاقی طور پر اس قدر گر چکے ہیں کہ لیڈر، امیر اور عہدے کے قابل ہونا تو درکنار وہ انسانیت کے تقاضوں سے بھی ہزاروں میل دور ہیں۔ اکثر عہدیداران کے غرور اور حسد نے اس قدر نقصان کیا ہے کہ ان میں ایمان نام کی کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اللہ کے لیے کسی کے کام آنا تو درکنار کسی غیر معروف مستحق شخص کی بات سننے کے بھی روادار نہیں۔

قائدین کا احترام ضروری ہے

اسلام ہمیں احترام سکھاتا ہے، حتی کہ غیر مسلم یہودی، عیسائی بھی کیوں نہ ہو اس کو بھی اسلام انسانیت کے پورے حقوق دیتا ہے۔ ہمیں تو اسلام نے قطعی طور پر اس بات کی بھی اجازت نہیں دی کہ کفر کے وڈیروں کو گالیاں دی جائیں، جب اسلام اس حد تک احترام اور آداب سکھاتا ہے تو پھر ہم اپنے ہم منہج اور ہم فکر قائدین کے متعلق اپنی زبان کیوں دراز کرتے ہیں......؟

اہل حق کے تمام قائدین کا بلاتفریق دل وجان سے ادب واحترام ضروری

---

[1] النحل:128

ہے...... بلکہ سچے امتی ہونے کی علامت ہے۔اگر آپ کو اپنے کسی قائد اور بڑے سے اختلاف ہے تو وہ دلیل کے ساتھ کریں...... یہ آپ کا حق ہے ...... ضرور استعمال کریں، لیکن اعلیٰ شخصیات کے نام بگاڑنا، میڈیا پہ ان کی کردار کشی کرنا یہ کسی صورت بھی مباح عمل نہیں ہے۔ ہماری جماعتوں کے جو''بڑے'' ہیں انھیں بھی چاہیے کہ چھوٹوں کے ساتھ شفقت سے پیش آئیں۔ اعراض اور بے توجہی سے سلام کرنے کی بجائے خوشدلی اور کھلی پیشانی سے سلام کا جواب دیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا:

إِذَا أَتَاكُمْ كَرِيْمُ قَوْمٍ فَأَكْرِمُوْهُ [1]

''جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی ضرور عزت کرو۔''

اس روایت کے مطابق یہاں تک گنجائش نکلتی ہے کہ اگر فریق مخالف کا قائد بھی آپ کے پاس چل کر آئے تو اس کے مقام و مرتبے کا لحاظ رکھتے ہوئے ضروری حد تک عزت واحترام دینا چاہیے۔اور ایک دوسری روایت کے مطابق جس قدر ممکن ہو اپنے اکابر اور معزز حضرات کی کوتاہیوں کو درگزر کر دینا چاہیے۔سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَقِيْلُوْا ذَوِي الْهَيْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ إِلَّا الْحُدُوْدَ [2]

''مقام و مرتبے والوں کی کوتاہیوں سے درگزر کیا کرو سوائے حدود کے''

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں ہم یہ بات پوری بصیرت سے کہنا چاہتے ہیں کہ پبلک فورم میں قائدین پر کیچڑ اچھالنا کسی طور مناسب نہیں۔ یہ حکمتِ عملی کے

---

[1] سنن ابن ماجہ: 3712

[2] سنن ابی داود: 4375

اعتبار سے بھی درست نہیں اور بعض اوقات یہ سب وشتم اور غیبت ایسے گناہوں کے دائرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ جس سے زندگی میں برکت ختم ہو جاتی ہے۔

اگر آپ کسی قائد میں کوئی بے راہ روی، آوارگی یا غفلت دیکھ بھی لیتے ہیں تو ان کو تنہائی میں دلائل کے ساتھ اس کے برے انجام سے آگاہ کریں اور اگر وہ اپنے اندر تبدیلی لانے میں ناکام نظر آئیں تو پھر اس کا نام لیے بغیر جو بات حق ہے اس کو واضح کر دیں اور ساتھ تردید کرتے ہوئے اس پہلو کو بھی نمایاں کر دیں کہ بعض لوگوں کا فلاں رویہ یا فلاں موقف حق کے ساتھ موافقت کرتا ہوا نظر نہیں آتا۔

اور یہاں ہم ایک صحیح حدیث سے اپنا استدلال آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، مزید آپ بھی غور وفکر فرمالیں۔ رحیم وشفیق پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ لَا تَسُبُّوا الدِّيْكَ [1] ''مرغ کو گالی نہ دو کیونکہ وہ نماز کیلئے جگاتا ہے۔ اس حدیث میں مرغ کو گالم گلوچ کرنے سے صرف اس لیے منع کیا گیا ہے کہ وہ نیکی کے کام پر آگاہ کرتا ہے، جب مرغ نیکی پر آگاہ کا ذریعہ بنے تو اس کو گالی دینا جائز نہیں..... تو اہلِ اسلام کے کبار علما اور محترم قائدین کے متعلق بدزبانی کیسے جائز ہے.....؟ جو دن رات توحید وسنّت پر آگاہ کرتے ہیں۔

تنظیمی وابستگی سے پیدا ہونے والی بعض خامیاں

مذہبی تنظیموں سے وابستہ لوگ عوام کے لیے نمونہ ہوتے ہیں، ان کو گفتار کی بجائے اپنے کردار پر زیادہ توجہ رکھنی چاہیے۔ لیکن آج کل ہم دیکھ رہے ہیں کہ جونہی تنظیمی عہدے ملتے ہیں آہستہ آہستہ علم وعمل اور اخلاق ختم ہو جاتا ہے یا اس کا دائرہ

---

[1] سنن ابی داود: 5101 ؛ صحیح ابن حبان: 1990

صرف چند لوگوں تک ہی محدود ہو کر رہ جاتا ہے اور عموماً دیکھا گیا ہے کہ

① مذہبی تنظیمی جماعتوں کے اکثر عہدیداران قرآن پاک کو بھول چکے ہیں، تنظیم میں شمولیت سے قبل قرآن کی منزل سنانے کے معاملات نہایت عمدہ ہوتے ہیں اور بعد میں تنظیمی مصروفیت میں کچھ بھی یاد نہیں رہتا، تنظیمی دورہ جات اور میٹنگز کے لیے وقت سمیت سب کچھ ہوتا ہے لیکن دوبارہ آدھا پارہ منزل دہرانے کی توفیق حاصل نہیں ہوتی۔

کیا تنظیمی مصروفیات میں الجھ کر قرآن کو بھلا دینا بہت بڑا کارنامہ ہے.....؟ ہرگز نہیں.....! تنظیمی وابستگی تو محض اس مقصد کے لیے ہوتی ہے کہ بھولے ہوئے لوگوں کو قرآن یاد کروایا جائے نہ کہ تنظیمی معاملات میں الجھ کر قرآن بھلا دیا جائے۔

میں اس موقع پر حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ کی مثال دینا چاہوں گا۔ ان سے زیادہ کون معروف اور مصروف خطیب اور قائد ہوگا.....؟ بین الاقوامی سطح پر وہ جانے جاتے تھے۔ لیکن سفر و حضر میں قرآن کریم ان کا رفیق ہوتا تھا۔ 9 سال کی عمر میں قرآن یاد کرنے کے بعد شہادت تک نمازِ تراویح میں قرآن سناتے رہے۔ کبھی ناغہ نہ کیا حتی کہ مدینہ یونیورسٹی دورانِ تعلیم بھی وہاں اپنے مصلی کے سنانے کا الگ سے اہتمام کیا کرتے تھے۔ نور اللہ قبرہ

② بہت ہی اچھے مدرّس تنظیمی امور میں الجھ کر بالکل ناکارہ ہو چکے ہیں، حدیث کی بڑی بڑی کتابیں پڑھانے والے آج ''نخبۃ الاحادیث'' بھی نہیں پڑھاتے اور سارا وقت بے فائدہ تنظیمی سیاست میں ضائع کر دیتے ہیں۔ اور وہ سمجھتے ہیں کہ جو عہدہ مجھے ملا ہے اس کی وفا کا تقاضا ہی یہی ہے کہ اپنے ہم منہج لوگوں میں ہی توڑ پھوڑ کا سلسلہ جاری رکھا جائے..... اکثر اوقات یہی منصوبے ہوتے ہیں کہ کسے

گرانا ہے اور کس کو آگے لانا ہے۔

③ بعض نہایت ہی اچھا لکھنے والے کئی احباب تنظیمی معاملات میں اس قدر مصروف ہیں کہ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بالکل ختم ہو چکا ہے۔ کتاب سے دوستی رہی نہ ہی لائبریری سے آشنائی .... کیا اسی کو کامیابی کہتے ہیں.....؟؟ کامیابی تو یہ تھی کہ دوسرے لوگوں کو بھی کتاب دوستی کا درس دیا جاتا، چہ جائیکہ اپنے ہاتھ میں کتاب نہ رہے۔

④ اکثر تنظیمی عہدیداران محبت ونفرت کا معیار اپنی تنظیم کو سمجھتے ہیں، ان کے ہاں اللہ کے لیے محبت اور بغض کا سرے سے تصوّر ہی نہیں، محبّت اور نفرت کا معیار صرف اور صرف ایک ہے اور وہ ہے...... دھڑے بازی

جبکہ عقیدے کی کتابوں میں ''الولاء والبراء'' کے حوالے سے ایک مستقل بنیادی موضوع ہے کہ توحید وسنّت اور تقوی کی بنیاد پر محبّت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کی بغاوت اور اس کی حکم عدولی کی وجہ سے نفرت ہوگی...... لیکن ہمارے ہاں صرف اور صرف اپنی انانیت اور حرص وہوس کی تسکین کے لیے تنظیمی زندگی میں محبتیں اور نفرتیں کی جاتی ہیں جو کہ نہایت ہی مہلک راہ ہے۔ اللہ شاہد ہے تنظیم سے تعلق نہ رکھنے والا شخص جس قدر بھی باعمل اور باوقار کیوں نہ ہو اس کی تحقیر اور تذلیل کی جاتی ہے اور ہم نے کئی عہدیداران حضرات سے شیوخ الحدیث اور صالح علمائے کرام کے بارے میں نازیبا زبان سنی ہے۔ اسی طرح ہم اس حقیقت کو بھی بطورِ اصلاح ضرور لکھنا چاہتے ہیں کہ اب تو کچھ اہل علم وقلم بھی ایسے ہیں جو اپنے دھڑے کے پکے، حد درجہ اڑیل، ضدی اور سڑیل مزاج ہو گئے ہیں، ان کو اس بات کا ذرا لحاظ نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کس قدر پاکیزہ مرتبہ دیا ہے اور میں کتنی اوچھی حرکتیں کر رہا ہوں۔ اور ہم نے دیکھا کہ کئی مذہبی بزرگ علم وفضل اور تحقیق میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن وہ

اپنے یمین و یسار میں بیٹھنے والے احباب کے ساتھ تنظیمی جوڑ توڑ کے سلسلے میں ایسی سازشیں اور سکیمیں تیار کرتے ہیں کہ...... الامان والحفیظ۔

5 مذہبی تنظیم سے وابستہ بعض لوگ عہدوں کے حصول کے لیے اس قدر جوڑ توڑ کی سیاست اور منافقت کرتے ہیں کہ اخلاص اور تقوے کا نام ونشان نظر نہیں آتا۔ دنیادار سیاسی لوگوں کی طرح بلکہ بعض اوقات ان سے بھی زیادہ آپس کی چپقلش اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اخلاقیات تباہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

6 آپس میں نفرتوں کا فروغ نہ دیں ...... اپنے ہم عقیدہ اور ہم منہج علما وخطبا کا ادب واحترام کبھی ختم نہیں کرنا چاہیے، کس قدر ظلم کی بات ہے کہ عقیدہ بھی ایک ...... منہج بھی ایک ...... اور منزل بھی ایک ...... لیکن افسوس کہ دل ایک نہیں ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر دھڑے بازیاں ہیں، خطرناک قسم کی چغلیاں، تہمتیں، بدگمانیاں تو عام ہوتی ہیں، بلکہ اللہ کی قسم......! کردارکشی سے لے کر قتل وغارت تک کی سازشیں کی جاتی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

7 تنظیمی زندگی میں ایک سب سے بڑی قباحت یہ بھی سامنے آ رہی ہے کہ خطبائے کرام کو دعوتی میدان میں صرف اور صرف اپنے ہی خاص دائرے میں قید کرنے کی کوشش کی جاتی ہیں اور باقاعدہ اجلاسوں میں یہ فیصلے پاس ہوتے ہیں کہ فلاں کے جلسے میں نہیں جانا اور فلاں کو خود نہیں بلانا ...... فلاں کا مکمل بائیکاٹ کرو وغیرہ وغیرہ اور یہ سارے نامناسب اقدامات کرنے والے بعض ناعاقبت اندیش اہل حق ہی ہوتے ہیں ...... اللہ کی عزت کی قسم ......! یہ نہایت خطرناک روش ہے۔ اس قسم کی جذباتی پالیسیوں نے دعوتی میدان میں بہت نقصان کیا ہے۔ بڑے بڑے متحرک کارکن بدظن ہوئے اور خدا شاہد ہے ......! ہم نے کئی مخلص کارکنوں کو روتے ہوئے

بھی دیکھا ہے۔کاش......! اللہ تعالیٰ ہمارے اندر شعور پیدا کرے کہ ہم دور اندیش بنیں......صبر وتحمل سے کام لیں اور ایسے فیصلے کرنے سے پہلے آخرت کو اپنے سامنے رکھ لیں۔

بخاری شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے کہ پورا پورا بدلہ چکانے والا دلوں کو ملانے والا نہیں ہے، بلکہ صلہ رحمی اور دلوں کو ملانے والا وہ ہے جو قطع تعلقی کرنے والے کی طرف بھی صلح کے ہاتھ بڑھائے اور اس طرح درجنوں احادیث ایسی ہیں جس میں اس حقیقت کو واضح کر دیا گیا ہے کہ آپس کا بغض نیک اعمال کو تباہ کر دیتا ہے......کیا اس جیسی ساری احادیث اجلاسوں، جلسوں اور پروگراموں میں صرف لوگوں کو سنانے کے لیے ہیں......؟ آج ہم معمولی اختلاف پر "یصدون عن سبیل اللہ" [1] کی عملی تفسیر بنے ہوئے ہیں......کیا ہم نے مرنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں پیش نہیں ہونا......؟ کیا ہم سے اللہ تعالیٰ حساب نہیں لے گا......؟

ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ ہم نے ایک باوقار عالم دین کو نصیحت کرتے ہوئے سنا، وہ ایک تنظیمی ورکر سے کہہ رہے تھے کہ اگر تنظیمی معاملات میں کمی وکوتاہی ہو بھی جائے تو خطبا وطلبا کا بائیکاٹ نہ کیا کرو، اس حد تک جانا ایک مجرمانہ روش ہے اور یہ بہت خطرناک گناہ ہے اور اس طرح کی نہایت عمدہ نصیحتیں فرما کر جب شیخ صاحب فارغ ہوئے تنظیمی ذمہ دار لیڈر جواب دیتے ہوئے کہنے لگا: اگر ہم بائیکاٹ نہیں کریں گے تو جماعت مضبوط کیسے ہوگی......؟ انا للہ وانا الیہ راجعون

یاد رہے......! ایسی پالیسیوں سے جماعتیں مضبوط نہیں ہوتیں، بلکہ اہل علم اور بالخصوص عام لوگ بھی جماعتوں سے بدظن اور متنفر ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

---

[1] الاعراف:45 "وہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔"

⑧ سوشل میڈیا میں خود کو خود ہی بدنام نہ کریں۔ اپنوں کی رسوائی کا آپ ہی سبب نہ بنیں، اختلافات کہاں نہیں ہوتے......؟ انسان بھول سکتا ہے...... بھٹک سکتا ہے لیکن جب بھی اختلاف یا جھگڑا ہو تو اس کو باہر ہوا دینے کی بجائے تنظیمی نزاع کو چھپانے کی کوشش کریں بلکہ تنظیمی اختلافات کو صرف اور صرف اجلاس اور خواص کی حد تک محدود رکھیں، ورنہ لوگوں کو تماشہ دکھانے والے داعی میدان دعوت میں کبھی قابل قدر نتائج حاصل نہیں کر سکتے۔ اس وقت سوشل میڈیا پہ اہل علم کے حیا سوز کارٹون بنائے جا رہے ہیں اور ایک دوسرے کی کردار کشی کی جا رہی ہے یہ بلا شبہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والی بات ہے...... کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا اٹل قانون ہے کہ کسی کا پردہ چاک کرتے ہوئے اس کو ذلیل کرنے والا کسی صورت بھی ذلت کے ٹھپوں سے نہیں بچ سکتا۔

⑨ تنظیمی اور جماعتی زندگی کی سب سے بڑی خامی یہ بھی ہے کہ قائدین حضرات اپنے ورکروں کے ساتھ رابطے میں نہیں رہتے۔ اپنے مخلص اور باوقار کارکنان کی غمی وخوشی میں ان سے تعاون کیا جاتا ہے اور نہ ان کی غمی وخوشی میں شریک ہوا جاتا ہے...... نچلی سطح تک رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے جماعتی تحرک میں بہت کمی آتی ہے، بالآخر معاملات خطرناک حد تک بگڑ جاتے ہیں اور بڑے بڑے صالح اور محنتی نوجوان قیادت کی عدم دلچسپی کی وجہ سے بددل ہو کر خاموشی سے بیٹھ جاتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اگر نچلی سطح تک اپنے ہر خطیب اور باوقار عالم پر پیار بھری نظر رکھی جائے تو جماعتیں بہت سے فتنوں سے بچ کر ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکتی ہیں۔

یہاں پر ایک بات اچھی طرح ذہن نشین فرما لیں کہ جو ذمہ داری اور عہدہ آپ کے سپرد کیا گیا ہے اگر آپ اس کے فرائض اور بنیادی تقاضے پورے نہیں کرتے تو یہ بھی گناہ میں شامل ہے، اگر آپ مصروف ہیں تو کوئی بھی ذمہ داری قبول نہ کریں۔

ہمارے ہاں ایک بہت بڑی کوتاہی یہ بھی ہے کہ ہم امارت وصدارت اور عہدے دیتے ہوئے یہ بات نہیں دیکھتے کہ جس کو عہدہ دیا جارہا ہے وہ اس کے مطابق جماعت اور لوگوں کو وقت بھی دے سکتا ہے یا نہیں......؟ کیونکہ جو شخص وقت نہیں دے سکتا اس کو اپنا ذمہ دار مقرر کرنا عہدے کا خون کرنے کے برابر ہے۔

...ارا......! ایسے شخص کو کسی صورت اپنا امیر، صدر، مسؤل اور ذمہ دار نہ بنائیں جو اپنے عہدے کے مطابق پورا وقت نہیں دے سکتا چاہے وہ ذکر وفکر اور تقویٰ میں جبریل کے ہم پلہ کیوں نہ ہو۔

⑩ تنظیمی اور جماعتی زندگی میں ایک سب سے بڑی خامی یہ بھی ہے کہ اگر کسی خطیب یا ذمہ دار کو جماعت کی پالیسی سے اختلاف ہوجائے تو اس مخالفت کرنے والے کو مچھر کے پر برابر بھی حیثیت نہیں دی جاتی، بلکہ اس کی کردار کشی کی جاتی ہے اور اس کو ذلیل وخوار کیا جاتا ہے۔کل تلک جو اللہ کا ولی تھا، علم واخلاص کا پیکر تھا وہی لمحہ بھر میں بدنامِ زمانہ ہوجاتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ہم تو دین اور تجربے کی روشنی میں یہی سمجھتے ہیں کہ جن جماعتی ذمہ داران کے پاس اپنے موقف سے اختلاف رکھنے والے اپنی ہی جماعت کے شخص کو سننے کا حوصلہ نہیں ایسے لوگ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتے اور ایسی جماعتیں بڑے بڑے قابل ہیرے ضائع کردیتی ہیں اور ہم یہی کچھ ہوتا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

بحیثیتِ امیر، ناظم، ذمہ دار خطیب اور داعی الی اللہ ...... اگر مندرجہ بالا فتنوں سے بچ کر آپ تنظیم سے وابستہ رہ سکتے ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

بصورتِ دیگر قرآن وحدیث کے دلائل اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے واضح ہوتا ہے کہ کتاب وسنت کے منہج پر چلنے والا اکیلا شخص بھی جماعت ہے۔

یاد رہے......! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے، ہم اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر یہ بات لکھتے ہیں کہ اس وقت اللہ کی زمین پر صحیح العقیدہ، کتاب وسنت کی حامل اور منہج صحابہ کی صحیح وارث جماعت ''جماعت اہل حدیث'' ہی ہے۔ جس میں شرک کی آمیزش اور بدعت کا داخلہ ہمیشہ ہمیش کے لیے بند ہے۔ باذن اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو سلامت باکرامت تا قیامت رکھے۔ آمین۔

یہاں تمام ائمہ کرام اور اولیائے کرام کا ادب واحترام کیا جاتا ہے۔ کسی بھی امام کی محبت اور عقیدت میں غلوّ سے کام نہیں لیا جاتا اور یہی حقانیت اور صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

تنظیمی ذمہ داران کی خدمت میں

تنظیم کے اکابر رہنماؤں کی خدمت میں ہم بڑے ادب سے مندرجہ ذیل گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ کسی بھی شخص کو تنظیمی عہدہ دیتے ہوئے ایک معیار مقرر کریں، تعلیم وتربیت اور علم وفضل کے اعتبار سے جو شخص فائق ہو اس کو اپنی کابینہ اور مجلسِ شوریٰ کا رُکن بنائیں، بصورتِ دیگر معذرت کرلیں۔ صرف روپے پیسے کی بنیاد پر عہدے دینا اور مجلسِ شوریٰ کے لیے ہاں میں ہاں ملانے والے لوگ رکھنا شریعت اور اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جہاں تنظیمی نیٹ ورک میں منافقت اور بدگمانی پھیلتی ہے وہاں معاشرہ بھی بُری طرح بگڑ جاتا ہے۔ اس بارے میں بہت سی تفصیلات ہیں، لیکن ان کا ذکر لاحاصل ہے۔ صرف اس تھوڑے لکھے کو ہی کافی سمجھیے۔

اللہ معاف فرمائے......! آج اکثر مذہبی تنظیمیں اسی مرض میں مبتلا ہیں اور ان کا کردار سوائے جوڑ توڑ کی سیاست کے اور کچھ نہیں ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک

اصلاح کی پانچویں راہ

أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ

''بلاشبہ میرے نیک بندے ہی زمین کے وارث ہوں گے۔''

(الانبیاء:105)

آلات ہیں ، اوزار ہیں ، افواج ہیں
لیکن وہ تین سو تیرہ کا سا لشکر نہیں ملتا

نفاذِ اسلام ......؟

نفاذِ اسلام کن کی ذمہ داری ہے......؟

یہ موضوع نہایت حساس، سنجیدہ اور اہم ہے اور ہم اس سوال کا آسان جواب یہی سمجھتے ہیں کہ نفاذِ اسلام ملک میں مسلم حکومت کی ذمہ داری ہے۔ جب ملک کی بھاگ دوڑ اہل اسلام کے ہاتھوں ہو...... حکومت بھی اہل اسلام کی ہو تو پھر نفاذ اسلام میں لمحہ بھر کی تاخیر بھی ہمارے لیے خطرناک بے برکتی کا باعث بن سکتی ہے۔

نفاذِ اسلام، یہ اصل میں مسلمان اہل اقتدار اور صاحبِ اختیار لوگوں کا کام ہے کہ وہ عدالتوں، تعلیمی اداروں اور ملک میں چلنے والے تمام شعبہ جات میں ہر معاملہ اور ہر فیصلہ قرآن وحدیث کے مطابق کریں...... میڈیا پر کوئی ایسا ناخوش گوار حیا سوز سلسلہ جاری نہ ہونے دیں جو اسلامی اقدار اور مسلمانوں کے وقار کے خلاف ہو۔

اس سلسلے میں حکومتی وزرا اور ذمہ داران کے لیے سب سے بنیادی کام یہ ہے کہ وہ ملک کی اسلامی نظریاتی کونسل کو کبار اہل علم سے منظم کریں اور وہ علما اپنی آخرت سامنے رکھ کر صرف اور صرف قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کریں...... اسلامی نظریاتی کونسل شرعی معاملات میں مکمل بااختیار ہو، کوئی بھی قانون ان کی تصدیق کے بغیر نافذ نہ ہو...... لیکن ہم ایک عرصہ سے دیکھ رہے ہیں کہ ہماری نظریاتی کونسل صرف نام کی ہے کام کی بہت کم۔

اس سلسلے میں وطنِ عزیز کے حوالے ہمارے حکمران کب قدم اٹھائیں گے یہ تو ہمارے علم میں نہیں ہیں، البتہ نفاذِ اسلام کے دیگر مناسب ذرائع پر ہم اپنی رائے پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

نفاذِ اسلام مگر کیسے......؟

☆ ہمارے ملک کے موجودہ حالات آپ کے سامنے ہیں، ان حالات میں اسلامی انقلاب کا فارمولا کیا ہونا چاہیے......؟

☆ تبدیلی کیسے آئے گی......؟

☆ بغیر تصادم اور بغاوت کے اسلام کا نفاذ کس طرح ممکن ہے......؟

☆ نفاذِ اسلام کے لیے ہمیں کن خطوط پر محنت کرنی چاہیے......؟

☆ اس سلسلے میں ایک عالم، سیاستدان اور عام شہری کی ذمہ داری کیا ہے؟

اس موضوع پر اہل فکر اپنے اپنے ذوق کے مطابق اظہارِ خیال کرتے رہتے ہیں، بعض کی رائے یہ ہے کہ صاحبِ اقتدار، افسران حضرات اور اراکین اسمبلی، سینٹ کو یہود و نصاریٰ کے ناپاک عزائم اور ان کی سازشوں سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے کہ وہ حد درجہ اسلام دشمن لوگ ہیں اور وہ اس بات کو کسی صورت پسند نہیں کرتے کہ اسلام کا اپنی برکتوں کے ساتھ مسلمانوں پر ظہور ہو جائے۔

اور اسی طرح اربابِ اختیار کو نفاذِ اسلام کی اہمیت اور اس کے فوائد سے آگاہ کرتے رہنا چاہیے جس دن ان میں بیداری پیدا ہوگئی اور ان کی دینی غیرت جاگ اٹھی تو چند مہینوں میں ساری لادینیت ختم ہو جائے گی اور یہ رائے رکھنے والے احباب کا کہنا ہے کہ اسلامی انقلاب کی طرف جانے کے لیے یہ راستہ پر امن، سہل ترین اور قریب ترین ہے۔

جبکہ کچھ احباب کا نکتہ نظر یہ ہے کہ سیاسی انقلاب سے پہلے سماجی انقلاب بہت ضروری ہے۔ تبدیلی اوپر سے یا باہر سے پیدا کرنے کی بجائے اندر سے شروع کی جائے تو زیادہ بہتر ہے، یعنی ان کا کہنا ہے کہ سیاسی انقلاب سے پہلے روحانی، تعلیمی اور

اخلاقی انقلاب کی ضرورت ہوتی ہے۔یہی اسلامی انقلاب کا فطرتی طریقہ ہے۔

بہرصورت یہ دونوں موقف قابل توجہ ہیں، لیکن ہم طالب علموں نے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے جو بات سمجھی ہے وہ ہم معزز خطبائے کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ۔وہ اس پر غور فرمائیں اور عوام کے سامنے اس فارمولے کی ترجمانی کریں ، بہت جلد ملکِ پاکستان امن وامان اور توحید وسنّت کا گہوارہ بن جائے گا اور پوری دنیا پر لا الہ الا اللہ کا بول بالا اور پھر غلبہ ہو جائے گا۔

امام،خطیب اور استاذ کی اصلاح کردو

کوئی مسلمان حکمران یا وزیر ماں کے پیٹ سے حکومت اور وزارت لے کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہر مسلمان حکمران، سیاست دان، وزیر اور فوجی کو نوعمری سے لے کر آخر تک امام خطیب اور استاذ سے واسطہ رہتا ہے، جب آپ کے معاشرے میں آپ کا امام مسجد، خطیب مسجد، سکول، کالج اور مدرسے کا استاد صحیح طرح اسلامی تربیت یافتہ ہوگا تو بلاشبہ سننے، سیکھنے سمجھنے والوں پر اس کا گہرا اثر مرتب ہوگا۔یہی وہ سعادت مند لوگ ہیں جو معاشرے کو روشن مستقبل دیتے ہیں اور تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ اچھے حکمران ، اعلیٰ سیاست دان اور تربیت یافتہ وزراء اور فوجی صاحبان ہمیشہ اچھے اساتذہ نے ہی پیدا کیے ہیں اور اربابِ اقتدار کی عاجزی وانکساری کا عالم یہ ہوتا تھا کہ وہ اہل علم کی مجالس میں اجازت لے کر بیٹھا کرتے تھے اور ان کی صحبت میں بیٹھنا باعثِ سعادت اور ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔

یاد رہے......!

جب دین کے دعویدار اور معلم حضرات بگڑ جاتے ہیں ان کی امامت ، خطابت اور تدریس میں اخلاص نہیں رہتا تو پورا معاشرہ بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے

جس کے نتیجے میں آوارہ اور بے دین لوگوں کے ہاتھوں ملک کی باگ ڈور آجاتی ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان تکلیف دہ حالات میں بھی تعلیمی اداروں کے اساتذہ، مساجد کے ائمہ اور خطبا اور اسی طرح علماو مشائخ وطن عزیز کے لیے اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ یہ لوگ بلاشبہ اعزاز اور اکرام کے لحاظ سے کائنات کے چنندہ، پسندیدہ اور برگزیدہ لوگ ہیں...... ان کے وجود اور ان کی حرکت اور برکت سے ہی ابھی خیر کے سارے نشانات ختم نہیں ہوئے۔ لیکن چونکہ بات اصلاح کی ہے تو تلخ حقائق اور احوال کو سامنے رکھتے ہوئے

آپ اندازہ فرمائیں......! اس وقت مساجد میں

☆...... پچانوے فیصد ائمہ بالکل جاہل ہیں، ان کو قرآن مجید کا سادہ ترجمہ بھی نہیں آتا، حدیث کے علمی ذخیرے سے بالکل ناواقف ہوتے ہیں، اسلام کی تاریخ اور مسلمانوں کے کارناموں سے مکمل طور پر ناآشنا ہوتے ہیں حتی کہ بعض مساجد کے ائمہ ابتدائی تجویدی قواعد بھی نہیں جانتے......! جب آپ منصبِ امامت کو اس قدر بے وقعت سمجھتے ہوئے جاہل لوگوں کے سپرد کردیں گے تو پھر قوم اور معاشرے میں کبھی تبدیلی نہیں آسکے گی اور اگر آپ واقعۃً معاشرے میں تبدیلی دیکھنا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے کرنے والا کام یہ ہے کہ مساجد میں ایسے لوگوں کو مقرر کریں جو علم وفضل سے مزین، حددرجہ باوقار اور روشن دماغ ہوں اور یہ کام اجتماعی طور پر جماعتی سطح پر ہونے چاہئیں لیکن اللہ معاف فرمائے آج کل مذہبی جماعتوں کے لیڈران نہایت سطحی جوڑتوڑ اور مفادات کے لیے دن رات مگن ہیں۔

اور ہم یہ بات نہایت صدمے سے لکھ رہے ہیں کہ اس وقت اکثر مساجد کے ائمہ صرف جاہل ہی نہیں حددرجہ متعصب، اخلاقی اقدار سے عاری اور محدود

مفادات کے شکاری ہوتے ہیں اور ان کی وجہ سے مساجد کے ماحول قابل اصلاح ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

آپ اندازہ فرمائیں......! اس وقت مساجد میں

☆......نوے فیصد خطبا بالکل بے خبر ہیں، دین کی طرف بلانے والے یہ لوگ بنیادی طور پر دین کی ابتدائی باتیں بھی اچھی طرح نہیں جانتے، مسائل تو درکنار قرآن وحدیث کے سادہ ترجمے پر بھی دسترس نہیں اور سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو ثانوی حیثیت دی جاتی ہے اور بزرگوں کے قول اقوال اور فقہی موشگافیوں کو ہی دین کی اصل اساس کے طور پر متعارف کروایا جاتا ہے۔

کیا ایسے لوگ معاشرے میں تبدیلی پیدا کریں گے......؟ کیا ایسے خطبا اور واعظین حضرات امت کو اکٹھا کریں گے......؟ ہرگز نہیں! ایسے حضرات آپس میں معمولی معمولی مسائل پر بحث مباحثہ اور مناظرہ کرنے میں تو ماہر ہوں گے لیکن اس وقت امت مسلمہ عالمی طور پر جن مسائل کا شکار ہے، ان مسائل کو سمجھنا اور ان کا حل پیش کرنا ان کے بس میں بالکل بھی نہیں ہوتا۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ اکثر خطبائے کرام اور واعظین حضرات اپنی اچھی تنخواہ اور تقریر کے بعد ''اچھی فراغت'' کو ہی اپنی کامیابی سمجھ لیتے ہیں۔ اس وقت معاشرہ کن مسائل سے دوچار ہے اور علمی بنیادوں پر مسائل کا کیا حل ہے، اس طرح کی اہم اور ضروری باتوں سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

موجودہ حالات میں مقررین حضرات کو یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ شور شرابے اور مجمع سازی سے انقلاب نہیں آتا، وقتی طور پر لوگوں کے جذبات سے کھیلنے والا شخص ایک اچھا مداری تو ہوسکتا ہے قوم کا رہبر، رہنما اور مصلح نہیں ہوسکتا۔

آپ اندازہ فرمائیں......! اس وقت مدارس اور سکول و کالج میں

☆......اکثریت ایسے اساتذہ کی ہے جو ذاتی طور پر علمی رسوخ بھی نہیں رکھتے، بلکہ ترجمہ شدہ کتابوں اور خلاصوں کا سہارا لے کر وقتی طور پر کتاب کو حل کر دینا ہی اپنا فریضہ منصبی سمجھتے ہیں، اسی طرح بعض اساتذہ حد درجہ بے عمل اور اسلامی شعور سے بالکل بہرے ہیں اور اگر کہیں صالح مزاج اساتذہ موجود بھی ہیں تو ان میں سے اکثر اسلام کے سیاسی شعور سے بالکل بے خبر ہیں اور معمولی مفادات کے لیے سیاست کے تقدس کا خون کر دیتے ہیں۔

آپ حیران ہوں گے کہ ایک دفعہ الیکشن کی آمد آمد تھی، ایک بڑے مولانا صاحب جو اپنے مسلک میں علم ہی نہیں بلکہ تقوے میں بھی کافی اونچا نام رکھتے ہیں، وہ ایک کرپٹ ظالم امیدوار کی حمایت کے لیے اپنے طلبا سمیت متحرک ہو گئے، سب اہل علم حیران تھے کہ خیر ہو حضرت صاحب بڑے ذوق شوق سے ایسے شخص کی کمپین کرنے میں مصروف ہیں کہ جو بدنام زمانہ ہی نہیں بلکہ بدمعاش زمانہ بھی ہے۔ جب سارے معاملے کی تحقیق کی گئی تو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا یہ ساری سیاست برادری ازم کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جس معاشرے میں مذہبی اساتذہ کی سیاست کا معیار اس قدر سطحی ہو تو آپ ان سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں......؟ بہر صورت طلبا کے سیاسی شعور کو بیدار کرنا اور اسلامی انقلاب کے لیے طلبا کو تیار کرنا اساتذہ کے اولین فرائض میں شامل ہے۔ نصاب کے ساتھ ساتھ طلبا کو پاکیزہ سوچ اور اعلیٰ منزل کی رہنمائی از حد ضروری ہے۔

استاذ کو صرف اپنے مضمون میں ہی ماہر نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس کو دین کے معاملے میں یکسو ہو کر اخلاقِ عالیہ اور جرأت کا پیکر بنا چاہیے اور آئندہ نسلوں کی اخلاقی

تربیت میں بنیادی کردار ادا کرنا چاہیے لیکن افسوس کہ اس پاکیزہ مشن کے وارث قوم کے معمار نے اپنی ذمہ داری کو نہ سمجھا اور اس غفلت کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ مدارس سے فارغ ہونے والے اکثر طلبا تھوڑی سی طرز سیکھ کر کے چار انچ کا مرکز بنا لیتے ہیں۔

اللہ اللہ اور خیر سلاّ...... اور جہاں تک کالجز وغیرہ سے فارغ ہونے والے طلبا ہیں ان کو بھی سوائے کسبِ معاش کے کسی چیز کی فکر نہیں......

سوال یہ ہے کہ...... عوام اور طلبا کے ذہنی گراف کو گرانے والا اصل مجرم کون ہے......؟ امام مسجد......؟ خطیب مسجد......؟ یا استاذ......؟

پھر اس سے آگے ایک اہم سوال یہ ہے کہ ایسے بیمار ذہن والے امام مسجد، خطیب مسجد اور استاذ معاشرے کو دینے والا اصل **مجرم** کون ہے......؟

بہر صورت......! **مجرم** ضرور تلاش کریں اور ہمیں بھی بتائیں......!

یاد رہے......! اگر آج مسجد کا امام، منبر کا خطیب اور کلاس کا استاذ ٹھیک کر دیا جائے تو ہمارے ملک کا ہر شعبہ کچھ ہی سالوں میں ٹھیک ہو سکتا ہے اور ہم یہ تبدیلی اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جن جامعات میں دینی علوم وفنون میں مہارت پیدا کی جاتی ہے یا جن اداروں میں دینی اور عصری تعلیم اکٹھی دی جاتی ہے اور طلبا کی صلاحیتوں کو اجاگر کیا جاتا ہے، وہ طلبا فراغت کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں انقلاب پیدا کر دیتے ہیں اور اگر ہر ادارہ یہی کردار ادا کرے تو وہ دن دور نہیں کہ وطن عزیز عملی طور پر اسلام کا گہوارہ بن جائے گا۔

امام، خطیب اور استاذ کی اصلاح کیسے ہو......؟

معاف کرنا......! اس وقت کئی ادارے طلبا کے مستقبل کو بری طرح برباد

کررہے ہیں، اصل مجرم وہ بعض دینی اور دنیاوی ادارے ہیں کہ جنھوں نے اپنے ہونہار طلبا کو مستقبل کے لیے کوئی روشن لائن نہ دی بلکہ ان کو اپنے مفادات کے لیے استعمال کرتے رہے اور جب ایسا طالب علم لمبی مدت کے بعد تعلیم سے فارغ ہوا تو بیچارہ دنیا کے قابل رہا اور نہ ہی دین کے۔

عالمی اور قومی سطح پر سنجیدہ تبدیلی کے لیے حکومتی اور جماعتی سطح پر موجود اداروں کو منظم کیا جائے اور مزید ایسے ادارے اور جامعات قائم کیے جائیں جہاں دینی اور دنیوی علوم کا حسین امتزاج ہو۔ اس وقت ہمارے بعض مدارس کا نصاب نہایت فرسودہ اور ہماری علمی اور دینی ضرورتوں کے لیے بالکل بے حاصل ہے اور ہمارے کالجز کا نصاب ایک بالکل لادینی نصاب ہے جس سے طلبا میں ذہنی ارتداد اور دنیا کی حرص وہوس ہی پیدا ہوتی ہے۔ اس وقت اخلاقی اقدار آہستہ آہستہ دم توڑ رہی ہیں، مادی مفادات ہی کائنات کی اصل حقیقت بن چکے ہیں، ان تمام مفاسد کا قلع قمع کرنے کے لیے ایسی یونیورسٹیاں اور کالج قائم کرنے کی ضرورت ہے جہاں قرآن مجید کو بنیادی حیثیت حاصل ہو اور تعلیم کے ہر شعبے میں قرآن پاک کی تفسیر اور حدیث لازمی Subject کے طور پر پڑھائی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ جدید تقاضوں کے مطابق ایک ایسا تعلیمی نظام مرتب کیا جائے جس میں حضرات صحابہ کرام اور محدثین عظام کی ایمان افروز داستانوں کا تفصیلی تذکرہ موجود ہو، تاکہ دین ودنیا پڑھنے والے طالب علم کو ہر پل اور ہر دم ایمان کی تازگی اور حرارت محسوس ہوتی رہے۔

اسلامی نظام اور اس کے قانون کو نافذ کرنے کی بات جس صاحبِ بصیرت نے بھی کی ہے اس نے سب سے زیادہ زور تعلیمی نظام پر ہی دیا ہے کیونکہ تعلیمی نظام ہی ہر معاشرے کا بنیادی نظام ہوتا ہے۔ جس دن ہم اس طرح کے ادارے عالمی اور

قومی سطح پر قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ان شاء اللہ الرحمن وہ دن انقلاب کا پہلا دن ہوگا اور ایسے اداروں سے فارغ ہونے والے طلبا، علما، وکلا، جج حضرات، سیاستدان اور اقتدار پر بیٹھنے والے حکمران اپنے علاقوں سمیت پوری دنیا میں لا الہ الا اللہ کے پرچم کو بلند کر دیں گے۔ ان شاء اللہ

موجودہ مذہبی تنظیموں کی ذمہ داریاں

اس ملک میں انقلاب اور تبدیلی کے لیے مذہبی تنظیموں کا کردار بھی اپنی جگہ مسلّم ہے۔ بلکہ ایک رائے تو بہت حیران کن ہے اور بلاشبہ قابل توجہ بھی ہے کہ اس وقت اسلامی انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ شدت پسند مذہبی تنظیمیں ہیں جو دن رات ایک دوسرے کو پچھاڑنے میں مصروف رہتی ہیں لیکن مل کر قوم وملت کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو پار لگانے کا انہوں نے کبھی سوچا ہی نہیں۔

بہر صورت اس حوالے سے سب سے پہلے یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ صرف دین کے ''نام'' کو استعمال کرنا بہت بڑا گھناؤنا جرم ہے اور آج کل اکثر دین کا ''نام'' صرف اور صرف اپنے مفاد کے لیے لیا جاتا ہے، مذہبی تنظیموں سے وابستہ حضرات اگر واقعۃً اللہ کے دین کو اونچا کرنا چاہتے ہیں تو مندرجہ ذیل باتوں کا ضرور خیال رکھیں......!

☆......آپس میں خیر خواہی:

ہمارے ملک پاکستان میں جس طرح عام سیاسی جماعتوں میں جوڑ توڑ کی سیاست اپنے عروج پر ہوتی ہے اسی طرح دینی جماعتیں بھی اس وبا کا شکار ہیں، عموماً دیکھا گیا ہے کہ ایک مذہبی جماعت کے ذمہ داران آپس میں بھی ایک دوسرے کے خیر خواہ نہیں ہوتے، اکٹھے سفر کرنے والے، اکٹھے کھانے پینے والے اور مل جل کر شب

وروز بسر کرنے والے، ایک ہی منہج اور فکر کے داعی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حد درجہ قدورت اور دلی نفرت کرتے ہوئے دیکھے گئے ہیں۔

ہمارا سوال یہ ہے کہ جن مذہبی ذمہ داران کے دل آپس میں ایک دوسرے کے لیے کشادہ نہیں ہیں، وہ لوگوں کے دلوں تک اسلام کیسے پہنچائیں گے......؟

جن کے اپنے دلوں پر شہرت، نفاق اور سطحی مفادات کے دھبے ہیں، وہ لوگ کس طرح معاشرے کو صالح فکر دے سکتے ہیں......؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام بیعت کے وقت اس بات کا بھی عہد لیا کرتے تھے کہ کلمہ پڑھنے کے بعد ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی والا معاملہ کرو گے......! یہاں پر ہم مذہبی ذمہ داران کی خدمت میں گزارش کریں گے اگر وہ صدق دل سے اسلام کا نظام نافذ کرنا چاہتے ہیں تو وہ تمام مسلمانوں کے لیے خیر خواہی کرنے والے بن جائیں اور کسی موقف پر اختلاف کے باوجود انسانیت اور اعلیٰ اخلاق کے دائرہ سے باہر نہ نکلیں۔

☆......جاہل لوگوں کو تنظیمی عہدہ دینے سے گریز کریں، جس شخص کو بھی ذمہ داری دی جائے وہ قدیم وجدید علوم سے واقف ہو اور کم از کم قرآن وحدیث کے ابتدائی احکامات کو جاننے والا، باکردار اور باعمل ہو۔ بلکہ زیادہ بہتر یہی ہے کہ تعلیمی معیار کی بنیاد پر ذمہ داری سپرد کی جائے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ بعض مذہبی تنظیموں کے ذمہ داران حد درجہ بے عمل اور جاہل ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ کا دین اور سچے دیندار لوگ بدنام ہوتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح بخاری میں ایک حدیث بھی ہے کہ جب ذمہ داری اور عہدہ نااہل کو سپرد کیا جائے تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔

موجودہ حالات میں جس قدر بے دردی سے اہل علم اور اہل فضل کو پیچھے

دھکیلا جا رہا ہے اور صرف مال والوں کو ہی اہمیت دی جاتی ہے اس کے متعلق ایک نبوی پیشین گوئی یاد آ رہی ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا:

مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ تُرْفَعَ الْأَشْرَارُ وَتُوْضَعُ الْأَخْيَارُ [1]

''یعنی قرب قیامت کی ایک علامت یہ ہے کہ بُرے لوگوں کو عہدے دیے جائیں گے اور اچھے لوگوں کو گرایا جائے گا۔''

اس حدیث کی شرح میں لکھا گیا ہے کہ لوگ مفادات کی وجہ سے ظاہر پرست بن جاتے ہیں ان کو معنوی حقائق دکھائی نہیں دیتے، البتہ ظاہری چیزیں خوب نظر آتی ہیں۔لوگوں کے اس بگڑے ہوئے ذوق کی بنا پر ان کے درمیان دنیا پرست قسم کے لوگ ابھر آتے ہیں اور آخرت پسند لوگ غیر نمایاں بن جاتے ہیں۔

جو لوگ بگڑے ہوئے عوامی ذوق کو غذا فراہم کریں، وہ مقبولیت حاصل کر لیتے ہیں اور جو لوگ اپنی سنجیدگی کی بنا پر عوامی ذوق کی رعایت نہ کر سکیں غیر مقبول بن جاتے ہیں اس وقت ایسے لوگ ابھرتے ہیں جو اگرچہ روحانی اعتبار سے خالی ہوتے ہیں، لیکن اپنے شان دار مذہبی لباس کے ذریعے وہ لوگوں کے درمیان اپنے کو نمایاں بنا لیتے ہیں۔ان کے خوش نما الفاظ، ان کا بناوٹی انداز، ان کی بڑی بڑی باتیں عوام کو اپیل کرتی ہیں ایسے لوگ حقیقت کے اعتبار سے اگرچہ ''اشرار'' ہوتے ہیں لیکن عوام کے بگڑے ہوئے ذوق کی بنا پر وہ ان کے درمیان ''اخیار'' کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

☆......آپ کا عہدے دار نہایت باوقار اور روشن دماغ ہونا چاہیے، ذمہ داری دینے سے پہلے پوری طرح اطمینان کر لیں کہ آپ کا عہدیدار حد درجہ فراخ دل

---

[1] مستدرک حاکم: 554/4 ؛ سلسلہ احادیث صحیحہ: 2821

اور کشادہ سوچ والا ہو، تنگ نظر اور متعصب مزاج عہدیدار، دین کا بہت زیادہ نقصان کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ......

☆......آپ کا عہدیدار ایمانداری اور محنت سے کام کرنے کا عادی ہو، مذہبی تنظیموں میں عمومی طور پر دیکھا گیا ہے کہ اکثر عہدیدار کام چور ہوتے ہیں، اخبارات اور جرائد میں ہر وقت مبالغہ آمیز بلکہ مصنوعی کاروائیاں شائع کرواتے ہیں اور ہمہ وقت طعن و تشنیع کرنے میں مصروف رہتے ہیں جبکہ خوامخواہ کی تنقید حد درجہ مہلک ہے۔

یاد رہے......! اس وقت انقلاب کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہماری بعض نام نہاد مذہبی تنظیمیں بھی ہیں کہ جن کی کامیابی کے سب گھوڑے صرف اور صرف مالی مفادات کے اردگرد گھومتے ہیں اور وہ اپنے مفادات کیلئے اپنے ہی ہم فکر لوگوں کو مار گرانے میں مصروف رہتے ہیں۔

جماعتوں کے کرنے کے مزید اہم کام

اس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں کہ جماعتی زندگی میں خیر و برکت ہے۔ اور اسی میں دین و دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ فردِ واحد جتنا بھی قابل کیوں نہ ہو وہ اکیلا انقلاب بپا نہیں کر سکتا۔ دست و بازو، یمین و یسار اور پیارے احباب کی ضرورت انبیاء کو بھی رہی ہے جن کے ساتھ مل کر وہ دین کو اللہ کی زمین پر غالب کیا کرتے تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کہا تھا کہ اے میرے اللہ! میرے بھائی ہارون سے میری کمر کو مضبوط کر اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی صدا لگائی تھی کہ کون ہے جو اللہ کے دین کی مدد کے لیے میرے ساتھ نکلے گا......؟ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مل جل کر دین کا کام کریں تو اسلام کو ترقی اور بلندی نصیب ہوتی ہے۔

موجودہ جماعتوں کی خدمات

کئی کوتاہ نظر لوگوں کی فطرت یا عادت ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت بے مقصد تنقید میں اپنے وقت کو ضائع کرتے رہتے ہیں۔ وہ پوری دیانتداری سے کسی بھی موضوع کے تمام پہلو اپنی نگاہوں کے سامنے رکھ کر بات نہیں کرتے......اور یہ بہت بڑے ظلم کی بات ہے۔ہم یہ سمجھتے ہیں کہ برصغیر و پاک و ہند اور بالخصوص ملکِ پاکستان میں ہماری جماعتوں کی خدمات بہت زیادہ ہیں، بلکہ اسلام کے بقا اور ملک کی سالمیت میں ہماری جماعتوں اور تنظیموں کا کلیدی کردار ہے۔

موجودہ ملکی حالات کے تناظر مین جب آپ عقیدے کے حوالے غور کریں گے تو یہ بات آپ کو چڑھتے ہوئے سورج کی طرح نمایاں نظر آئے گی کہ شرک و بدعت کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہماری جماعتیں ہیں......اگر وطن عزیز میں ہمارے اکابرین اور ہماری جماعتیں نہ ہوتی تو شاید کہ توحید و سنّت کا نام لینے والے چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملتے۔

اسی طرح اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے حکمران مسلمان ہیں لیکن وہ کبھی کبھار ایسے فیصلے کر جاتے ہیں جن کو اسلام کی تائید حاصل نہیں ہوتی، بلکہ ان سے الحاد وغیرہ کی بُو آتی ہے......ایسے حالات میں بھی ہماری جماعتیں سب سے پہلے اپنا احتجاج ریکارڈ کرواتی ہیں اور اپنے موقف کو دوٹوک الفاظ میں واضح کر دیتی ہیں کہ جہاں دین کی بات ہوگی وہاں ہم تمھارے ساتھ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے دین کے ساتھ کھڑے ہیں۔

اور اسی طرح یہ بات بھی تاریخ کے آئینہ میں روزِ روشن کی طرح واضح ہے

کہ ملک کے امن وامان کے حوالے سے...... ہر قسم کی بغاوت اور فتنے کو وطنِ عزیز سے مٹانے کے حوالے سے ہماری جماعتوں کی پالیسی ہمیشہ معتدل اور مثبت رہی ہے۔ ہم نے ملک کی املاک کو نقصان پہنچایا ہے نہ قتل وغارت کی ہے اور نہ ہی اسلام آباد میں سرعام دھرنے دے کر ملک کی معیشت اور وقار کو نقصان پہنچایا ہے۔

مزید ہمارے وفاق، ہمارے چینلز، مساجد کی تعمیر اور انسانیت کی فلاح کے لیے جماعتی خدمات الحمدللہ اپنی مثال آپ ہیں۔

ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اکابرین کو خیر کے کاموں میں مزید آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے لیے سعادت کی تمام راہیں آسان کر دے۔ آمین ثم آمین

رہا معاملہ کوتاہیوں کا تو کوئی شخص بھی کامل نہیں......لیکن بحیثیت جماعت ہمیں اپنی غفلتوں کی فہرست بنا کر ان کا جائزہ تو لینا چاہیے اور جماعتوں کے کرنے کے جو کام ہیں سب سے پہلے وہ کرنے چاہئیں۔

بڑی معذرت سے......اس وقت ایک تجزیہ کے مطابق جماعتی زندگی پُرفتن زندگی بنتی جا رہی ہے، بعض تنظیمی اور جماعتی افراد کو دیکھا گیا ہے کہ وہ تعمیری کام اور علمی وتحقیقی ترقی کی بجائے آپس میں ہی اختلافات بڑھاتے رہتے ہیں اور اپنے ہم عقیدہ اور ہم مشن لوگوں کو قریب کرنے کی بجائے...... معاف کرنے کی بجائے...... معاملات بحث وجدل سے بھی آگے بڑھ جاتے ہیں۔

ہم اپنی اس مبارک کاوش کے ذریعے اہل حق کے ذمہ داران تک یہ پیغام پہنچانا چاہتے ہیں کہ خدارا......آپس میں دست وگریبان نہ ہوں، نفرت کی دیواریں کھڑی نہ کریں۔ دھڑے بازی، ہٹ دھرمی اور خوامخواہ کے بغض وعناد سے باز

آ جائیں ورنہ جہاں دنیا میں آپ ناکام رہیں گے وہاں روزِ آخر بھی آپ کے لیے سرخرو ہونا آپ کے لیے مشکل ہو جائے گا، کیونکہ آپ امت اور جماعت کے ذمہ دار تھے اور آپ نے وہ ذمہ داری کا حق ادا نہیں کیا۔

اگر آپ کو حقیقت میں اللہ کا حیا اور آخرت کی فکر ہے تو دیگر عمدہ اقدامات کے ساتھ ساتھ اپنی نوجوان نسل کے لیے فی الفور مندرجہ ذیل کام کریں اللہ تعالیٰ آپ کو بہت سی برکتوں سے نوازے گا اور سب سے بڑی برکت اور بشارت یہ ہوگی کہ آپ کا نام قیامت تک زندہ رہے گا اور مرنے کے بعد آپ کو انبیاء و رسل علیہم السلام کا ساتھ نصیب ہوگا۔ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے فی الفور کرنے والے چند اہم کام درج ذیل بھی ہیں:

اسلامی بینکنگ کا نظام قائم کریں

اس وقت پوری دنیا میں بینکنگ کا نظام یہودیوں کے پاس ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں نے پوری معیشت کو سود کے گرد جکڑ دیا ہے اور شاید ہی کوئی تاجر ہو جو سود کے غبار سے بچا ہو، بالواسطہ یا بلاواسطہ ہر دوسرا شخص یہودیوں کا آلہ کار بنا ہوا ہے۔ اس نازک اور خطرناک موڑ پہ امتِ مسلمہ پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ ان کو اس ظالمانہ سودی نظام کے مقابلے میں اسلامی بینکنگ کا صاف شفاف نظام دیا جائے۔ بعض لوگوں نے اس پر کافی ورک کیا ہے لیکن وہ بھی اپنے نظام کو سود کی آمیزش سے پاک نہیں رکھ سکے......

اس لیے جماعتوں کے کرنے کا کام یہ ہے کہ وہ ایک مضبوط اسلامی بینکنگ کا نظام قائم کریں۔ بڑے بڑے مخلص باوقار تاجر حضرات اس عظیم خدمت کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایسے حسّاس موضوعات پر سوچنے والی

شخصیات چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی خال خال ہی ملتی ہیں۔جبکہ یہ اس وقت سب سے پہلا اور اہم کام ہے۔صرف سود کی مذمّت کافی نہیں، بلکہ متبادل نظام بھی پیش کریں۔جب تک آپ اس میدان میں قومی یا عالمی سطح پر کامیاب نہیں ہوجاتے تب تک ضلع یا ڈویژن لیول پر مضبوط امانت خانے تیار کریں جہاں ہر شخص بلا دھڑک اپنی امانت رکھ سکے۔

لیکن افسوس در افسوس کہ آج تک شاید کہ اس موضوع پر ہمارے بعض ذمہ داران نے سوچا تک بھی نہیں...... جبکہ وسائل بھی موجود ہیں اور افراد بھی وافر اور جذبہ بھی ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ضرورت صرف اور صرف قیادت کی ہے اور یہ کام جماعتوں کے کرنے کے ہیں۔ [1]

اور اس سے بڑھ کر المیہ یہ ہے کہ ہمارے اکثر مدارس میں کتبِ احادیث پڑھاتے ہوئے جب ''کتاب البیوع'' پڑھائی جاتی ہے تو طلبہ کو جدید معاشی اصطلاحات اور جدید بینکاری نظام کی مصطلحات وغیرہ کے متعلق سرے سے آگاہ ہی نہیں کیا جاتا...... چہ جائیکہ شرعی نصوص کے ساتھ ان کا تقابلی جائزہ لیا جائے۔

جب کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ موجودہ معاشی سسٹم اور اقتصادی نظام کو سامنے رکھ کر طلبہ کو اچھے طریقے سے ''کتاب البیوع'' ہی پڑھا دی جائے تو مستقبل قریب میں خیر کے بہت سے دروازے کھل سکتے ہیں۔

---

[1] اس موضوع پر عربی زبان میں درجنوں کتابیں موجود ہیں۔ بینک البلاد اور بینک الراجحی نے اس پر کافی مفید کتابیں تیار کروائی ہیں۔کاش جماعتی طور پر ان کتابوں کا ترجمہ کیا جائے اور ان کے مطابق معیشت کی نوک پلک کو سنوار کر ایک اسلامی ڈھانچہ مسلمان تاجروں کے سامنے رکھا جائے...... لیکن یہ سارے کام تب ہی ممکن ہیں جب ہم آپس کی لڑائیوں سے فارغ ہوجائیں۔

یونیورسٹیز قائم کرنا

اپنے ہونہار طلبا کے لیے عظیم الشان یونیورسٹیز قائم کریں۔ کم ازکم ہر ڈویژن میں آپ کی ایک یونی ورسٹی ضرور ہونی چاہیے۔ جس میں کتاب وسنّت کی فکر رکھنے والے طلبا وطالبات آسانی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں...... اعلیٰ تعلیم سے ہماری مراد صرف مذہبی تعلیم ہی نہیں، بلکہ ڈاکٹری، وکالت، انجینئرنگ اور صحافت جیسے اہم موضوعات میں بھی کمال حاصل کرنا ہے۔

جب ہم اس طرح کے مثالی ادارے قائم کریں گے تو بہت جلد انقلاب کی راہیں ہموار ہوں گی، اہم شعبہ جات میں ہمارے طلبا وطالبات اپنا کردار ادا کرتے ہوئے اسلام کی بلندی کا باعث بنیں گے۔

اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے قائدین اور ذمہ داران حضرات کے لیے یونی ورسٹیز قائم کرنا کسی لحاظ سے بھی مشکل نہیں ہے کیونکہ جماعت میں پڑھے لکھے احباب کی کمی ہے نہ خرچ کرنے والوں کا فقدان ہے۔ صرف اور صرف کمی بسم اللہ پڑھ کر کام شروع کرنے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تعلیم کے میدان میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

سعودی جامعات میں داخلے کی کوشش

نرے تعلقات بھی کسی کام کے نہیں ہیں...... اور اسی طرح صرف مالی مفادات کو ہی حرفِ آخر سمجھنا یہ بھی کوئی بہت بڑی کامیابی نہیں۔ گہری نظر رکھنے والے خیر خواہ ذمہ داران اپنے بچوں کے مستقبل کو روشن کرنے کے لیے ہمہ وقت میدانِ عمل میں رہتے ہیں۔ اس وقت سعودی جامعات میں داخلے کے حوالے سے جماعتوں کا

کردار کیا ہے......؟ ہر شخص جانتا ہے کہ صفر ہے...... آخر کیوں......؟

جبکہ مدارس کے ذمہ داران اور جماعت کے عہدیداران کا یہ اہم ترین فرض ہے کہ وہ اپنے باصلاحیت بچوں کو ہر ممکن داخلہ دلوانے کی کوشش کریں اور باقاعدہ جماعتی طور پر اس مبارک عمل کے لیے علما کی کمیٹی ہونی چاہیے جو باقاعدہ میرٹ پر انٹرویو کرے اور پھر ان بچوں کے ناموں کو آگے پیش کیا جائے۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس سلسلے میں بھی بہت زیادہ بے توجہی ہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کئی طلبا نے متعدد بار اس بات کی شکایت کی ہے کہ ہمارے تزکیات. پر غیروں کے داخلے ہو رہے ہیں اور اپنوں کے داخلے کے لیے بعض مشائخ ایک بول کہنا بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ ہم پوری دیانتداری سے یہاں یہ بات بھی واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے محنتی طلبا کے مستقبل کو روشن سے روشن تر کرنے کے لیے جب تک آپ اپنے ملک میں یونیورسٹیز قائم نہیں کرتے تو کم از کم بیرونی ممالک میں اور بالخصوص عرب خلیج میں محنتی طلبا کو اعلیٰ مواقع دلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ [1] جزاکم اللہ خیرا

چونکہ اصلاح کا سلسلہ جاری ہے تو بالخصوص سعودی جامعات میں پڑھنے والے طلبا کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ خدارا اپنے وقت کو ضائع نہ کریں، کہیں یہ ملی ہوئی سعادت آپ کی غفلتوں کی وجہ سے دنیا میں باعثِ نحوست اور آخرت میں ذریعہ وبال نہ بن جائے...... ہم نے دیکھا ہے کہ جن احباب نے ان قیمتی مواقع

---

[1] سعودی عرب کے علاوہ دیگر ممالک کی یونیورسٹیز کے معادلہ سے قبل ان کے منہج اور یونیورسٹیز کے ماحول کی پوری طرح جانچ پڑتال کیا کریں کیونکہ اکثر یونیورسٹیز کا ماحول اور وہاں کے ذمہ داران کا منہج طلبہ کو فکری آوارگی کی طرف لے جاتا ہے۔ یاد رہے......! ہمارے بعض ذمہ دار مشائخ ازہر یونیورسٹی قاہرہ اور امارات کی شارجہ یونیورسٹی کے منہج اور اس کے ماحول کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔ انتبہ

کو ضائع کیا یا ریالوں کی نذر کر دیا اور وہ علم و عمل میں محنت نہ کر سکے، آج وہ دنیا کی نحوستوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔

جن طلبا نے اس موقعے کو اللہ کی رحمت اور سعادت سمجھ کر شب و روز محنت کی ان کیلئے دعوتی میدانوں میں کام کرنے کی ہزاروں جگہیں ہیں اور آج وہ علم و فضل کا چراغ بن چکے ہیں۔ بلکہ اکثر مدنی مشائخ فردِ واحد ہونے کے باوجود ملت کا کام کر رہے ہیں۔ کان اللہ فی عونہم [1]

علمی و تحقیقی سنٹرز قائم کرنا

اس وقت دین کے نام پر دکانداری اپنے عروج پر ہے۔ کچھ عاقبت نااندیش مذہبی سکالر حضرات دین کا نام لے کر توحید و سنّت کی ایسی دھجیاں بکھیر رہے ہیں کہ جس سے دین کی اصل روح ہی باقی نہیں رہتی اور بالخصوص قرآن کی من چاہی تفسیر کے ساتھ ساتھ حدیث اور سنّت کے ساتھ ایسا استہزا کیا جاتا ہے کہ انسان کا ایمان ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے......

اپنی نوجوان نسل کو توحید و سنّت اور قرآن و سنّت پر پہاڑ کی طرح مضبوط رکھنے کے لیے ہمیں علمی و تحقیقی سنٹر قائم کرنے ہوں گے، جہاں جماعت کے فاضل اور اکابر ہمہ وقت تشریف فرما ہوں اور وہ ہر آنے والے سائل اور اٹھنے والے خطرناک مسائل پر کتاب و سنّت کی روشنی میں دو ٹوک الفاظ میں اپنی رائے پیش کریں...... فریق مخالف کے غلط استدلال کی نشاندہی کریں اور صحیح موقف کو اپنے طلبا اور عامۃ الناس کے سامنے رکھیں۔

---

[1] مدنی مشائخ اور طلبا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں کئی ایک علمی و عملی فوائد سے نوازا ہے۔ (1) عقیدہ توحید کے کئی مخفی پہلو نمایاں ہوئے۔ (2) نصاب میں اہم کتب اور اہم فکر کا اضافہ ہوا۔ (3) کافی حد تک عربی ذوق میں بھی بہتری آئی۔ کثر اللہ امثالھم فینا

تخصص کے مراکز قائم کرنا

جو طلبا درسِ نظامی سے فارغ ہوں، ان کو فوراً میدانِ عمل میں لانا ان کی صلاحیتوں کو نہایت محدود اور قید کر دینے والی بات ہے۔ اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ ایسے طلبا معاشرے کی علمی و تحقیقی ضرورتوں کو بھی پورا نہیں کرتے۔ اس لیے درسِ نظامی کے بعد کم از کم چند ذہین و فطین طلبا کے لیے فرض ہونا چاہیے کہ وہ مزید تین چار سال تخصص میں لگائیں تاکہ ان میں علمی، فنی اور فقہی بصیرت پیدا ہو۔

لیکن صد افسوس ہے کہ اس وقت پورے ملک میں ایک بھی تخصص کا قابل ذکر ادارہ موجود نہیں کہ جس کو جماعتی سرپرستی حاصل ہو۔ ہمارے ایک دو شہروں میں ہمارے بعض مشائخ نے ذاتی طور پر چند سال سے ایک کوشش شروع کی ہوئی ہے اور اس کے اچھے نتائج بھی سامنے آ رہے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا طلبائے دین پر بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و فضل میں اور برکت عطا فرمائے۔ آمین

لیکن ہماری رائے یہ ہے کہ تخصص کی کلاسز یا تو جامعہ میں ہی ہوں یا ہر بڑے ضلع میں تخصص کا ایک مضبوط ادارہ موجود ہو جس میں طلبا کو مالی تعاون اور دیگر سہولیات مہیا کی جائیں تاکہ وہ خوب محنت کر کے اپنے مستقبل کو روشن کر سکیں......

یاد رہے! تخصص کے ادارے مہیا نہ کرنا اپنی نوجوان نسل کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہے اور ان کے روشن مستقبل کو تاریک کرنے والی بات ہے۔

علما و خطبا کی مکمل نگرانی کرنا

ہماری جماعتیں دعوتی اور تبلیغی جماعتیں ہیں، اس لحاظ سے اپنے دعوتی نیٹ ورک پر گہری نظر رکھنا اور اپنے خطبا اور واعظین کی نوک پلک سنوارتے رہنا ہمارے

اکابر اور قائدین کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔تمام خطبا کی سرگرمیاں باقاعدہ جماعت کی زیرنگرانی ہونی چاہئیں اوران کے لیے ہرقسم کی مراعات مہیا کی جانی چاہئیں۔لیکن ہم نہایت افسوس سے اس حقیقت کا اظہار کررہے ہیں کہ دعوتی میدان میں خطبا کے لیے کوئی نظم اور ترتیب نہیں صرف اور صرف ایک کام کو بہت بڑا معرکہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ نے فلاں جگہ نہیں جانا...... فلاں جگہ جانا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

خدارا......! جماعت کے اکابر خطبا اور نوخیز خطبا کے لیے الگ سے ایک سنجیدہ پلیٹ فارم تیار کریں جس میں ان کے دعوتی پروگراموں کو موثر سے موثر تر بنانے کے لیے بہتر سے بہتر تجاویز پیش کی جائیں۔ اس وقت خطبا کے لیے جماعتی نیٹ ورک نہ ہونے کی وجہ سے سب سے بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ جس کے منہ میں جو آتا ہے وہ کہتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کوئی روکنے ٹوکنے اور پوچھنے والا نہیں...... اگر معاملہ اسی طرح چلتا رہا تو خاطر خواہ فوائد کبھی حاصل نہیں ہوں گے۔

پی ایچ ڈی ہولڈرز کی سرپرستی کرنا

جب تک آپ یونیورسٹیز قائم نہیں کرتے اس وقت تک ایسے طلبا پر دستِ شفقت رکھیے جو تعلیمی میدان میں آگے بڑھنا چاہتے ہیں لیکن وہ اپنی غربت کی وجہ سے پیچھے رہ جاتے ہیں...... اس وقت درجنوں طلبا ایسے ہیں جو حددرجہ ذہین وفطین ہیں...... ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنا چاہتے ہیں لیکن ان کے پاس جہاں فیسوں کا بھی انتظام نہیں ہے، وہاں بلاوجہ فکری تعصب کی بنا پر ان کے داخلے کو روکا جاتا ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ پاکیزہ فکر کے حامل نوجوانوں کو آگے نہ آنے دیا جائے۔

ایسی خطرناک صورت حال میں اللہ کے لیے ایسے باذوق طلبا پر شفقت

فرمائیں اور جماعتی طور پر ان کی سرپرستی کریں، یہی آپ کے کرنے کے کام ہیں اور نوجوان نسل پر بہت بڑا احسان ہے اور اس وقت ہمارے جن معاصر بھائیوں نے ''دکتورہ'' کیا ہے، ان کی دعوتی خدمات کا دائرہ عام علما اور خطبا کی نسبت زیادہ وسیع ہے۔ وہ انفرادی طور پر مگر واحد ملت کا کام کر رہے ہیں اور پھر ایسے اداروں میں کام کر رہے ہیں جہاں عموماً مولوی کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے ہیں۔

ہماری بڑے ادب سے مدارس کے ذمہ داران کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ اپنے ہر دوسرے طالب علم کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری دلوانے کے لیے ہمہ وقت اپنی شفقتوں کا سایہ ان پر برقرار رکھیں۔ جزاکم اللہ خیرا

بیٹیوں کیلئے جماعتی خدمات کیا ہیں؟

کسی بھی نسل کی تربیت میں ماں کا کردار بنیادی حیثیت کا حامل ہے۔ بے دین ماں کسی صورت بھی اپنی اولاد کی مثالی تربیت نہیں کر سکتی۔ آج اگر دیکھا جائے تو بحیثیت جماعت ہم نے اپنی بیٹیوں کے لیے تعلیم و تربیت کے کتنے ہی مراکز قائم کیے ہیں...... لیکن محنتی بیٹیوں کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ہماری جماعتی طور پر پالیسی کیا ہے......؟ جن لوگوں کو ہم بے دین، پادری اور نہ جانے کیا کچھ کہتے ہیں، کم از کم ان لوگوں نے اپنی بیٹیوں، بہنوں اور خواتین کو تعلیم اور ملازمت کے میدان میں بلکہ ہر علمی میدان میں منظّم کیا ہے۔ اس حوالے سے ہماری جدوجہد کیا ہے......؟

آیئے......! اگر آپ واقعۃً جماعت کے ساتھ مخلص ہیں اور یقیناً ہیں تو فی الفور کرنے کا کام یہ بھی ہے کہ بچیوں کے موجودہ مدارس کے تعلیمی نصاب کو مزید معیاری بنایا جائے اور بچیوں کے تعلیم و تعلم کے لیے اعلیٰ جامعات قائم کیے جائیں۔

میڈیا اسکالر تیار کریں

انقلاب کی راہ کو ہموار کرنے میں بنیادی کردار ہمارے تعلیمی اداروں اور مساجد کا ہے، یہیں سے تربیت پا کر دیگر شعبہ ہائے زندگی کا رُخ کیا جاتا ہے اور اس وقت مترنّم خطبا کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی ازحد اشد ضرورت ہے کہ علمی اور سلجھے انداز میں سنجیدہ گفتگو کرنے والے میڈیا اسکالر تیار کیے جائیں جو جدید زبان، جدید ماحول اور جدید میڈیا کے تقاضوں کو مکمل طور پر پورا کرنے والے ہوں۔

میڈیا کی دنیا کے اپنے تقاضے ہیں۔ اس کے لیے خاص تربیت کی ضرورت ہے..... میڈیا اسکالر میں برداشت، دھیما پن اور گفتگو کا سلیقہ آخر حد تک عمدہ ہونا چاہیے اور اسی طرح فقہی مسائل پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ قومی اور عالمی حالات پر بھی کڑی نظر ہونی چاہیے..... لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت سوائے گنتی کے چند ایک ناموں کے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو کتاب وسنّت کا علمبردار ہو اور میڈیا کی دنیا میں اس کا کردار مسلّم ہو۔ یہ کام کون کرے گا.....؟ جامعات.....؟ دینی مدارس.....؟ یا ہمیں اس عظیم مشن کے لیے قومی لیول پر اکیڈمیز بنانا ہوں گی جن میں ماہرین علوم وفنون کی زیر تربیت خاص طور پر میڈیا اسکالر تیار کیے جائیں۔

یاد رہے.....! اس موضوع پر اکابرین امت کا فی الفور سوچ کر فیصلہ نہ کرنا انتہائی مجرمانہ فعل ہے جبکہ مخیر حضرات سے چندے کی ریل پیل ہے اور اس کو غیر اہم مقاصد میں ضائع کیا جا رہا ہے۔

ممتاز علمائے کرام کی فتویٰ کمیٹی

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ تقلید وجمود نے اسلام کا فائدہ نہ ہونے کے

برابر کیا ہے اور نقصان زیادہ کیا ہے اور سب سے بڑا نقصان یہ ہوا ہے کہ امت ٹولیوں میں بٹ گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ہر ایک کو شتر بے مہار چھوڑ دیا جائے اور جس کے منہ میں جو بات آئے وہ فوراً فتویٰ جڑ دے۔

جماعتی حوالے سے کرنے والا ایک اہم ترین کام یہ بھی ہے کہ ماہرین علم وفضل، مفتیانِ کرام کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے، وہ ہر ایک اہم مسئلے پر باقاعدہ اپنی رائے پیش کریں، پھر اس کو شائع کیا جائے اور امت کے سامنے رکھ دیا جائے۔

اس سلسلے میں جو محنتی طلبا یا صغار محققین اپنی رائے دینا چاہیں تو ان کو بھی اپنے رائے کے اظہار کے لیے مناسب ذریعہ مہیا کیا جائے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ عالمی اور قومی لیول پر آئے دن نت نئے مسائل کا سامنا ہوتا ہے لیکن جماعتی طور پر ہمارے علما کی کوئی واضح پالیسی اور رائے سامنے نہیں آتی۔

اس سلسلے میں بطورِ نمونہ ہمارے سامنے سعودی عرب کی ''ھیئۃ کبار العلما'' ہے۔ جو باضابطہ طور پر کبار علمائے کرام پر مشتمل ہے اور وہ فقہی مسائل کے ساتھ ساتھ نئے مسائل پر بھی اپنی رائے مکمل دلائل کے ساتھ پیش کرتے ہیں، پھر باقاعدہ ان کی تحقیقات کو شائع کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے سعودی عرب میں شرعی مسائل کے حوالہ سے ملک کی فضا حد درجہ قابل رشک ہے۔

آپ ''ابحاث ھیئۃ کبار العلماء بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ'' کا مطالعہ فرمالیں تو حیران رہ جائیں گے کہ ان کے علما کس قدر دیانتداری سے تحقیق کرتے ہیں اور پھر وہ جسے حق سمجھتے ہیں کس طرح علی الاعلان بیان کرتے ہیں اور پھر باقاعدہ شاذ موقف کو دبایا نہیں جاتا، شائع کیا جاتا ہے اور اسکے دلائل بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر طلاق ثلاثہ کا مسئلہ دیکھ لیں...... کبار علما اس میں شریک ہوئے، نتیجے میں زیادہ

نے یہی رائے دی کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں واقع ہو جاتیں ہیں لیکن بعض کا خیال تھا کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں نہیں ہوتیں اور ہم بھی سمجھتے ہیں کہ یہی رائے صائب ہے۔ لیکن ان کی فراخ دلی کہ فریقین کے دلائل کو شائع کیا گیا اور ان کے دلائل کو بھی ساتھ تحریر کیا گیا۔

آپ درج ذیل سطور سے علمی وسعت اور دیانت کا جائزہ لیں

① بَعْدَ دَراسَةِ الْمَسأَلَةِ وَتَدَاوُل الرَّأيِ واسْتِعْرَاضِ الْأَقْوَالِ الَّتِيْ قِيلَتْ فِيْهَا وَمُنَاقِشَةِ مَا عَلٰى كُلِّ قَوْلٍ مِنْ إِيْرَادٍ. تَوَصَّلَ الْمَجْلِسُ بِأَكْثَرِيَّتِهٖ إِلَى اخْتِيَارَ الْقَوْلِ بِوُقُوْعِ الطَّلَاقِ الثَّلَاثِ بِلَفْظٍ وَاحِدٍ ثَلَاثًا ❶

② وَ أَمَّا الْمَشَائِخْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ بن بَاز وَ عَبْدُ الرَّزَّاق عَفِيْفِيْ وَ عَبْدُاللّٰه خيَّاط وَ رَاشِد بن حُنَيْن وَمحمد بن جُبَيْر فَقَدِ اخْتَارُوا الْقَوْلَ بِوُقُوْعِ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً وَلَهُمْ وِجْهَةُ نَظْرٍ مُرْفَقَةٌ وَأَمَّا الشَّيْخْ صَالِح بن لُحَيْدَان فَقَدْ أَبْدى التَّوَقف ❷

اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ علما کی کمیٹی نصوص سے استدلال

---

❶ ابحاث ھیئۃ کبار العلماء؛ المجلد الاوّل

❷ ابحاث ھیئۃ کبار العلماء؛ المجلد الاوّل

اور استنباط کرنے میں کس قدر آزاد ہے اور پھر کس قدر ان کی رائے کو عزت کی نظر سے

- دیکھا جاتا ہے اور پوری دیانتداری سے علمائے امت کا موقف امت کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ہمارے ہاں چند جذباتی قسم کے محققین ایسے پیدا ہو چکے ہیں کہ اگر کوئی عالم ان کے سامنے ان کے موقف کے خلاف اپنی تحقیق پیش کرے تو وہ سب سے پہلے اس کی نیت پر حملہ آور ہوتے ہیں اور یہی کہیں گے کہ

شیعیت کو خوش کیا جارہا ہے......

دیوبندیت سے دوستیاں پالی جارہی ہیں......

بریلویت کو قریب کیا جارہا ہے......

اور یقین جانیں...... ایسے جذباتی احباب کا علم و فضل بالکل محدود ہے۔ لیکن ان کے تبصرے، تعلّی، کبر، رائے کا تسلط اور گھمنڈ جیسی امراض لامحدود ہیں۔

قسم بخدا......!

جس قدر کم علم محقق اور کم فہم واعظ ہوگا۔ وہ اس فتوی بازی میں اس قدر زیادہ جلدی اور الفاظ میں سختی سے کام لے گا۔ ہم جماعتی ذمہ داران سے بڑی محبّت سے عرض کریں گے کہ وہ پہلی فرصت میں علما کا ''مجمع فقہی'' تشکیل دیں، دینی مسائل کو نابلد نوجوانوں کے ہاتھوں کا کھلونا نہ بننے دیں اور امت کے مسائل کا حل پوری دیانتداری کے ساتھ ان کے سامنے پیش کر دیں۔ اس وقت امت مسلمہ عالمی اور قومی اعتبار سے نہایت نازک اور حسّاس موڑ پہ ہے۔ لیکن ہماری جماعتوں نے اس حوالے سے بھی کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ نہ جانے اس تاخیر میں کیا حکمت ہے......؟

رفاہِ عامہ کے کام

اپنی دعوت کو پھیلانے اور مضبوط بنانے میں رفاہِ عامہ کے کاموں کا بہت

زیادہ کردار ہے۔اچھے ہاسپٹل،اچھی ڈسپنسریز،اچھے تعلیمی ادارے،اچھے ٹیوشن سنٹر اوراسی طرح خواتین کے متعلق اچھے سنٹرز جماعتی طور پر جگہ جگہ ہونے چاہئیں۔اس کا سب سے بڑا فائدہ ہوگا کہ لوگ آپ کے قریب آئیں گے اور آپ انھیں حق کے قریب لانے میں سوفیصد کامیاب ہوجائیں گے۔

لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ پورے ملک میں جماعتی طور پر چلنے والا ایک اچھا ہاسپٹل بھی موجود نہیں ......اور بلا مبالغہ بعض کانفرنسوں پر لاکھوں روپے بے مقصد اجاڑ دیے جاتے ہیں لیکن ایسا کام ایک بھی نہیں کیا جاتا کہ جو مستقل بنیادوں پر مفید ہو اور یہاں پر جو یہ بات کرے کہ وسائل نہیں ہیں...... وسائل کی کمی ہے ...... مال کی قلت ہے۔ہم ایسے شخص کو حد درجہ بھولا بھالا اور بے خبر سمجھتے ہیں کیونکہ ہماری جماعت میں ایسے ایسے تاجر بھی ہیں کہ جو کروڑوں روپے بے دریغ خرچ کرنے کو تیار ہیں اور پھر جو دیگر ذرائع ہیں وہ کسی بھی بیرون ملک سفر کرنے والے شخص پر مخفی نہیں ہیں...... خدارا! یہی بہانے لے کر ہم قبر میں نہ چلے جائیں...... امت اور نئی نسل کیلئے جماعت کے لیے کچھ کر جائیں ...... ہمارا تو ایمان پختہ ہے کہ نظم اچھا ہو، سوچ اچھی ہو، اخلاص ہو تو کوئی بھی جماعت ایسے کاموں سے وسائل کی کمی کی وجہ سے پیچھے نہیں رہ سکتی، صرف دُکھ اس بات کا ہے کہ یہ کام صحیح طرح سے ہماری پالیسیوں میں شامل ہی نہیں ہیں۔

شاید کہ ہم صرف اپنے مفادات، تعلقات کے اردگرد جینا چاہتے ہیں جو کہ بہت بڑے ظلم کی بات ہے۔

اسلامی دارالمطالعہ کی سہولت

بلا مبالغہ پورے ملک میں شاید کہیں کوئی ایک ہی شاندار علمی دارالمطالعہ ہو

جہاں علاقے کے لوگ بیٹھ کر استفادہ کرتے ہوں اور اپنی علمی پیاس بجھاتے ہوں۔ جبکہ حالات بڑی شدت سے اس بات کے متقاضی ہیں کہ ہر بڑے شہر میں اگر الگ سے نہیں تو مسجد کے کسی کمرے میں ایک شاندار دار المطالعہ کا اہتمام کیا جائے جہاں تمام اہم موضوعات پر اردو زبان میں اسلامی کتب میسر ہوں۔ اور رہنمائی کے لیے کم از کم ایک عالم دین موجود ہو، بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہر اسلامی دار المطالعہ میں جماعت کا لٹریچر وافر مقدار میں موجود ہونا چاہیے جو ذوق رکھنے والے احباب میں گاہے گاہے تقسیم کیا جائے...... لیکن ہم دیکھ رہے ہیں باقی اہم کاموں کی طرح جماعتی لٹریچر کے حوالے سے بھی بہت زیادہ کمی ہے، بلکہ جماعتی طور پر مسلک اہل حدیث کے تعارف اور دعوت کے طور پر دو صفحات کا ورقہ بھی طبع نہیں ہوا۔

ہمارے ہاں مشائخ کرام کے جو مکتبات ہیں وہ خاص ان کے ذوق کے مطابق ہیں اور کتب کی زیادہ تعداد بھی عربی میں ہے اور ویسے بھی وہاں باضابطہ عوام کے استفادے کوئی سہولت موجود نہیں۔ یہ بھی جماعتوں کے کرنے کا ایک اہم کام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے آسانی فرمائے۔ آمین

تبلیغی جماعت کو حد درجہ فعال بنائیں

ہمارا وطنِ عزیز اہلِ اسلام کی سرزمین ہے۔ یہاں پر رہنے والے تقریباً تمام لوگ مسلمان ہیں۔ یہاں پر زیادہ ضرورت توحید وسنّت کی دعوت اور اس کے مطابق تربیت کی ہے۔ ہر شخص تک کتاب وسنّت کی خالص دعوت پہنچانے کے لیے تبلیغی جماعت حد درجہ متحرک ہونی چاہیے۔

ماضی قریب میں ہمارے نہایت ہی محترم بزرگ اور اللہ کے مقرب ولی

حافظ یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ نے اس حوالے سے بیج ڈالا تھا، عرصہ گزر گیا ہے اس کو ہم نے مل کر سنجیدگی سے پانی نہیں دیا۔ جس کی وجہ سے اس کی ابھی کونپلیں ہی نمودار ہوئی ہیں۔ ہماری بے توجہی کی وجہ سے دعوت و تبلیغ کا یہ مبارک پودا اپنی نشو و نما نہیں پا سکا۔

وقت کی ضرورت ہے کہ اس کو تنا آور اور ثمر آور درخت بنایا جائے۔ بڑی بڑی کانفرنسوں پر پانی کی طرح پیسے بہانے کی بجائے تبلیغی جماعت کو منظم کرنے کے لیے بے دریغ خرچ کریں۔ اس کے ہمہ جہت مبارک نتائج اور ثمرات ہی ثمرات ہیں۔

ہمیں فی الفور معمولی تنظیمی اختلافات کو پس پشت ڈال کر ہر محلے تک تبلیغی جماعت کا نیٹ ورک مضبوط کرنا چاہیے...... جو مذہبی رجحان رکھنے والے لوگ ہیں وہ اکٹھے ہو کر جماعت کی شکل میں گلی محلوں کا چکر لگائیں...... اور بالخصوص جو نمازی اپنے محلے میں اثر ورسوخ رکھنے والے ہیں وہ بھی جماعت کے ساتھ نکلیں اور ہر دروازے تک توحید وسنّت کی خالص دعوت لے کر پہنچیں...... لوگوں کو باضابطہ مسجد میں ہونے والے درس کی دعوت دی جائے اور آنے والے نئے مہمانوں کی ضیافت کا معقول اہتمام ہونا چاہیے۔

اگر ہم اس حوالے سے مضبوط نیٹ ورک تیار کر لیتے ہیں تو بہت جلد اللہ کی زمین پر اللہ کا دین غالب آئے گا اور لوگ حق کے لیے سب کچھ لٹانے کو تیار ہو جائیں گے...... لیکن ہمیں افسوس ہے کہ اس بنیادی اور اہم کام کے لیے بھی ہماری کوئی پالیسی اور کوئی نافع سوچ نہیں، بلکہ جو مٹھی بھر بزرگ اور نوجوان یہ کام کر رہے ہیں ان کی حوصلہ افزائی کی بجائے ان کے جذبات کو مجروح کیا جاتا ہے۔ والی اللہ المشتکی

ہر طبقہ کے لوگوں سے مسلسل رابطہ

ہمارے ہاں ایک بڑا فقدان یہ بھی ہے کہ کسی بھی اہم شعبے کے ذمہ داران

کے ساتھ ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہے، کسی بھی کمیونٹی تک دعوت پہنچانے کے لیے ہم نے کوئی کمیٹی منظم نہیں کی، جبکہ جماعتی سطح پر ہر ضلع میں ایسے علما اور متعلقہ شعبہ کے ذمہ داران حضرات کی کمیٹیاں تشکیل دینی چاہئیں جو شعبہ ہائے زندگی کے تمام ذمہ داران کے ساتھ رابطے میں ہوں...... اور یہ کوئی مشکل اور ناممکن کام نہیں، بلکہ نہایت آسان کام ہے۔ جب ہم اس کام کے کرنے میں سنجیدہ ہو کر اپنی پالیسیاں مرتب کریں۔

مثال کے طور پر ڈاکٹرز یا وکلا حضرات یا اہل سیاست کے لیے اور اسی طرح جو سکول و کالجز کے اساتذہ ہیں ان تک جماعت کا منہج اور جماعت کی فکر پہنچانے کے لیے ہماری خدمات کیا ہیں......؟

اسی طرح مزدور طبقے میں نہایت سلیقے سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے اور اسی طرح جو طلبہ دوسرے شہروں کے سرکاری کالجز اور یونیورسٹیز میں تعلیم حاصل کرتے ہیں ان کو رہائش، ہاسٹل وغیرہ کی سہولت دی جائے...... مسجد میں یا کسی بھی جامعہ میں ان کے لیے چند کمرے مختص ہوں، جہاں وہ رہائش پذیر ہوں ان کو ترجمہ قرآن کے ساتھ ساتھ فکری، منہجی تربیت کی جائے۔ اس عمل کے نہایت مفید نتائج ہم نے دیکھے ہیں اور اگر آپ نے بھی دیکھنے ہوں تو بہاولپور میں حضرت مولانا عبداللہ بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات دیکھ لیں۔

بہر صورت یہی اور اس طرح کے دوسرے اہم فرائض جماعتوں کے کرنے کے کام ہیں جب تک یہ فرائض ہم سرانجام نہیں دیتے تو یہ سارے عہدے، ہمارے لیے خجلت کا باعث ہو سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کتاب و سنّت کی خیر ہر ایک تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

بعض جماعتی ذمہ داران کی خوش فہمیاں

ہم نے عموماً سنا اور دیکھا ہے کہ ہمارے بعض ذمہ داران صرف اس بات پر خوش ہوتے رہتے ہیں کہ ہم نے فلاں افسر، سیاستدان، وزیر سے ملاقات کی اور فلاں عرب شخصیت ہمارے ہاں تشریف لائی...... اور ہم نے فلاں فلاں ملک کا دورہ کیا...... اس حقیقت میں تو کوئی شبہ نہیں معزز شخصیات اور وزراء وامراء سے گہرے تعلقات رہنے چاہئیں۔ یہ جماعتی مفاد اور تنظیمی زندگی کی ایک ضرورت کہی جا سکتی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا جماعت کے اکابرین کا کرنے والا کام صرف یہی ہے ......؟ ہر اجلاس میں جماعتی کارروائی بیان کرتے ہوئے صرف اپنے دورہ جات اور ملاقاتوں کی فہرست ہی کافی ہے......؟

اس سے نوجوان نسل کا کیا بھلا ہوا......؟ ہمارے خطبا اور علما و مشائخ کو اس سے کیا خیر پہنچی......؟ وہ تو بے چارے آج بھی ہر قسم کی جدید سہولت سے محروم ہیں۔ کسی بھی شہر میں خطبا و علما کے لیے شایانِ شان مہمان خانوں کا اہتمام ہے نہ ان کے ٹھہرنے کی کوئی جگہ نہ کسی کی ضرورت کا خیال۔

ہم نے دیکھا ہے کہ اعلیٰ سطح پر جتنی ملاقاتیں ہوتی ہیں وہ صرف اور صرف اپنے ذاتی روابط مضبوط کرنے اور محدود مفادات حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہیں اور اگر نظرِ کرم بھی ہو تو وہ معیار اور قابلیت کی بنیاد پر نہیں ہوتی، بلکہ اپنے ہی مداح قسم کے خاص یمین ویسار کو نوازا جاتا ہے۔

اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی کارکردگی کو بیان کرتے ہوئے صرف اور صرف چند افسرانِ بالا کی ملاقاتوں پر اکتفا کر کے یہ سمجھنا کہ ہم جماعت کے لیے بہت کچھ کر رہے ہیں، ناقص سوچ اور ناقص کارکردگی ہے اور حد درجہ قابلِ اصلاح ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقت شناس بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

اور پھر ہم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ بعض دفعہ اعلیٰ شخصیات سے ملاقاتیں کرتے ہوئے شرعی احکامات کا بھی حیا نہیں کیا جاتا۔ وہی بازاری اور سیاسی لوگوں کے طور طریقے اور انداز اپنائے جاتے ہیں، جبکہ یہ اپنی جگہ پہ نہایت خطرناک روش ہے۔ توحید و سنّت کی غیرت اور شرعی احکامات کی پاسداری ہمارا بنیادی فریضہ ہے۔ یہ بھی ہاتھ سے نکلتا جارہا ہے۔

عوام میں نفاذِ اسلام کا شعور بیدار کیا جائے

اسلامی انقلاب کے حوالے سے اہم کام یہ ہے کہ عوام میں نفاذِ اسلام کی اہمیت و عظمت کو خوب بیان کیا جائے، خلافت کی اہمیت و ضرورت پر خصوصی لیکچر دیئے جائیں تا کہ عوام ذہنی طور پر اسلامی نظام کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائیں، اس وقت اسلامی نظام کے نفاذ کے حوالے سے عوامی شعور کا عالم یہ ہے کہ لوگ لفظِ ''خلافت'' سے بالکل نا آشنا ہیں جبکہ اسلام کے نظامِ سیاست کا اصل نام ہی ''خلافت'' ہے کہ مسلمان ایک خلیفہ کے تحت اتفاق واتحاد سے زندگی بسر کریں اور ستم در ستم یہ ہے کہ بڑے بڑے مجمعوں کو خطاب کرنے والے نامور علمائے کرام کو بھی ''خلافت'' کی اہمیت وافادیت کا علم نہیں ہے جب ان کے سامنے نظامِ خلافت کی بات کی جائے تو عجیب وغریب موشگافیاں شروع کر دیتے ہیں۔

آپ سروے کر لیں اسّی فیصد قائدین، لیڈران حضرات آمریت، جمہوریت اور خلافت کے پورے نظام کو سمجھنا تو درکنار وہ اس میں بنیادی فرق کرنا بھی نہیں جانتے اور یہ بات بھی عموماً دیکھی گئی ہے کہ ''نفاذِ اسلام، یلغارِ ہند، خلافتِ اسلامیہ'' جیسے عظیم ناموں سے موسوم کانفرسز پر نہایت سطحی اور غیر ضروری گفتگو ہوتی ہے۔

نہایت دکھ کی بات تو یہ ہے کہ آنے والا مقرر پانچ دس منٹ مائک کی زینت بنتا ہے اور غیر مرتب گفتگو کر کے اپنے ٹائم کو پاس کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور سچی بات تو یہ ہے کہ گھنٹوں کی کانفرنس میں ایک تقریر بھی ایسی نہیں ہوتی جس میں سامعین کو کوئی سوچ، فکر یا آئندہ کے لیے لائحہ عمل دیا جائے، اس طرح مہینوں کی محنت اور لاکھوں روپے کے اخراجات سے ہونے والی کانفرنس مکمل طور پر ناکام رہتی ہے اور ہزاروں سامعین مایوس ہو کر اپنے گھروں کو چلے جاتے ہیں۔

ہم نہایت محبّت اور احترام سے ذمہ داران کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ ان اسلامی ناموں سے ہونے والی کانفرنسز کو نہایت عمدگی سے مرتب کیا کریں اور بالخصوص مقررین حضرات بڑھکیں دھڑکیں مارنے کی بجائے سنجیدہ گفتگو کریں۔ جب ایک کانفرنس پر اسلام کا رنگ غالب نظر نہ آئے تو ایسے پروگرام کروانے والے حضرات پورے ملک پر اسلام کو کیسے نافذ کریں گے.....؟ جو ایک چھوٹے سے جلسے کے نظام پر اسلام نافذ نہ کر سکے کیا وہ پوری دھرتی پر اسلام نافذ کریں گے.....؟

بہر صورت قرآن وحدیث اور حالات کی روشنی میں ہمیں تو یہی بات سمجھ آتی ہے کہ اس وقت بہت بڑا بگاڑ ان لوگوں میں ہے جو بظاہر اسلامی انقلاب کی بات کرتے ہیں جبکہ حقیقت میں یہ لوگ حد درجہ تنگ نظر، بے عمل اور شہرت کے بھوکے ہیں۔

والدین مسلمان ہونے کا ثبوت دیں

انقلاب کی راہ ہموار کرنے کے لیے بنیادی بات یہ بھی ہے کہ والدین گھروں میں اسلامی کردار پیش کریں اور اپنی اولاد کی گود اور گھر سے اسلامی تربیت کریں، بچپن ہی میں اپنے بچوں کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا کریں، بچہ بڑا ہو کر

چاہے جس شعبے سے منسلک رہے لیکن اس میں اسلام کی غیرت اور محبّت ضرور رہنی چاہیے، اس کو یہ پورا شعور ہو کہ میں مسلمان ہوں اور میرا کام اسلام کے مطابق چلنا اور پوری دنیا کو اسلام پر لانا ہے۔

لیکن نہایت افسوس ہے.....!

کہ ہمارے ہاں نائی کا بچہ نائی اور قصائی کا بچہ قصائی ہوتا ہے.....اسلام ،ایمان ،قرآن کسی چیز کا کوئی شوق نہیں ہوتا ،بحیثیت مسلمان مجھے کیا کرنا ہے اس کی کوئی خبر نہیں.....! یہی اس معاشرے کا سب سے بڑا المیہ ہے کہ ایک تاجر کا بیٹا اچھا بزنس مین تو ہوتا ہے، ایک سرکاری افسر کا بیٹا صرف گورنمنٹ ملازم تو ہوتا ہے لیکن اسلام کی محبّت سے سرشار اچھا مسلمان نہیں ہوتا۔

اس وقت ضرورت یہ ہے کہ بڑھتی ہوئی بے راہ روی اور آوارگی کی روک تھام کے لیے ہم اپنے بچوں کو بچپن ہی سے اسلام کا قدردان بنائیں ، جب ہم اپنے بچوں کو گھر ہی سے اچھا مسلمان اور صاحبِ ایمان بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو ایسے بچوں کو اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے قائل کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ وہ بڑے ہو کر جب وزیر، مشیر، سیاستدان ، جج اور پولیس افسر بنیں گے تو دل کے شوق سے بذاتِ خود اسلام کے علمبردار ہوں گے اور ہر جگہ اسلام کے جھنڈے کو بلند کردیں گے۔

یاد رہے.....!

اس وقت معاشرے کے بگاڑ کا بنیادی سبب والدین کی غفلت ہے کہ انہوں نے اسلام کی قدر و قیمت کو خود سمجھا نہ اولاد کے دلوں میں اسلام کی محبّت اور غیرت اتارنے میں کامیاب ہوئے ، بلکہ وہ اپنی نگرانی میں بچوں کو کارٹون اور ڈرامے دکھلاتے ہیں۔ بھلا کارٹون دیکھنے والے قوم بھی دین کے کام آسکتی ہے.....؟

4 ......قرآن پاک کی تعلیم عام کی جائے

اسلامی انقلاب کے لیے جگہ جگہ ترجمہ کلاسز قائم کرنا بہت ضروری ہیں۔ لوگوں کو سادہ ترجمہ اور تفسیر پڑھائی جائے اور اسی دوران اقامتِ دین کی ضرورت واہمیت کو بیان کیا جائے۔

ہر مسجد میں کم ازکم صبح وشام ترجمہ کلاس کی سہولت ہونی چاہیے تاکہ کوئی مسلمان بھی قرآن پاک کے حقیقی نور سے محروم نہ رہے لیکن افسوس کی بات ہے کہ مساجد کی تعمیر پر کروڑوں روپے خرچ کر دیئے جاتے ہیں لیکن اہل محلہ کے لیے قرآن پاک کی تعلیم کا اہتمام نہیں ہوتا۔ عمر رسیدہ لوگ تو سرے سے قرآن پاک سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے......

جبکہ یہی لوگ نفاذِ اسلام کے لیے سب سے زیادہ موثر ہیں۔ ایسے لوگوں کی قرآن کی روشنی میں تربیت کے لیے روشن دماغ معلّم حضرات کی خدمات حاصل ہوں اور قرآن کریم کی تعلیم بھی نہایت دیانتداری سے کتاب وسنّت کی روشنی میں دی جائے، بالخصوص ایسی آیات کو عوام کے سامنے نمایاں کیا جائے جو قرآن مجید میں تو موجود ہیں لیکن روئے زمین پر ان کے مطابق عمل نہیں کیا جاتا۔ اس حوالے سے قصاص اور حدود والی آیات کو قدرے تفصیل سے پڑھایا جائے۔

نہایت صدمے کی بات ہے کہ بعض گدی نشین حضرات علی الاعلان لوگوں کو قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنے سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ترجمہ پڑھنا آپ کے بس کی بات نہیں، اس کے لیے پہلے 42 علوم کی ضرورت ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

یاد رہے......! لوگوں کو قرآن کے فہم سے توڑنا جہنّم کی آگ میں دھکیلنے کے

برابر ہے۔ جب تک معاشرہ قرآن دوست معاشرہ نہیں بنتا، اس وقت تک کسی تبدیلی کی امید رکھنا نہایت احمقانہ طرزِ عمل ہے۔

اہل باطل سے گہرے روابط

ہمارے اسلاف عقیدہ توحید وسنّت کے معاملے میں بہت حسّاس اور غیرت مند تھے۔ وہ افہام وتفہیم کی حد تک تو اہل باطل سے نرم رویہ رکھتے تھے۔ لیکن ان سے گہری دوستیاں قائم کرنا ان کے ہاں خطرناک جرم تھا۔

صحیح مسلم شریف میں آتا ہے کہ جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کو اہل باطل میں سے کسی کے بارے میں خبر دی تو آپ نے دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ جاؤ ان کو میری طرف سے کہہ دینا کہ میں ان سے بری ہوں اور تم مجھ سے بری ہو۔

اسی طرح فضیل بن عیاض اور دیگر محدثین کے اقوال سے کتب بھری پڑی ہیں کہ انھوں نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ جو اہل باطل سے دلی دوستیاں رکھتے ہیں ہمیں تو ڈر ہے کہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال برباد ہی نہ کر دے۔ [1]

بہرصورت اس حقیقت کو سمجھنے کی اچھی طرح کوشش کریں کہ قرآن وحدیث میں سب سے زیادہ خطرناک دو گناہ بیان کیے گئے ہیں۔ ایک شرک اور دوسرے کا نام بدعت ہے۔ جس طرح شرک وبدعت انتہائی ناپسندیدہ گناہ ہیں، اسی طرح شرک وبدعت کو پھیلانے والے لوگ بھی شریعت کے مطابق پرلے درجے کے بدترین مجرم ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ صرف اور صرف ایک صورت میں تعلق رکھنا جائز ہے کہ ان کو توحید وسنّت کے قریب لایا جائے...... بصورتِ دیگر دنیاوی مفاد اور سیاسی طور پر اپنے

---

[1] الابانة لابن بطة: 2/462 پر فضیل بن عیاض کا قول ہے:
من احب صاحب بدعة احبط الله عمله واخرج نور الاسلام من قلبه

آپ کو مضبوط کرنے کے لیے ان کی مجلسوں اور محفلوں کا حصہ بننا اور ان سے گہرے روابط رکھنا حد درجہ بے حمیتی کی بات ہے اور اس وقت یہ بے حمیتی ضرورت سے زیادہ بڑھتی جا رہی ہے۔ ہم اپنی اس پاکیزہ کاوش کی وساطت سے اپنے نوخیز خطبا اور علما کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ وہ اپنے اندر کتاب وسنّت کی حمیت اور غیرت مزید بڑھائیں۔ اپنی فکر اور منہج کا تشخص برقرار رکھیں۔ ساری کی ساری برکتیں اسی میں ہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے اسی لیے اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی مخاطب کرتے ہوئے یہی کہا تھا: وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ

ہمارا کردار کیا ہے......؟

اللہ جانتا ہے ہمیں تو اب آپس کے اختلافات نے ہی مار ڈالا ہے۔ ہماری اکثر صلاحیتیں آپس میں ایک دوسرے کو مار گرانے میں صرف ہو رہی ہیں۔ بڑے بڑے پروگراموں کی آڑ میں بھی صرف اور صرف ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے جبکہ ہمارا فریق مخالف اپنے مستقبل کو روشن کرنے کے لیے بہت آگے نکل چکا ہے۔

پچھلے دنوں ایک رافضی اسکالر نے اپنے ایک بیان میں کہا......ہم زیارات کے بہانے سنی عوام کو حب اہل بیت کے نام سے اپنے خرچہ پر ایران کا چکر لگواتے ہیں اور واپسی پر 99 فیصد سنی......رافضی عقائد کے حامل ہو جاتے ہیں جو ایک 1 فیصد سنی بچ جاتے ہیں انکا ذہن بھی رافضی نظریات پر مگن ہو جاتا ہے۔

اسلام آباد میں روافض کا ایک ٹرسٹ کے نام سے بہت بڑا مفت تعلیمی ادارہ بنایا گیا ہے۔ جس میں پنجاب بھر کے ذھین بچوں کو ٹیسٹ کی بنیاد پر سلیکٹ کیا جاتا ہے۔ پھر ان کو پڑھائی کے ساتھ کھانا......دودھ......تازہ پھل......کھیل......تک کی تفریح دی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمیں نوکریاں تک بھی اس علی ٹرسٹ نے دلوائی

ہیں...... آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا......؟

چند دن پہلے آفس میں فیصل آباد سے چند نوجوان آئے، انھوں نے کہا کہ ہمارے علاقے میں پڑھے لکھے نوجوان رافضیت کی طرف مائل ہو رہے ہیں اور کئی ہو چکے ہیں اور جب ہم رافضیت کے شکوک وشبہات کو لے کر کسی عالم کے پاس جاتے ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ ہمیں فاضل علما سے وقت ہی نہیں ملتا اور اگر مل بھی جائے تو ہمارے بعض فاضل علما مطمئن کرنے کی بجائے جذباتی ہو جاتے ہیں جس کا خطرناک نتیجہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس طرح کے درجنوں واقعات ہیں جو ہماری دعوتی کمزوری کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ لیکن ہم اس پر سوچنے سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں۔

اپنی اس کتاب کے ذریعے نہایت ہی ادب واحترام سے تمام جماعتوں کے ذمہ داران کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ وہ اہل باطل کے لیے علما کی ایک خاص کمیٹی تشکیل دیں جن تک رسائی ہر عام شخص کے لیے ممکن ہو اور وہ ایسے خطرناک حالات پر قابو پانے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ جزاکم اللہ خیرا

رائے قائم کرتے وقت حد درجہ احتیاط

دین کے داعی اور خطیب کو ہمہ وقت اللہ کے ہاں جواب دہی کی فکر رہنی چاہیے۔ کسی جماعت، کسی تنظیم اور کسی شخصیت کے متعلق رائے قائم کرتے وقت حد درجہ احتیاط سے کام لینا چاہیے کیونکہ تہمت اور جھوٹ ناقابل معافی جرم ہیں۔ آج کل منہ اٹھائے دوسروں کے متعلق رائے قائم کرنا معمولی مسئلہ سمجھا جاتا ہے جبکہ کسی انسان کی تباہی کے لیے یہی جرم کافی ہے کہ وہ کسی پر ناحق تہمت لگا دے یا بغیر تحقیق

اور براہین کے کسی جماعت یا شخص کو بدنام کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشرکین مکہ کے نقائص بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ان میں سب سے بڑی کوتاہی یہی تھی کہ وہ محض گمان کی پیروی کرتے تھے، انہوں نے دلیل کی بنیاد پر سچائی کا انکار نہیں کیا بلکہ اٹکل پچو، سنی سنائی باتوں اور گمان کی بنیاد پر حق کے انکاری بن گئے تھے اور آج یہی وبا امتِ مسلمہ میں بری طرح پھیل رہی ہے۔ کسی بھی شخصیت پر لب کشائی کرنے سے پہلے اس کے موقف کی کمزوری کو دلیل کے ساتھ جاننے کی کوشش کریں اور دلیل کی زبان میں بات کرنا سیکھیں۔ برسرِ منبر کسی کی شخصیت پر کیچڑ اچھالنا اور اسے ٹھٹھا مذاق کرنا میراثیوں کا کام ہے نہ کہ شریف لوگوں کا شیوہ۔

یہاں نمونے کے طور پر ایک مثال دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کل میڈیا پر جاوید احمد غامدی صاحب کا نام بہت زیادہ معروف ہے اور بلاشبہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں، اگرچہ ہمیں ان کے کئی ایک مسائل سے دلیل کی بنیاد پر سخت اختلاف ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ محترم غامدی صاحب کو انسان ہونے کے ناتے بعض مسائل سمجھنے اور ان پر غور کرنے میں نہایت خطرناک ٹھوکر لگی ہے...... اسلاف کی فکر اور سلف صالحین اور صحابہ وتابعین کے منہج سے وہ بری طرح منحرف ہوئے ہیں لیکن ان سب کچھ کے باوجود ہمیں ہاتھ ہولا رکھنا چاہیے تا کہ غامدی صاحب اور ان کے چاہنے والے بھی حق کے قریب آسکیں۔ لیکن آپ حیران ہوں گے کہ میں نے ایک حضرت صاحب کو ان کے خلاف بیان کرتے ہوئے سنا، وہ جذباتی ہو کر فرمانے لگے کہ

''جاوید احمد غامدی مرتد ہے۔''

اور اسی طرح ایک اچھے بڑے عالم کو سنا گیا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ

''غامدی تے ہے ہی حرامی'' ......

انا للہ وانا الیہ راجعون ..... استغفر اللہ من ذالک

آپ انصاف کی نظر سے غور کریں کہ کیا یہ انداز کسی طرح بھی درست ہے......؟ کیا دین ہمیں یہی تعلیم دیتا ہے......؟ ہمارے بعض احباب کو کب شرم آئے گی کہ وہ دلیل کی زبان سے بات کرنا سیکھ جائیں گے......؟ اور اسی طرح بعض کوتاہ نظر لوگ (اپنے خیال میں خود کو محقق دوراں سمجھنے والے) حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کو انگریزوں کا ایجنٹ کہنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور پھر جتنے منہ اتنی باتیں......حالانکہ یہ دونوں بزرگ جلیل القدر محقق سکالر تھے، اگرچہ بعض عقائد اور حدیث کے معاملے میں بعض جگہ سخت ٹھوکر کھا گئے۔ فن حدیث میں دسترس نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی کوتاہیاں کر گئے، لیکن ان کی علمیت اور وسعت نظری سے انکار تو ممکن نہیں اور پھر ظلم علی ظلم فوق ظلم یہ ہے کہ اس طرح کی فتویٰ بازی کرنے والے حضرات ذاتی طور پر اس قدر عالم فاضل ہوتے ہیں کہ وہ ایک سطر بھی انگلش اور عربی کی نہیں پڑھ سکتے۔

ہم ذاتی تجربے کی بنیاد پر ایک بات اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ جو مصنّف محقق، خطیب اور مدرّس جس قدر کم علم اور عاقبت نا اندیش ہوگا، وہ اسی قدر زیادہ بدلحاظ ہوگا وگرنہ قسم بخدا......! ہم نے اپنے خدا خوف رکھنے والے مشائخ کو دوسروں کے بارے میں رائے دیتے ہوئے بہت ہی محتاط اور باادب پایا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک دفعہ ہم ادارہ علوم اثریہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ

اچانک مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ [1] کا ذکرِ خیر شروع ہو گیا تو ہمارے نہایت ہی قابل محترم عالم باعمل شیخ مولانا اثری حفظہ اللہ فرمانے لگے: یہ لوگ بلا شبہ نیکوکار تھے اگرچہ بعض جگہ ان کو ٹھوکر لگی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی غلطیاں معاف فرمائے۔

یاد رکھیں......! آج اگرچہ آپ کی نوک قلم اور زبان کو پکڑنے والا کوئی نہیں، آپ بہت بے باک ہیں لیکن حساب کا وقت بہت قریب ہے جب آپ کے منہ کا بولا ہوا ایک ایک بول آپ کے لیے موجب لعنت اور موجب جہنّم ہوگا۔

نہایت تکلیف دہ بات ہے کہ ہمارے بعض خطبا اور محققین کی زبانیں تیشوں کا کام کرتی ہیں، بدزبانی، فحش گوئی اور بیہودگی کو اپنی خطابت کی بے باکی اور معراج سمجھتے ہیں جبکہ یہ سراسر تباہی کا راستہ ہے۔ لوگوں کی خوشامد کرنے کے لیے وہ اپنی آخرت برباد کر بیٹھتے ہیں۔

علمی رد کرتے ہوئے ہمارے اسلاف کا رویّہ

ہمارے اسلاف میں سے جس عالم نے بھی کسی فریق مخالف کے جیّد عالم کا

---

[1] مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ ایک عابد، زاہد، علوم وفنون کے ماہر عظیم مفکر تھے، لیکن بد قسمتی سے سنّت اور حدیث کے معاملے میں محدثین کے منہج پر نہیں تھے اور ان کی کئی ایک تحقیقات کتاب وسنت کی نصوص سے عدم موافقت رکھتی ہیں۔ فراہی صاحب نے تفسیر کے حوالہ سے اگرچہ یہ بات لکھی ہے کہ ولعمری احب التفسیر عندی ما جاء من النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ۔ لیکن صحیح طور پر اس جملے کو قطعی طور پر نہیں نبھا سکے۔

اور اسی طرح کتاب کا نام اس بات کا متقاضی ہے کہ مولانا اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کے متعلق بھی ایک اصلاح کر دی جائے کہ آپ کی ابتدائی کتب حد درجہ مفید ہیں۔ ''حقیقتِ شرک وتوحید، دعوتِ دین اور اس کا طریقہ کار اور اسی طرح تزکیہ نفس'' لیکن اس کے بعد تدبر القرآن میں جہاں صفات کے حوالے سے تاویل ہے وہاں لغت کو صحیح احادیث پر ترجیح دی گئی ہے جو کہ کسی صورت بھی درست نہیں اور اسی طرح ابھی جو آپ کی نئی کتاب ''تدبر حدیث'' نظر سے گزری ہے تو وہ حقیقت میں تدبر حدیث کم اور انکارِ حدیث یا تاویل حدیث زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔

رد کیا ہے تو انھوں نے آداب کے دامن کو نہیں چھوڑا، بلکہ دوسرے فرقے کے عالم کی عزت اور اس کے وقار کا پورا خیال رکھا ہے...... اس کی فکر اور موقف کی خوب تردید کی ہے، اس کے علمی انحراف سے خوب آگاہ کیا ہے، لیکن فریق مخالف کی پگڑی اچھالی نہ ذاتیات پر حملہ کیا اور نہ ہی نام بگاڑے۔

مثال کے طور پر ماضی قریب کے ایک جلیل القدر یمنی محدث امام عبدالرحمن المعلمی رحمہ اللہ گزرے ہیں۔ انھوں نے مولانا حمید الدین فراہی کی فکر پر رد لکھتے ہوئے ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی، جس کا نام ''رسالۃ فی التعقیب علی تفسیر سورۃ الفیل'' ہے۔ اس کتاب میں امام معلمی رحمہ اللہ نے زبردست دلائل دے کر مولانا حمید الدین فراہی کا رد کیا ہے لیکن پوری کتاب میں کہیں بھی ان کا نام بگاڑا ہے نہ ان پر کوئی خطرناک فتویٰ جڑا ہے، بلکہ شروع میں مولانا فراہی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أَمَّا بَعْدُ ، فَإِنِّیْ قَدْ كُنْتُ وَقَفْتُ عَلٰی بَعْضِ مُؤَلِّفَاتِ الْعَلَّامَةِ الْمُحَقِّقِ الْمُعَلِّمِ عَبْدُ الْحَمِيْد الْفَرَاهِي تَغَمَّدَهُ اللهُ بِرَحْمَتِهِ كَالْإِمْعَانِ فِیْ أَقْسَامِ الْقُرْآنِ وَ الرَّأْیُ الصَّحِيْح فِيْمَنْ هُوَ الذَّبِيْح وتَفْسِيْرُ سُوْرَةِ الشَّمْس وَانْتَفَعْتُ بِهَا وَعَرَفْتُ عَبْقَرِيَّةَ مُؤَلِّفِهَا [1]

''حمد وثنا کے بعد......! مجھے علامہ محقق استاذ عبدالحمید فراہی کی بعض کتب کا پتہ چلا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔ میں نے ان سے فائدہ بھی اُٹھایا ہے اور ان کے مولف کی اعلیٰ قابلیت کو بھی پہچانا ہے۔''

---

[1] رسالۃ فی التعقیب: 3

امام معلمی رحمۃ اللہ علیہ کہ جن کا شمار ہمارے کبار علمائے کرام میں ہوتا ہے۔ان کا طرزِ عمل آپ کے سامنے ہے اور یہی ایک خوفِ خدا رکھنے والے عالم کا طرزِ عمل ہے۔

اور اسی طرح کون نہیں جانتا کہ مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کئی دینی معاملات سمجھنے میں شدید ٹھوکر کھا گئے ہیں۔حتی کہ صفاتِ باری تعالیٰ میں بھی بعض اوقات عجیب وغریب تاویل کر جاتے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق بھی وہ کچھ لکھ گئے ہیں جس کی ان جیسے فاضل شخص سے کسی صورت بھی توقع نہیں تھی۔ان کی خلافت وملوکیت اور تفہیم القرآن میں سے کئی ایک مقامات جس کی واضح دلیل ہیں ،بلاشبہ آپ علم حدیث کی روایت ودرایت میں محدثین کے منہج سے منحرف ہوئے ہیں اور کئی ایک ایسی باتیں لکھ گئے ہیں کہ جنھیں کسی صورت بھی قبول نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن اس سب کچھ کے باوجود امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کن الفاظ سے کیا ہے،آپ خود ہی ان پر غور فرمالیں۔امام البانی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فتنہ قادیانیت کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ فرقہ ہر لحاظ سے گمراہ ترین فرقہ ہے اور ان کے رد پر ہمارے علما کی بہت زیادہ خدمات ہیں۔

وَمِنْ أَحْسَنِهَا رِسَالَةُ الْأُسْتَاذِ الْفَاضِلِ الْمُجَاهِدِ أَبِي الْأَعْلَى الْمَوْدُوْدِيِّ رحمه الله فِي الرَّدِّ عَلَيْهَا وَكِتَابُهُ الْآخَرُ الَّذِيْ صَدَرَ أَخِيْرًا بِعُنْوَانِ ((الْبيانات)) فَقَدْ بَيَّنَ فِيْهِمَا حَقِيْقَةَ الْقَادِيَانِيِّيْنَ وَأَنَّهُمْ مَرَقُوْا مِنْ دِيْنِ الْمُسْلِمِيْنَ بِأَدِلَّةٍ لَا تَقْبَلُ الشَّكَّ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهِمَا مَنْ شَاءَ [1]

---

[1] سلسلہ احادیث ضعیفہ، مجلد اوّل،ص:176

"قادیانیت کے رد پر سب سے بہترین رسالہ فاضل استاذ، مجاہد ابوالاعلیٰ مودودی رحمۃ اللہ کا ہے اور ان کی ایک دوسری کتاب جو بیانات کے عنوان سے بعد میں شائع ہوئی ہے اس میں بھی انھوں نے قادیانیوں کی حقیقت کو واضح کیا ہے کہ وہ بلاشبہ کئی ایک دلائل کی رو سے اہل اسلام کے زمرے سے نکل چکے ہیں اور اس پر ایسے دلائل ہیں کہ جن پہ کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا۔ جو چاہے وہ مودودی رحمۃ اللہ کے ان دو رسالوں کی طرف رجوع کرلے۔"

اس میں امام البانی رحمۃ اللہ علیہ نے مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو لب ولہجہ اختیار کیا ہے وہ آپ نے پڑھ لیا ہے۔ اور بلاشبہ مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر افکار اور دیگر تصانیف امام البانی رحمۃ اللہ علیہ کے علم میں تھیں۔ عرب علما عجم کے کبار علما کے متعلق رائے قائم کرنے میں بہت زیادہ سختی سے کام لیتے ہیں۔ ایسا ہرگز ممکن نہیں کہ امام صاحب کسی ناواقف عالم کے متعلق ایسے الفاظ تحریر فرمادیں۔

بلکہ عجیب حیرت کی بات ہے کہ ہمارے اسلاف میں سے ایک بہت بڑا نام محدث العصر سیّد محبّ اللہ شاہ راشدی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ تمام اہل علم اور کبار شیوخ الحدیث ان کے علم وفضل اور زہد کے معتقد نظر آتے ہیں۔ انھوں نے کئی ایک مقامات پر مودودی رحمۃ اللہ علیہ کا رد کیا ہے لیکن ایک جگہ کیا تحریر فرماتے ہیں، آپ خود ہی ملاحظہ فرمالیں:

"مولانا مودودی رحمۃ اللہ علیہ اس بزرگ نے بھی اس سلسلہ میں کافی کام کیا ہے۔ ان کی تصانیف (جو کہ پورے ملک میں مشہور ومعروف ہیں) ان کی اس محنت کا واضح ثبوت ہے۔ اگر کوئی بے انصافی کرے یا تعصب سے کام لیتے ہوئے محض اس وجہ سے ان کی کتب سے استفادہ نہ کرے کہ مولانا اپنے آپ کو اہل حدیث نہیں کہلواتے تھے یا اس مسلک سے ان کا تعلق نہیں ہے، اس وجہ سے ان کی

کتب کو زیرِ مطالعہ نہیں رکھتا تو انتہائی درجے کی تنگ دلی اور تنگ ظرفی ہو گی۔
عربی کا مقولہ ہے:
اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ اور خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرْ
لہٰذا ان کی تصنیفات سے استفادہ کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کی مسلکی اختلاف کی وجہ سے ان کی صحیح بات لینے میں عار محسوس کیا جائے۔ منصف مزاج، دماغی توازن پورا رکھنے والے لوگ کبھی اس طرح نہیں ہوتے۔ درحقیقت اگر انصاف سے کام لیا جائے تو مولانا مودودی رحمہ اللہ کی کتب میں (کتنی ہی باتوں کے غلط ہونے کے باوجود) کافی مفید معلومات موجود ہیں اور جدید حملوں کی مدافعت، جدید رنگ میں ان کی تالیفات کی نمایاں خصوصیت ہے۔ ایک غیر جانبدار اور غیر متعصب ان سے بڑے فائدے حاصل کر سکتا ہے ان کی تفسیر اور کچھ رسائل اردو اور انگریزی میں نہایت ہی مفید ہیں۔'' [1]

اور اسی طرح عظیم محدث اور شارح حدیث علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی کئی ایک مقامات پر مودودی رحمہ اللہ کا علمی تعاقب کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی رائے کیا تھی، وہ بھی آپ کے پیشِ خدمت ہے۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''جو شخص جماعت اہل حدیث اور عقیدہ سے پوری اور صحیح واقفیت رکھتا ہو، اس کے لیے مودودی تحریک کا پورا لٹریچر پڑھنے کے بعد اس امر کا فیصلہ کرنا بالکل آسان ہے کہ مودودی تحریک کے نصب العین اور مذہب اہل حدیث کے درمیان کیا فرق ہے......؟ ہمارے نزدیک مولانا موصوف سُنّی المذہب، صحیح العقیدہ، موحد مسلمان ہیں۔ دین میں اجتہادی بصیرت رکھنے والے متکلم، مفسّر اور اچھے عالم دین ہیں۔ اسلامی مسائل کو بہترین صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی اہلیت وصلاحیت رکھتے ہیں۔ ان کی جماعت درحقیقت کوئی نئی

[1] مقالاتِ راشدیہ: 1/480

جماعت نہیں ہے جیسے جماعت اہل حدیث کوئی نئی جماعت اور فرقہ نہیں ہے۔
ان کی تحریک اقامت دین اور اس کے نصب العین اور اغراض و مقاصد سے ہم کو اختلاف نہیں ہے، البتہ ان کے بعض علمی و غیر علمی مسائل سے جو ان کی اپنی ذاتی تحقیق کا نتیجہ ہے اور جن کو وہ ارکانِ جماعت پر ٹھونسنا نہیں چاہتے، ہم کو اتفاق نہیں ہے۔" [1]

اور ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ اگر آپ فریقِ مخالف کو اپنے قریب کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لیے آداب اور اخلاق کے دائرہ میں رہ کر رد کریں اور غلط موقف کا ابطال بہترین دلائل سے کریں۔

اس کے علاوہ فتویٰ بازی، جارحانہ انداز اور ذاتیات پر حملے بالکل فائدہ مند نہیں ہیں۔ اس سے نفرت اور سرکشی اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ کون نہیں جانتا کہ ماضی قریب میں ایک حد درجہ متعصب مقلد مصنّف گزرے ہیں، جن کا نام زاہد کوثری ہے۔ ان کے قلم کے شر سے بڑے بڑے ائمہ بھی محفوظ نہیں رہے، لیکن اس کے باوجود ایک جگہ شیخ الحدیث اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا علمی رد کیا ہے، لیکن ان کے نام کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کو علامہ، مرحوم اور رجال اور متون کا ماہر تحریر کیا ہے۔

آپ ازراہِ کرم امامِ اہل حدیث حضرت سلفی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کا خود مطالعہ فرمالیں۔

"علامہ محمد زاہد کوثری مرحوم"

علامہ مذکور قریبی زمانہ کے عالم ہیں۔ ان کی نظر رجال اور متون پر خاصی

[1] فتاویٰ شیخ الحدیث مبارک پوری: 1/86

ہے ،لیکن ان کی ساری فنی مہارت شوافع اور اہل حدیث کے خلاف صرف ہوئی۔ مرحوم کوثری بلا کے متعصب ہیں۔ ❶

اور اسی طرح مولانا قاسم نانوتوی صاحب کو کون نہیں جانتا.....؟ کہ ان کی بہت سی باتیں قرآن وحدیث کے موافق نہیں۔

مولانا سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جگہ جگہ ان کا تعاقب کیا ہے،لیکن ان کی ذات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ درج ذیل ہے:

> حضرت مولانا کی جلالتِ قدر، وسعتِ نظر، وسعتِ معلومات، تقوی، للّٰہیت معلوم اور مسلّم ہے،قلم لرزتا ہے کہ مجھ جیسا کم سواد علم وحکمت کے سمندر کے خلاف تنقید کا انداز اختیار کرے۔لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ بحمد اللہ ذہن میں تقلید وجمود کے جراثیم نہیں ہیں۔'' ❷

اور اسی طرح ایک دوسری جگہ پر ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبّت کا جہاں تک سوال ہے تو سچ یہ ہے کہ ہم انھیں اپنے وقت کا بہترین عالم، ذہین وفہیم، مفکر اور صاحبِ زہد وورع، دانشور سمجھتے ہیں۔'' ❸

بہر صورت ہم اسلاف کے اس مثالی طرزِ عمل کے ذریعے خطبا اور بعض تیز مزاج اہل علم کی خدمت میں یہی گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ اپنے فریق مخالف کا رد کرتے ہوئے اس کی ذاتیات پر اتریں نہ اس کو بُرے القاب سے بلائیں اور نہ فتویٰ لگانے میں جلد بازی سے کام لیں۔اس طرح کی مذموم کوشش سے آپ کی

---

❶ مقالات وفتاویٰ:223،طبع مکتبہ فضیل بن عیاض کراچی

❷ مجموعہ رسائل:194

❸ مجموعہ رسائل:216

ساری محنت رائیگاں جائے گی اور فریق مخالف کے معتقدین حق کے قریب آنے کی بجائے مزید بدک جائیں گے......اور سارا گناہ آپ کے کندھوں پر

ہمارے ایک قابل قدر شیخ الحدیث حفظہ اللہ فرمایا کرتے ہیں کہ کئی اہل علم کے ہمیشہ کے لیے بھٹک جانے کی بنیادی وجہ یہی رہی ہے کہ ان کا رد خیر خواہی سے نہیں کیا گیا، بلکہ دشمنی سے کیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ کے لیے دشمن بن گئے۔

اسی طرح ایک جگہ محدث العصر امام محب اللہ راشدی رحمہ اللہ اپنے دردِ دل کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

''بس جماعت اہل حدیث (خصوصی طرح) کو بھی اس پر قیاس کریں۔ آج کل للّٰہیت نہیں رہی، اقتدار کی بھوک بڑھ گئی ہے، ہر کوئی چاہتا ہے کہ میں بڑا ہوں یا کم از کم مجھے کسی پوزیشن پر ہونا چاہیے۔ امیر یا صدر بنوں۔ وزیر اعلیٰ یا ناظم کی کرسی میرے پاس ہونی چاہیے۔ اس سے کم پر قناعت گویا کہ ہم سیکھے ہی نہیں ہیں، حالانکہ اسلام کی تعلیمات کے بموجب عہدہ کے خواہش مند یا طالب کو کوئی عہدہ نہیں دیا جائے۔ جس کا بیان احادیثوں میں موجود ہے۔ جس سے آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ آخر اقتدار کے حصول کے لیے رسہ کشی شروع ہوگئی ہے یا نہیں؟ اور اس کا نتیجہ کیا نکلا......؟ اس سے آپ بخوبی آگاہ ہیں۔ خود پسندی اتنی بڑھ گئی ہے کہ بعض علمائے اہل حدیث کی کسی تحریر یا مضمون پر اگر نیک نیتی سے تنقید یا تبصرہ کیا جائے تو اس پر وہ حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کے بجائے وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ فلاں کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اس پر تبصرہ یا تنقید کرے۔ قوم عاد کی طرح اپنے بارے میں اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ بس ہمارا لکھا حرفِ آخر ہے یا مثل وحی ہے جو ہرگز غلط نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا جس نے بھی خوش قسمتی یا بدقسمتی سے ان پر قلم اٹھایا ہے وہ ہی قابل گردن زنی ہے۔ بس پھر تو

بیچارے کے اوپر بے جا اور غلط الزامات کی بھر مار شروع ہو جاتی ہے حتی کہ وہ اپنی تحریر سے خاموشی اختیار کر لیتا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس کو معلوم ہوتا ہے کہ میں حق پر ہوں۔ بس یہی باتیں ہیں جس کے نتیجے میں یہ فتویٰ بازی اور ایک دوسرے کی گلا، غیبت، اتہام، دشنام طرازی اور بیہودہ بکواس ملک بھر چلتی رہتی ہے اور انتشار کا ایک ایسا طوفان برپا ہو جاتا ہے جس میں ہر کوئی تنکے کی طرح بہہ جاتا ہے اور پھر اس ہمہ گیر آگ میں سوکھوں کے ساتھ ہرے بھی جل جاتے ہیں۔ کیا اس بارے میں اور بھی تفصیل کی ضرورت ہے......؟ عقلمند کے لیے اشارہ ہی کافی ہے۔'' [1]

ہمارے مشفق شیخ علم و زہد کے عظیم پیکر مولانا ارشاد الحق اثری ﷾ کے متعلق کون نہیں جانتا، کہ ان کی ساری زندگی باطل کے رد میں گزری ہے۔ اور بالخصوص انھوں نے بڑی جانفشانی سے مصنف کتبِ کثیرہ سرفراز صفدر صاحب کا علمی تعاقب کیا ہے اور دلائل کے انبار لگا دیئے ہیں۔ لیکن جب سرفراز صفدر صاحب فوت ہوئے تو شیخ صاحب ﷾ نے ان کے بیٹے زاہد الراشدی صاحب کو ایک خط لکھا۔ اس خط کی تحریر آپ کے پیش خدمت ہے۔ شیخ محترم فرماتے ہیں:

مکرمی و محترمی مولانا زاہد الراشدی صاحب زادکم اللہ عزا و شرفا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اعصابی تناؤ، درد اور اسہال کے عارضہ میں گھر میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے بیٹے حافظ عبدالرحمن سلمہ نے فون پر اطلاع دی کہ حضرت مولانا شیخ الحدیث صاحب کا انتقال ہو گیا ہے اور عصر کے بعد نمازِ جنازہ ہے۔ اس خبر نے طبیعت کو مزید بوجھل بنا دیا اور مسلسل انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا رہا۔ حضرت کے انتقال

---

[1] مقالاتِ راشدیہ: 1/483

کا صدمہ آپ کا اہل خانہ کا اور احباب ومتوسلین نصرۃ العلوم کا ہی نہیں، بلکہ تمام اہل توحید کا صدمہ ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حضرت مرحوم کی دینی وعلمی خدمات کو قبول فرمائے اور بشری کمزوریوں کو اپنے عفوودرگزر کی بنا پر معاف فرمائے۔ آپ اور آپ کے علاوہ ہزاروں ان کے تلامذہ یقیناً ان کے لیے صدقہ جاریہ ہیں اور اجروثواب میں اور رفع درجات میں اضافے کا باعث ہیں۔ دل چاہتا تھا کہ حضرت مرحوم کے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کروں، مگر صحت کی خرابی کے سبب اس سے محروم رہا۔ بس یہی دعا ہے کہ اللهم اغفرله وارحمه وارفع درجته في المهديين والحقه بالنبيين والصديقين والشهداء والصالحين۔ آمین یارب العالمین۔

محترم عمار صاحب کو بھی سلام عرض ہے۔

ارشاد الحق اثری (ادارۂ علوم اثریہ، فیصل آباد)

مندرجہ بالا تمام گفتگو کا دو جملوں میں خلاصہ یہی ہے کہ فریق مخالف کا پوری جرأت اور بصیرت سے رد کریں..... پُرامن طور پر اللہ کے دین کا پیغام ہر دور کے انسانوں تک پہنچاتے رہے۔ لیکن بے ادبی پر نہ اُتریں، اپنی زبان اور قلم کو بازاری نہ بنائیں..... آپ کے اس طرزِ عمل سے فوائد ہی فوائد حاصل ہوں گے اور اسی پر ہمارے اسلاف تھے۔

آل علی رضوان اللہ علیہم اجمعین سب ہمارے ہیں

چونکہ ہماری کتاب کا موضوع اصلاح ہے تو ہم بطورِ اصلاح اس کتاب کی وساطت سے ہم اپنے ذی وقار خطبائے کرام اور علمائے کرام کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ وہ اپنے خطبات اور بیانات میں سیرتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، عظمتِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ساتھ زیادہ سے زیادہ آل رسول، آل علی اور آل

عباس اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تذکرہ بھی فرمایا کریں۔ کیونکہ آل رسول کے سچے حب دار اور ان کے صحیح عقائد کے علمبردار بھی ہم ہی ہیں اور یہ سارے پیارے ہمارے ہیں، ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ان پاکباز ہستیوں کا زیادہ سے زیادہ ذکر خیر کرتے ہوئے اس غلط فہمی کو معاشرے سے دور کر دیں کہ اہل حدیث آل رسول اور اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر نہیں کرتے۔

ہم بڑے ادب سے ذی وقار خطبائے کرام کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ وہ ناصبیت کی روک تھام کے لیے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حبیب الرحمن کاندھلوی، فیض عالم صدیقی صاحب اور محمود عباسی صاحب نے حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسن، حضرت حسین اور دیگر اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین سمیت محدثین کرام کے خلاف جو لب ولہجہ اور زبان استعمال کی ہے اس کا جماعت اہل حدیث کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے نزدیک دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح آل علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور محدثین کا گستاخ بہت ہی کم نصیب ان کی تنقیص کرنے والا لعنتی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''شان حسن وحسین رضی اللہ عنہما'' کے مقدمے کا ضرور مطالعہ کریں۔

یہاں آپ کے سامنے ایک سچا واقعہ بیان کرتا ہوں اور آپ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ علم وفضل کے بعض دعویدار آل علی کی محبت میں کس قدر کوتاہی کا شکار ہیں۔

ایک دفعہ ہمارے ایک شیخ مکرم نے حضرت زین العابدین علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے شان اور مقام کو بیان کیا تو ایک نوخیز محقق صاحب اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمانے لگے .... یہ جو کچھ بیان ہوا ہے یہ تو ہمارا موضوع ہی نہیں، یہ تو رافضیت کا موضوع ہے۔ لگتا ہے یہ شیخ صاحب نے رافضیت کو خوش کرنے کے لیے

سب کچھ کیا ہے...... انا اللہ وانا الیہ راجعون

اسی طرح ہمیں ایک عالم صاحب نے بتایا کہ میں ایک جگہ مفتی صاحب کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو میں نے کہا کہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جب میری زبان سے لفظِ ''زہرا'' نکلا تو مفتی صاحب فرمانے لگے:

کیا تم شیعہ ہو......؟ میں نے کہا: نہیں......!

فرمانے لگے: سیّدہ فاطمہ کو زہرا تو شیعہ کہتے ہیں ہم کیوں کہتے ہو......؟

اس عالم صاحب کا بیان ہے کہ میں نے کہا: مفتی صاحب! یہ تو میں نے اہل سنّت اور اہل حدیث کی درجنوں کتابوں میں پڑھا ہے کہ انھوں نے سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر مبارک کرتے ہوئے لفظ ''زہرا'' لکھا ہے، بلکہ اہل لغت نے ''زہرا'' کی وضاحت میں لکھا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ مفتی صاحب اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لختِ جگر کو عقیدت اور محبّت میں زہرا کہہ لیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے......؟ اس سے عقیدے اور عبادات پر کیا حرف آتا ہے......؟

مفتی صاحب آگے سے خاموش ہوئے اور پھر کہنے لگے: کیا ہم باقی بیٹیوں کو ''زہرا'' کہتے ہیں......؟ تو میں نے جواب دیتے ہوئے کہا: آپ کہا کریں نا...... کیوں کہ فریق مخالف تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دوسری بیٹیوں کو تسلیم نہیں کرتا، تو وہ کیوں کہے...... آپ اس طرح کی سختی اور خشکی سے سادہ لوگوں کو خوامخواہ مسلکِ حقہ سے دور کر رہے ہیں۔ آپ کی بظاہر یہ معمولی بات ہمیں اہل بیت کا منکر بنانے کے لیے کافی ہے۔

بہر صورت ہم بھی یہی کہنا چاہتے ہیں کہ یہ موضوعات لڑنے جھگڑنے والے

نہیں ،اس طرح کے القابات جو کتب کے ساتھ ساتھ عوام الناس میں بھی معروف ہو چکے ہیں، ان پر زور آزمائی نہ کریں۔

ہمارے اسلاف اس طرح کی خشکی اور آل علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق اس قسم کی بے رُخی کے ہرگز قائل نہیں تھے۔آل علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سب موتی

حضرت جعفر صادق اور موسیٰ کاظم سمیت سب کے سب ہماری آنکھوں کے تارے ہیں اور ہمارے لیے بہت ہی پیارے ہیں

الحمدللہ...... ! ہم ان کی تعلیمات پر چلنے والے ہیں اور ہماری ان سے محبّت شرک و بدعت اور بے صبری کی سب آمیزشوں سے پاک ہے۔ ہمارے سب محدثین اور مورخین نے ان کی مثالی سیرت اور ناقابل فراموش خدمات کا کھل کر ذکر کیا ہے۔اللہ تعالیٰ آل رسول......اہل بیت اور سب اصحابِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبروں کو نور سے بھر دے۔آمین ثم آمین!

حق کے پرچار کیلئے مسنون اذکار

توحید و سنّت کی دعوت کا ایک نہایت حکیمانہ انداز یہ ہے کہ آپ کسی مسنون ذکر یا انبیاء و رسل علیہم السلام میں سے کسی کی دعا کو اپنے بیان کا موضوع بنائیں اور پھر ساری گفتگو اسی کے اردگرد، اس کی تشریح و تفسیر اور اس کے فضائل بیان کرتے ہوئے مکمل کریں۔ان شاءاللہ الرحمن اس سے بہت زیادہ بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔

کیونکہ دعاؤں میں انبیاء و رسل علیہم السلام کی عاجزی ہے اور جب آپ ان جیسی عظیم المرتبت شخصیات کی عاجزی بیان کریں گے تو شرک کے کئی ایک چور دروازے از خود بند ہو جائیں گے، سننے والا یہ فیصلہ کرنے میں کوئی ابہام محسوس نہیں کرے گا

جب انبیاء ورسل علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے سامنے اس قدر بے بس ہیں تو عام اولیائے کرام کو عرش وفرش کے اختیارات کیسے مل سکتے ہیں.....؟؟

اور پھر اسی طرح سامعین کو یاد کرنے اور پڑھنے کے لیے ایک دعا مل جاتی ہے۔ جو خطیب سامعین کا رخ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف موڑنے میں کامیاب ہوگیا سمجھ لیں وہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہوگیا اور الحمد للہ......! ہمیں اس بات پر شکر ہے کہ ہماری ساری خطابت کا مرکزی نکتہ اللہ تعالیٰ کا ''ذکر'' ہے۔

لیکن بہت معذرت سے چونکہ جماعتی طور پر ذکر وفکر کی کوئی مجلس قائم نہیں کی جاتی، اس وجہ سے ہماری نوجوان نسل روحانیت سے محروم ہو رہی ہے اور اگر کوئی اللہ والا اٹھ کر اس طرح کی بات بھی کر دے تو اس کو صوفی مزاج کہہ کر خاموش کروا دیا جاتا ہے۔ ہماری تو اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ وہ ہماری جماعت میں پھر سے حضرت ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ جیسا انمول ہیرا پیدا کر دے۔ [1] آمین ثم آمین!

فروعی مسائل کو اچھالنے کی کوشش نہ کریں

کئی جدید اسکالر حضرات خود تو اجماعی مسائل اور عقائد پر بحث کرتے ہوئے ہار نہیں مانتے اور جب فروعی اور اختلافی مسائل کی بات ہوتی ہے تو فوراً انھی کی طرف سے آواز آتی ہے کہ......چھوڑو جی یہاں بحث کا کیا فائدہ......؟

کیسی عجیب منطق ہے......؟ خود اجماعی مسائل کو موضوع بحث بناتے ہیں اور جو مسائل ہیں ہی بحث والے ان پر بات سننا بھی گوارہ نہیں کرتے۔

---

[1] ہمارے خطبات میں اذکار کی فضیلت اور معرفت کے حوالے سے کم از کم دس مضامین آپ کو با آسانی مل سکتے ہیں جن کو آپ اپنے کسی بھی خطبے میں بیان کر سکتے ہیں۔

جبکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اختلافی اور فروعی مسائل پر مناقشہ کرنا اور ان میں سے راجح موقف پر دلائل پیش کرنا بلاشبہ مستحسن عمل ہے۔ اہل علم میں آج تک یہ مباحثے جاری ہیں اور جاری رہیں گے۔ البتہ دین میں جس مسئلے کی جو اہمیت ہو، اسے وہی حیثیت دینی چاہیے۔ بعض فروعی اور اختلافی مسائل کو اچھال کر اور پھر انہی کی بنیاد پر جنّت، جہنّم میں پہنچا دینا حد درجہ احمقانہ طرز عمل ہے۔ میں ایک حضرت صاحب کا بیان سن رہا تھا۔ وہ آمین بالجہر کا ذکر کر رہے تھے اور جو اونچی آمین نہیں کہتے تھے، ان کے خلاف جہنّم والی آیت پڑھتے تھے۔ پھر وہ رفع الیدین کی بات کرتے اور تارکین رفع الیدین کے خلاف جہنّم والی آیات پڑھنی شروع کر دیتے۔ اسی طرح سلسلہ جاری رہا۔ وہ بعض فروعی اختلافات کا ذکر کرتے رہے اور لوگوں کو جہنّم کے کنارے پہنچاتے رہے اور سامعین اور قوم آگے سے واہ...... واہ...... کر رہی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خدارا...... اللہ سے ڈر جاؤ......!

اور اسی طرح عاقبت اندیش علما اختلافی مسائل پر فتویٰ بازی میں جلد بازی سے کام نہیں لیتے، بلکہ اہل علم کی شان ہے کہ وہ اپنی تحقیق پیش کرنے کے بعد فریق مخالف کے معاملے کو اللہ کی سپرد کر دیتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بلکہ امام اہل حدیث حضرت اسماعیل سلفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک جگہ اختلافات کی نوعیت کو واضح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ اختلاف دو طرح کا ہوتا ہے ایک اختلاف جو اساسی اور بنیادی ہوتا ہے جیسے توحید و رسالت، معاد اور سنّت کا انکار یہ بے شک کفر ہے۔ دوسرا فرعی ہے جیسا کہ ائمہ سنّت میں پایا جاتا ہے یہ کفر پر منتج نہیں ہوتا۔ اسلام کے بنیادی ارکان اور اصول کو مانتے ہوئے اگر کسی فرعی

مسئلہ کو کسی مسئلہ پر ترجیح دے دی جائے تو اسے اختلافِ افضلیت سے زیادہ اہمیت نہیں دینا چاہیے۔ بنیادی اختلاف میں مجادلہ جائز ہے بشرطیکہ اندھا دھند نہ ہو۔ فرمایا:

وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ

''ان کے ساتھ بہت اچھے طریقہ سے جدال کرو''

سینہ زوری اور تعصب بازی تو کافروں سے بھی جائز نہیں کہ ہمارا مسئلہ مانو ورنہ تمھاری خیر نہیں...... گفتگو بہتر دلیل کے ساتھ ہونی چاہیے، یہی جدالِ احسن ہے۔ [1]

اور سلفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

''بحث تمحیص کرتے وقت جدال کے ان آداب کو ہرگز نہیں بھولنا چاہیے جن پر قرآن نے روشنی ڈالی ہے. علم, خلوص, نیک نیتی اور ذہن کی صفائی اس کی لازمی شرائط ہیں اگر ہم ان شرائط کو نباہ نہیں سکتے تو بحث فتنہ کا دروازہ ہے اور تخریب بلا تعمیر اس سے پھوٹ پڑتی ہے اور انتشار بڑھتا ہے. اس سے بہتر ہے لوگوں کو ان کی حالت پر رہنے دیا جائے۔'' [2]

اس سلسلے میں کئی ایک حوالہ جات ہمارے پاس اور بھی محفوظ ہیں، اختصار سے ہم محدث العصر شیخ ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی ایک عبارت نقل کرنا نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر جان کی امان پاؤں تو......

آپ نے فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر منفرد اور ضخیم کتاب مرتب فرمائی اور کمال کر دی ہے۔ آپ نے اس کے ابتدائی صفحات میں کیا لکھا ہے...... بذاتِ خود مطالعہ فرمائیں:

---

[1] خطباتِ سلفیہ: 96

[2] شیخ الحدیث محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ۔ خطبات سلفیہ

''محققین علمائے اہل حدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ دیانتدارانہ تحقیق کے بعد فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے اور وہ بے نماز ہے وغیرہ۔

اور اسی طرح امام محدث گوندلوی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہوئے محدث العصر شیخ اثری حفظہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''جو شخص اپنی بساط کے مطابق تحقیق کرنے کے بعد دیانتدارانہ اختلاف کرے، ایسے شخص کو فاسق یا گمراہ کہنا عناد کا بیج بونا ہے اور ضروری ہے کہ جو فریق ایک جانب کو حق سمجھتا ہے وہ دوسرے فریق کو معذور سمجھے اور جو اس کے نزدیک ہے اس کو منصفانہ رنگ میں با دلائل بیان کر کے حق چھپانے سے بچے۔''

نیز فرماتے ہیں:

''ہمارا تو یہ مسلک ہے کہ ''فاتحہ خلف الامام'' کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بنا پر اجتہادی ہے۔ پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری، اپنی تحقیق پر عمل کرے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔'' [1]

اب تینوں عظیم الشان بزرگوں کے متعلق آپ کیا کہیں گے......؟

کیا ان میں حق کی حمیت اور غیرت نہیں تھی......؟

کیا آپ ان سے بڑھ کر اپنے مسلک کے وکیل ہیں......؟

ان جیسی خدمات کسی چوتھے کی آپ کو نظر آتی ہے......؟

بلاشبہ یہ تینوں بزرگ حدیث کے وکیل اور اسلام کے سچے ترجمان ہیں۔

خدارا...... اپنے نفرت انگیز رویے پر نظر ثانی کریں۔ آپ کی تیزی اور فتویٰ

---

[1] توضیح الکلام: 73

بازی میں سختی سے مسلکِ حقہ کا نقصان زیادہ اور فائدہ بہت کم ہوا ہے۔ جس قدر ممکن ہو مناظرہ بازی اور بحث وجدل سے گریز کریں۔

حضرت ہیثم بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

اَلرَّجُلُ یَکُوْنُ عَالِمًا بِالسُّنَنِ یُجَادِلُ عَنْهَا ؟ قَالَ: لَا ! وَلٰکِنْ یُخْبِرُ بِهَا فَإِنْ قُبِلَ مِنْهُ وَإِلَّا سَکَتَ [1]

''سنن کے عالم کو ان کے لیے بحث ومناظرہ کرنا چاہیے؟ امام صاحب نے فرمایا: نہیں! وہ سنن کے متعلق خبر دے اگر اس کی بات قبول ہو جائے تو بہتر ورنہ خاموش ہو جائے۔''

کاش کہ بعض محققین اور خطبا کے انداز میں ٹھہراؤ اور مناسب اعتدال ہوتا تو آج ملک کی فضا کچھ اور ہوتی اور ہر سُو سنّت کی خوشبو ہوتی۔

ہم نے اور ہمارے اسلاف نے کبھی یہ بات نہیں کہی کہ اپنی فکری شناخت ہی ختم کر ڈالو۔ بلکہ ہمارے اسلاف اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ سنّت کی اہمیت اور غیرت بیان کرو اور خوب بیان کرو، یہی ہمارا طرہ امتیاز ہے لیکن سنّت کی اہمیت بیان کرنے کے لیے بازاری اور جاہلانہ طور طریقے چھوڑ کر عالمانہ، حکیمانہ اور ناصحانہ روش اختیار کرو، اس سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو حق قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوگی۔ ان شاء اللہ تبارک وتعالی!

لیکن کیا کریں......!

ہمارے بعض خطبا خطابت کی دنیا میں جنم بعد میں لیتے ہیں اور بڑھکیں پہلے

[1] جامع العلوم والحکم: 1/262

شروع کر دیتے ہیں۔ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون

جاہل عوام آگے سے قہقہے لگا کر ایسے محظوظ ہوتی ہے جیسے مسجد میں نہیں کسی تھیٹر میں بیٹھے ہوئے ہوں اور اگر کوئی شریف عالم دین اس بات کا محاسبہ کرے تو بس پھر اس کی خیر نہیں......!!! لیکن اللہ کی مدد ساتھ رہے جس کی توفیق سے ہم حق بات لکھنے اور کہنے کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں۔ جن لوگوں کو مسجد اور اپنے منصب کے تقدس کا خیال نہیں، اگر ہم ان کی اصلاح کرنے کی سعادت حاصل کر لیں گے تو ان شاء اللہ انصاف کی دنیا میں اسے حق ہی جانا جائے گا۔ باذن اللہ تبارک وتعالیٰ

اہل حق اہل اخلاق ہوتے ہیں

اس وقت قادیانیت سمیت کئی اہل باطل صرف اور صرف اس لیے پھل پھول رہے ہیں کہ ان کی زبان نرم اور رویے بہت اچھے ہیں۔ سادہ انسان فوری طور پر ان کے فریب میں آ جاتا ہے۔ اس کے مقابلے میں عمومی طور پر دیکھا گیا ہے کہ بعض اہل حق کے مزاج میں قدرے درشتی اور بے رُخی ہوتی ہے۔ وہ آنے والے ناواقف شخص کے سلام کا سیدھے منہ جواب دے کر اس کو اپنے پاس بٹھانے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ اس کی بات سننا اور وقت دینا تو بہت دور کی بات ہے ..... یہی وہ کوتاہیاں ہیں جس کی وجہ سے اہل حق کی دعوت کو بہت زیادہ نقصان پہنچ رہا ہے۔

ہمارے نہایت ہی قابل قدر شیخ الحدیث ایک جملہ ارشاد فرمایا کرتے ہیں کہ اگر باعمل عالم دین میں......

خشکی......

درشتی......

ترشی......

اور سختی نہ ہو تو دین کا بہت فائدہ ہوتا ہے۔"

اور واقعۃً یہ بات سو فیصد سچ ہے اور عملی طور پر آزمائی گئی ہے۔ اور عموماً اخلاق اس وقت بگڑتے ہیں جب انسان حاسد قسم کے لوگوں کا سامنا کرتا ہے جو اس کے لیے بقول ڈاکٹر سلیمان عودہ کے سونے کی کنجی اپنے پاس رکھے وہ فرمایا کرتے ہیں:

التَّسَامُحُ مِفْتَاحٌ ذَهَبِيٌّ لِلْقَبْضَانِ الْقُلُوْب الْغَلِيْظَةِ [1]

"چشم پوشی اور درگزر کرنا سخت دلوں کو رام کرنے کے لیے سونے کی کنجی ہے۔"

[1] من اقوال الدکتور سلیمان العودۃ

اصلاح کی چھٹی راہ

(احساسِ اصلاح)

اپنی کمیوں کی اصلاح کیے بغیر کوئی شخص اس دنیا میں ترقی نہیں کرسکتا۔

ایک عربی دانا کا قول ہے:

مَنْ هُوَ نَاصِحُكَ خَيْرٌ لَّكَ مِمَّنْ هُوَ مَادِحُكَ

"جو تیری اصلاح کرنے والا ہے وہ تیری تعریف کرنے والے سے بہت بہتر ہے۔"

یاد رہے......!

اصلاح ہمیشہ خوش نصیب افراد ہی کرتے ہیں

سارے نہیں.....................

وطنِ عزیز اللہ کی بہت بڑی نعمت

وطن کی محبّت انسان کی فطرت میں شامل ہے۔ فطرتی طور پر انسان جس ماحول معاشرے اور ملک میں رہتا ہے اس کے ساتھ اس کا دلی لگاؤ اور محبّت ہوتی ہے بلکہ بخاری شریف میں رسول اللہ ﷺ کا ایک عمل بھی منقول ہے کہ جب آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر سے واپس آتے اور مدینے کے قریب پہنچتے تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی سواری کو تیز کر لیتے۔ اس حدیث کے تحت حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى مَشْرُوْعِيَةِ حُبِّ الْوَطَن اس میں وطن کی محبّت کے مشروع ہونے پر رہنمائی موجود ہے۔

وطنِ عزیز، ملک پاکستان ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت اور امانت ہے۔ اس نعمت کی قدر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی سپرد کی ہوئی اس امانت میں دیانتداری سے کام لینا ہم سب اہل وطن پر فرض ہے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ اس وقت دنیا بھر میں جتنے ممالک ہیں ان تمام کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اس وطنِ عزیز میں بہت زیادہ خیر و برکت رکھی ہے۔ سعودی عرب اگرچہ حرمین شریفین اور مقدس زیارات کی وجہ سے ہمارے دلوں میں بہت زیادہ شرف و منزلت رکھتا ہے لیکن موسم اور زمین کے زرخیز ہونے کے اعتبار سے کوئی ملک بھی وطنِ عزیز کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

خدا کی قسم......! جس قدر بے خوفی اور آسانی سے آپ اس ملک میں اللہ تعالیٰ کا سچا اور کھرا دین بیان کر سکتے ہیں، دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں کر سکتے۔ اس وقت دعوتِ دین کے حوالے سے اگر کچھ پابندیاں بھی ہیں تو وہ بعض علما حضرات کی حد درجہ ناشائستہ اور نازیبا حرکتوں کی وجہ سے ہیں......

کاش......! آج کے خطیب کی زبان اور اس کا لب ولہجہ نرم ہو جائے اور وہ ادب وحیا کے تقاضوں کوملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے گفتگو کرے۔

بحیثیت پاکستانی ہم سب کو اپنے کردار اور اعمال کا خیال رکھنا چاہیے۔ بعض احباب کو بہت بری عادت ہوتی ہے کہ وہ ہمہ وقت وطنِ عزیز کا دوسرے ممالک کے ساتھ تقابل کرتے ہوئے اپنے وطن کے کیڑے نکالتے رہتے ہیں جبکہ ایسا طور طریقہ ناشکری اور چغل خوری کے زمرے میں آتا ہے۔ اصلاح اور خیر کی بات طعن و تشنیع میں کرنے کی بجائے دلائل کے ساتھ اصلاح کے جذبے کے ساتھ کرنی چاہیے اور اسی طرح ہم اپنے خطبائے کرام کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ وہ اپنی گفتگو اور تحریر میں قطعی طور پر ایسا لب ولہجہ اختیار نہ کریں جس سے وطنِ عزیز میں بدامنی کے خاردار پودوں کی کونپلیں پھوٹنی شروع ہو جائیں۔

حکمران ، سیاستدان اور فوجی افسران کو طعن و تشنیع اور گالم گلوچ کا نشانہ بنانے کی بجائے دلائل کے ساتھ ان کی اصلاح کرنی چاہیے، دلائل سے ان پر حق کو واضح کرنا چاہیے ، یہی ہم سب کی ذمہ داری ہے ۔اگر وہ عمل کرلیں تو ان کے لیے سعادت ، بصورتِ دیگر اللہ تعالیٰ سب سے بہتر حساب اور انتقام لینے والا ہے۔ آج کل بعض خطبا دورانِ بیان افسرانِ بالا اور سیاسی قائدین کے متعلق نہایت ہلکی زبان استعمال کرتے ہیں ، ان کا مذاق اڑانا ان کے ناموں کو بگاڑ کر لیتے ہوئے سامعین کو ہنسانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

حیا ان کو نہیں آتی .... مگر نہیں آتی

ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ ایسے مقررین اور خطیب منبر و محراب اور اسٹیج پر چڑھ کر اس قدر بے عقل کیوں ہو جاتے ہیں۔ اب یہ بیماری اس قدر متعدی ہو رہی ہے

کہ نوخیز خطیب ابھی میدانِ خطابت میں جنم بعد میں لیتے ہیں اور حکمرانوں کو پہلے للکارنا شروع ہو جاتے ہیں جو کہ پرلے درجے کی بے ادبی اور بدتمیزی ہے۔

یاد رہے......! بالخصوص جماعت اہل حدیث ملک میں ہنگامہ آرائی، فسادات اور توڑ پھوڑ کے حق میں بالکل بھی نہیں۔

ملکی حالات کو مدنظر رکھیں

اس وقت ہمارا ملک بری طرح بدامنی اور دہشت گردی کی زد میں ہے۔ دہشت گردی کے واقعات اور بم دھماکے تو آئے دن ہوتے ہی رہتے ہیں لیکن بالخصوص پچھلے سالوں پشاور سکول میں ہونے والے سانحہ نے ہر آنکھ کو نم اور ہر دل کو ہلا کر رکھ دیا۔ ان تکلیف دہ حالات کے پیش نظر ہم سب کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے مل کر دشمن طاقتوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم مذہبی فرقہ وارانہ جنگ جیتنے میں لگے رہیں اور دشمن ہم سے امن کو چھینتا ہوا وطن عزیز کی نعمت سے بھی محروم کر دے۔

اسی طرح خطبا کا فرض ہے کہ وہ قرآن وسنّت کی روشنی میں ملک میں ہونے والی بدعات وخرافات کی بھی نشاندہی کرتے رہیں، لیکن ہماری عرض یہ ہے کہ وہ اللہ کے لیے مثبت انداز اختیار کریں اور دلیل کی زبان میں بات کریں تو اسی صورت میں ملک وملّت اور عوام کا فائدہ ہے بصورت دیگر للکارنے، چنگھاڑنے اور پھڑیں مارنے سے نقصان ہی ہوتا ہے۔

قومی اور عالمی مسائل پر جچی تلی رائے

منبر ومحراب صرف نماز، روزے اور صدقہ وخیرات کی تلقین کے لیے نہیں

نہ ہوتے، بلکہ خطبائے کرام کو اس مقدس جگہ پر کھڑے ہو کر کامل دین بیان کرنا چاہیے اور ہمارے دین میں سیاست، حکومت اور خلافت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ہمیں قومی اور عالمی سطح پر پیش آمدہ سیاسی مسائل کو بھی اسلام کی روشنی میں صحیح رائے کے ساتھ اپنے سامعین کے سامنے بیان کرنا چاہیے۔ قومی و عالمی سطح پر ہونے والا غیر شرعی فیصلہ ہو یا کوئی ظالمانہ کارروائی ہو تو اس کی حقیقت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ لیکن افسوس...... ! اساتذہ، مشائخ اور علمائے کرام اس سیاسی فریضے سے انتہا درجے کی غفلت برت رہے ہیں جس کی وجہ سے دن بدن ہم پر غیر شرعی نظامِ کفر مسلّط ہو رہا ہے۔

کس قدر تکلیف کی بات ہے کہ ان دنوں شام میں سنی العقیدہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑ دیئے گئے لیکن ہمارے اکابر اور ہماری جماعت کی کوئی پالیسی سامنے نہیں آئی اور اسلام کے بڑے بڑے دعویدار بھی صرف بیان بازی تک محدود رہے...... موم بتی مافیا بھی نہ جانے کس غار میں جا چھپا...... اسلامی حقوق کے علمبردار بھی اللہ جانے کس نشے میں محو ہیں، پوری دنیا میں کوئی طاقت بھی عالمی برادری کو اس بات پر مجبور نہ کر سکی کہ شام کے جابروں کو ظلم وستم سے روکا جائے اور حلب کے مظلوم اہل اسلام کی مدد کو پہنچا جائے...... کون نہیں جانتا کہ مکہ مدینہ کے بعد سب سے زیادہ جس زمین کو عزت وعظمت حاصل ہوئی ہے وہ ارضِ شام ہی ہے اور اس وقت ارضِ شام یعنی حلب اور اسکے گرد ونواح میں جس قدر بے دردی کے ساتھ خواتین اور بچوں تک کو کچلا جا رہا ہے تاریخ میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ والی اللہ المشتکی۔

اللہ کی عزت کی قسم...... ! آج ہمیں ذلت آمیز حالات کا سامنا صرف اور صرف اسی لیے ہو رہا ہے کہ ہم ایک نہیں ہیں۔ ہمیں دشمن نے بڑی خطرناک خفیہ

پالیسی کے ذریعے آپس میں لڑا کر ایک دوسرے کا دشمن بنا دیا ہے۔

کیا مسلمان ممالک کم ہیں.....؟ کیا ہمارے حکمرانوں میں جرأت نہیں ہے.....؟ کیا ہمارے پاس جدید وسائل اور ٹیکنالوجی کی کمی ہے.....؟ بلاشبہ سب کچھ ہمارے پاس وافر ہے لیکن ہمیں آپس کے اختلافات نے بُری طرح شکست دے کر عالم کفر کے سامنے سرنگوں کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دلی دعا ہے کہ وہ ہمیں آپس کے تصادم سے محفوظ رکھے۔ ہماری قیادت، ہماری فوج اور ہماری عوام کو ایک اور نیک کر دے۔

جہاد کا صحیح تصور پیش کریں

قرآن وحدیث کی واضح نصوص کے مطابق جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور مجاہدین اسلام، اسلام کی سربلندی کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے رہیں گے، جہاد کی بات کرنا، مجاہد کے فضائل بیان کرنا، نہایت ضروری ہیں۔

قرآن وحدیث کی بیان کردہ شروط اور احکامات کے مطابق جہاد کرنا اعلیٰ درجے کی عبادت ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کوئی تنظیم جہاد کا نام لے کر اٹھے، انفرادی طور پر کارروائیاں کرے اور دہشت گردی پھیلاتے ہوئے اللہ کی زمین کو فساد کے ساتھ بھر دے۔ ایک معتدل رائے کے مطابق اس وقت عالمی سطح پر مسلمانوں کو جو دہشت گرد کہا جا رہا ہے اس میں ایک بہت بڑا قصور بعض نام نہاد جہادی تنظیموں کا بھی ہے کہ جنہوں نے ظالمانہ کارروائیاں کرتے ہوئے جہاد اور اسلام کا غلط تصور پیش کیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت خوارج کا فتنہ اپنے عروج پر ہے، اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو بے دریغ ذبح کیا جا رہا ہے۔ مسلمان اکابر علما کو مل بیٹھ کر جہاد کا صحیح اسلامی تصور پیش کرنا

چاہیے اور پھر انہی خطوط پر جہادی کارروائیاں جاری رکھنی چاہئیں...... چہ جائیکہ جس کے من میں جو آئے وہ کرتا پھرے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں جو قائدین اور مجاہدین قرآن وحدیث کے منہج کے مطابق اللہ کی راہوں میں نکلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتوں سے ان کی مدد فرمائے اور جو جہاد کے نام پر فساد کر رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین!

علمائے کرام ایک ہو جائیں

اسلام بھی یہی کہتا ہے اور ملکی حالات کا تقاضا بھی یہی ہے کہ ہم سب مسلمان ایک اور نیک ہو جائیں۔ متفق یا متحد ہونے کا آسان ذریعہ صرف اور صرف یہی ہے کہ ہم اپنے عقائد اور اپنی فقہ کو قرآنی آیات اور صحیح احادیث نبویہ پر پیش کریں جو مسئلہ موافق نظر آئے اس پر عمل کریں اور جو جس مسئلے کو قرآن اور صحیح احادیث کے خلاف پائے...... وہ اللہ کے لیے اس کو چھوڑ دے۔ اس وقت فقہی جمود اور تعصب کی حد تک تقلیدِ شخصی نے امتِ مسلمہ کو بری طرح ٹولیوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

خدارا...... ! تقلید کا ہار اتار کر تمام مسلمان اتباعِ سنت کا ہار پہن لیں اور اپنی نسبتیں تمام امتیوں کو چھوڑ کر امام الانبیاء ﷺ کی طرف کر لیں۔ وہی معصوم ہیں اور انھی کے جھنڈے تلے ہم اکٹھے ہونے والے ہیں۔

ائمہ اربعہ سمیت تمام فقہا وصلحا ساری زندگی دین کی خدمت کرتے ہوئے آخر میں یہی فرما کر گئے ہیں کہ ہماری جو بات صحیح حدیث کے موافق ہو، اسے لے لینا اور جو صحیح حدیث کے خلاف ہو، اس کو دیوار پر دے مارنا۔

ہم تو سمجھتے ہیں کہ ائمہ کے متعصّب مقلد قیامت کے روز شاید اپنے ائمہ کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں...... کیونکہ انہوں نے محبّت اور تقلید میں غلو کا حکم نہیں دیا

تھا، بلکہ وہ تو حدیث کی طرف جھکنے کا حکم دے کر بری الذمہ ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو انجام پر پہنچنے سے پہلے پہلے صحیح سمجھ عطا فرما دے۔ آمین!

یہاں ایک بات بہت ضروری ہے کہ بعض محققین حضرات اور خطبائے کرام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر ائمہ کرام کے متعلق بہت ہی گھٹیا اور رف زبان استعمال کرتے ہیں جو کہ سراسر تباہی کی راہ ہے۔ [1]

آپ کو کسی بھی امام کے جس موقف سے جو اختلاف ہو اس کا دلیل سے رد کریں اور آداب کے دائرے میں رہ کر رد کریں۔

جتنے بھی مسلمان ائمہ کرام ہیں وہ اللہ والے ہیں، انھوں نے ساری زندگی دین میں کھپائی ہے ان کو جو سمجھ آیا ہے انھوں نے لکھ دیا ہے، ان کے متعلق حسن ظن رکھیں اور جہاں جہاں آپ ان کی غلطی محسوس کرتے ہیں، دلیل سے ان کا رد کر دیں، ان کے متعلق اپنے قلم کا بہتر سے بہتر استعمال کریں۔ وہ کوئی بازاری لوگ نہیں تھے کہ جو منہ میں آیا کہہ دیا بلکہ وہ بلاشبہ صلحا تھے اور خوفِ خدا رکھنے والے لوگ تھے اگر ان کو کوئی بات سمجھنے اور بیان کرنے میں ٹھوکر لگی ہے تو اس کا تعاقب ادب اور دلیل سے ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم اور جذبہ تحقیق کے ساتھ ساتھ باادب اور باحیا بننے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

---

[1] اسلاف میں کوئی ثقہ اہل حدیث عالم ایسا نہیں ملا جس کا لب ولہجہ ائمہ اربعہ یا دیگر فقہا کے متعلق گستاخانہ ہو، لیکن نہایت افسوس ہے۔ اب چند جذباتی نوجوانوں کے ہاتھوں تحقیق کے نام پر یہ ظلم ہو رہا ہے کہ وہ زبان درازی کرتے ہوئے ذرہ بھر ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔ اللہ کے بندو! جس فقیہ اور امام سے بھی آپ کو اختلاف ہے تو دلیل کی زبان سے بات کریں، مذاق اڑانا، نام بگاڑنا، ذاتیات پر اترنا بازاری لوگوں کا کام ہے۔ اہل علم وقلم کا کام نہیں ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں۔ امام اہل حدیث حضرت سلفی رحمہ اللہ کے جملے پر اکتفا کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ دانش مند، متدین اور متقی بزرگ تھے۔ (مجموعہ رسائل: 462)

جدید اسکالر حضرات کا علمی تعاقب

اگر سب علمائے کرام قرآن وحدیث کو ہی ہدایت کے لیے کافی سمجھیں تو سارے کے سارے اختلافات خود بخود ختم ہو سکتے ہیں، اختلافات اسی وقت پیدا ہوتے ہیں جب عالم قرآن کی آیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کی من پسند تفسیر اور تشریح شروع کر دیتا ہے اور اس وقت یہ فتنہ عروج پہ ہے اور نہایت بدقسمتی سے ایسی آزاد فکر کے حامل لوگ ہر طرف میڈیا پہ چھائے ہوئے ہیں اور دنیا دار بھی ایسے لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو دین کی زبان کو خواہشات کے مطابق کھولیں۔

ہمارے خطبا حضرات جو کہ دین کے داعی اور مبلغ ہیں ان کے اوّلین فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ منہجی انحراف اور گمراہ فکر رکھنے والے جدید اسکالر حضرات کا علمی تعاقب کریں، تاکہ جہاں ان منحرف احباب کو سوچنے سمجھنے اور اپنے آپ کو بدلنے کا موقع ملے وہاں آئندہ نسل بھی نئے فتنوں سے محفوظ رہ سکے گی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک جگہ تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ بعض اوقات علما کا جہاد مجاہدین کے جہاد سے افضل ہوتا ہے، کیونکہ یہ خواص کا کام ہے۔

لیکن یاد رہے .....!

تعاقب کا مطلب فتویٰ بازی اور بدزبانی نہیں ہے کہ آپ دیگر مسالک اور مختلف فکر رکھنے والے اسکالر حضرات کے متعلق اسلام کے بنیادی آداب کو بھی ملحوظِ خاطر نہ رکھیں۔ دلیل کی زبان سے اور دلائل کے دائرے میں رہتے ہوئے پوری جرأت کے ساتھ غلط موقف کا رد کریں، کتاب وسنّت کے براہین کا انبار لگا دیں...... آپ کے حکیمانہ لب ولہجے سے جہاں بھٹکے ہوئے اسکالر حضرات سدھر جائیں گے وہاں نئی نسل بھی جدید فتنوں سے محفوظ ہو جائے گی۔

منحرف نوجوانوں سے مجلس

انٹرنیٹ نے فکری طور پر بھی ہر انسان کو آزاد کر دیا ہے اور یہ بات دیکھنے میں بھی آئی ہے کہ اہل باطل اور ملحد قسم کے لوگ انٹرنیٹ پر بہت زیادہ متحرک ہیں۔ اور وہ کبھی کبھار ہمارے سلفی نوجوانوں کو بھی شکار کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ایسی کئی مثالیں سامنے آ چکی ہیں۔ اس فتنے کی روک تھام کے لیے فی الفور کرنے والا اہم ترین کام یہ ہے کہ چند فاضل محقق علما پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو ایسے منحرف ہونے والے نوجوانوں کے ساتھ نہایت ادب واحترام اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ علمی مناقشہ کرے۔ ان کے موقف کو سنے...... اس پر غور کرے اور پھر پوری بصیرت سے ان کے اعتراضات کا جواب دے۔

ہم یہ بات پورے دعوے اور وثوق سے کہتے ہیں کہ ایسی مجلس کسی صورت بھی ضائع نہیں جائے گی اور یہ کسی بھی منحرف عالم کی ہدایت کا باعث بن سکتی ہے یا کم از کم اس سے اتمام حجت تو ہوگا۔ لیکن حد درجہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ابھی تک اس حوالے سے بھی کوئی کام سامنے نہیں آیا، بلکہ ایک خطرناک روش چل نکلی ہے کہ معمولی سا انحراف رکھنے والے نوجوان یا عالم کے خلاف ہم ایسا طوفانِ بدتمیزی پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ بیچارہ کبھی پلٹنے کا نام تک نہیں لیتا اور یہ جارحانہ انداز ہمارے ثقہ علما میں سے کوئی بھی اختیار نہیں کرتا، بس چند جذباتی قسم کے نوجوان ہیں جو خود تو علم وفضل سے بالکل عاری ہیں۔ اگر تھوڑا بہت علم ہے بھی تو وہ کمپیوٹر کے ذریعے ہے۔ لیکن وہ وٹس ایپ اور فیس بک وغیرہ کے ذریعے اشتعال انگیز پوسٹیں کرتے رہتے ہیں جس کی وجہ سے ساری فضا سخت خراب ہو جاتی ہے۔

اپنے حصے کا کام دیانتداری سے کریں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا نظام ہے کہ اس نے اپنے بعض بندوں کو بعض بندوں پر فضیلت بخشی ہے۔ کچھ کے پاس مال زیادہ ہوتا ہے اور کچھ کے پاس علم۔ اور اسی طرح کئی احباب کے پاس محنت، شوق، جذبہ اور بڑھ چڑھ کر کام کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔

اسی تقسیم کے تحت دیکھا گیا ہے کہ ہمارے بعض خطبا نہایت ذہین، فطین اور بیدار مغز ہوتے ہیں، لیکن مصیبت یہ ہے کہ وہ اپنے حصے کا کام اخلاص، عاجزی، شوق اور دیانتداری سے نہیں کرتے، البتہ دوسرے باصلاحیت لوگوں پر طعن وتشنیع کے تیر چلانے میں بڑے تیز ہوتے ہیں۔ ہم باصلاحیت احباب کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کے مطابق ذوق شوق سے دن رات اللہ کے دین کا کام کریں۔ جھوٹ، نخرہ اور ہر قسم کے گھمنڈ سے اپنے آپ کو کوسوں دور رکھیں۔ یہی کامیابی اور سعادت کا راستہ ہے۔

میں ذاتی طور پر ایک حضرت صاحب کو قریب سے جانتا ہوں، ماشاء اللہ بہت زیادہ ہوشیار، چالاک اور بیدار مغز انسان ہیں۔ وہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک عالمی شخصیت پر خوب طعن وتشنیع کر رہے تھے، انھوں نے اپنے خطیبانہ لب ولہجے میں ایسی چڑھائی کی کہ ان کو ناکارہ ترین انسان ثابت کر دیا، جیسا کہ وہ کسی کام کے نہیں۔ [جس عالمی شخصیت کے متعلق وہ باتیں کر رہے تھے، میں ان کو بھی ذاتی طور پر اچھی طرح جانتا ہوں، میں نے ان کو قریب سے دیکھا ہے، ان کو پڑھا ہے، ان کے خطابات کو سنا ہے، ان کی للّٰہیت اور صلاحیت سے میں بہت زیادہ واقف ہوں اور اللہ تعالیٰ ان سے وہاں وہاں کام لے رہا ہے جہاں تک عام اہل حدیث عالم کی رسائی

بھی نہیں، بہت بڑے عالم، فاضل اور سیاسی بصیرت کے حامل صالح مزاج شخصیت کے مالک ہیں]

لیکن اس سب کچھ کے باوجود تنقید کرنے والے صاحب نے کئی گھنٹے ان کے مقام اور ان کے اخلاق کو گرانے میں لگا دیئے..... جبکہ ہم تنقید کرنے والے صاحب کی شخصیت سے بھی اچھی طرح واقف ہیں کہ وہ اپنے حصے کا کام بھی دیانتداری سے نہیں کر رہے۔ علم وفضل اور عربی زبان میں مہارت کا عالم یہ ہے کہ ایک لائن عبارت نہیں پڑھ سکتے اور لوگوں کو دعوت وتبلیغ کے وعدے دے کر ان کے ساتھ بدعہدی کرنے کا عالم یہ ہے کہ لوگوں کی ایک کثیر تعداد ان کے اس ظالمانہ رویے سے سخت پریشان اور نالاں ہیں۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود بھی وہ خود کو نہ جانے کیا کیا سمجھتے ہیں.....؟ کبھی کبھی تو ان کی زبان اور لب ولہجے سے بڑے بڑے باوقار اکابر بھی محفوظ نہیں رہتے۔

اور یاد رہے.....! اس وقت مخالف کا نام لے کر بلاوجہ طعن وتشنیع اور تنقید کی بیماری بہت زیادہ متعدی ہو رہی ہے۔ کئی نوجوان کارکن تو حد درجہ متعصب اور بدزبان نظر آتے ہیں۔

خدارا اصلاح کی بات کرتے ہوئے بھی کسی شخصیت کو نشانہ بنا کر بات نہ کریں، کیونکہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس سے نفاق اور طرح طرح کے اختلافات جنم لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے خطبائے کرام کو محتاط رویہ اور سنجیدہ لب ولہجہ نصیب فرمائے۔ آمین!

مسجد والا کردار باہر بھی:

ہم لوگ منبر ومحراب اور مساجد میں بیٹھ کر زبان کی حفاظت کے حوالے سے

گھنٹوں گفتگو کرنے والے ہیں، خاموشی کی فضیلت اور کم گوئی کی برکت پر ہم نے کئی خطابات کیے ہوں گے، لیکن اس سب کچھ کے باوجود جو باتیں ہم مسجد میں بیٹھ کر سامعین کے سامنے کرتے ہیں ہمارا ذاتی عمل مسجد سے باہر اپنے دفتر یا اپنی مجلس میں اس سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔

ایک واقعہ تو ہمیں کبھی نہیں بھولے گا کہ ہم میدانِ عرفات میں تھے، ایک ڈاڑھی والے نوجوان صاحب میدان عرفات میں عرفہ والے دن بھی بہت زیادہ خوش گپی اور ہنسی مذاق فرما رہے تھے، اپنے ساتھیوں کی مجلس میں فضولیات کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے، لیکن تھوڑی دیر کے بعد لوگوں کو اکٹھا کیا گیا تو انہوں نے وعظ کلام کرنا شروع کر دیا اور حضرت صاحب نے ذکر وفکر کی اہمیت پر اس قدر شاندار خطاب کیا کہ خدا کی قسم...... ! ہم پہچان ہی نہیں پا رہے تھے کہ یہ وہی صاحب ہیں جو چند لمحے پہلے............

یاد رہے...... !

کامیاب خطیب اور عالم وہ ہے جو مسجد سے باہر بازار اور مجلس میں بھی اپنے وقار اور اپنے علم وفضل کا خیال رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین!

نقّال ازم کی حوصلہ شکنی کریں

اس موضوع پر ہم اپنی کتاب میں بھی بہت کچھ لکھ چکے ہیں، لیکن اس حساس موضوع پر بار بار توجہ دلانا ہم اپنے فرائض میں شامل سمجھتے ہیں کہ خدارا..... ! آنے والی نسل کو نقّال بننے سے بچاؤ اور ان کو علمی، سلجھی اور مدلل گفتگو کرنے کا عادی بناؤ۔ ہمارے مدارس کی انتظامیہ کو بھی اس سلسلے میں خصوصی توجہ کرنی چاہیے کہ جو بچہ طرز

،ترنّم اور نقل بازی کو علم اور مطالعے پر ترجیح دے تو اس کی نہایت حوصلہ شکنی کی جائے چہ جائیکہ ایسے نالائق طالب علم کو اپنے مدرسے کے ماتھے کا جھومر سمجھا جائے۔

یاد رہے......!

ہم مترنّم انداز اور خوبصورت لب و لہجے اختیار کرنے کے سرے سے خلاف نہیں! ہم تو صرف اُس جہالت کے خلاف ہیں کہ مدرسے کا طالب علم ابھی دو جماعت پڑھا نہیں ہوتا، عربی کی ایک سطر پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتا، لیکن وہ راگ، طرز اور ترنّم کے تکلّف ہی کو سرمایہ حیات سمجھنا شروع کر دے اور علم و تحقیق کی طرف توجہ نہ کرے۔

روح پرور کیفیت ختم نہ کیا کریں

آواز کا حسن اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی عطا ہے، دلائل کے انبار لگا دینا ہر خطیب کے بس کی بات نہیں ہے، لیکن جس خوش بخت کو اللہ تعالیٰ نے یہ ملکہ عطا کیا ہو اور وہ اپنے بیان کے ذریعے سامعین پر رقت آمیز اور روح پرور کیفیت طاری کر دے تو پھر اسے آخر بیان تک برقرار رکھنا چاہیے۔

① ...... ہمارے ہاں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ نہایت مترنّم، موثر اور مدلل گفتگو جاری ہوتی ہے درمیان میں خطیب صاحب ایسا ''کٹّہ'' کھول دیتے ہیں کہ پورے مجمع میں بھگدڑ مچ جاتی ہے، یعنی ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ دورانِ بیان شغل مذاق اور لطیفے سنا کر کانفرنس کے ماحول کو میلے ٹھیلے کے ماحول میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

اکثر خطبا لوگوں کو ہنسانے کے لیے نہایت ناشائستہ باتیں کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور فریق مخالف کا رد کرتے ہوئے ٹھٹھے اور مذاق میں ایسا رنگ

بھرتے ہیں کہ سامعین بازاری مجلسوں کی طرح ہنسنا شروع کردیتے ہیں، آپ تجربہ کرلیں بڑے بڑے مدلل اور موثر بیان محض اسی لیے اپنا اثر کھودیتے ہیں کہ ان میں سنجیدگی، متانت اور اخلاص کا دامن کہیں نہ کہیں چھوٹ جاتا ہے۔

مجھے یاد آیا کہ ایک دفعہ ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد میں ایک معروف خطیب کے ساتھ لائبریری میں بیٹھے ہوئے تھے تو انہوں نے شیخ القرآن رحمہ اللہ کا ایک واقعہ سنایا۔ جس کا مختصر خلاصہ یہ ہے کہ گھنٹوں کے پڑھے قرآن کو غیر موثر کرنے کے لیے ایک غیر سنجیدہ بول اور لطیفہ ہی کافی ہے، سامعین آپ کا سب کچھ سنایا ہوا بھول جائیں گے لیکن آپ کے منہ سے نکلی ہوئی لغویات کبھی نہ بھولیں گے اس لیے دورانِ خطاب نہایت چنیدہ الفاظ کا انتخاب کرنا چاہیے۔

②......اسی طرح بیان کو غیر موثر کرنے میں خطبا کی آمد ورفت کا بھی بہت زیادہ عمل دخل ہوتا ہے، عاجزی اور خاموشی سے آکر اسٹیج پر بیٹھنا شاید کہ اپنی عزت کے خلاف سمجھا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے بعض داعیان حضرات سیاسی قائدین کی طرح نعروں کی گونج میں تشریف لاتے ہیں، اسٹیج کے اردگرد اور سامعین میں عجیب وغریب شور غلغلہ شروع ہوجاتا ہے اور بسا اوقات بیان کرنے والے خطیب کو اپنا بیان روک کر آنے والے حضرت صاحب کی مدح سرائی کرنا پڑتی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

③......اسی طرح سب خطابات کو غیر موثر کرنے کے لیے ایک سب سے خطرناک روش یہ بھی ہے کہ پروگرام کا دورانیہ رات گئے تک جاری رہتا ہے، دن بھر کے تھکے ماندے لوگ ایک دو بجے تک کیا سنیں گے......؟

کیا سمجھیں گے......؟

کیا عمل کریں گے......؟

کیسے پڑھیں گے......؟

ان تمام باتوں سے کسی کو کوئی سروکار نہیں بس انتظامیہ کو اسی پر فخر ہوتا ہے کہ ہمارا پروگرام رات تین بجے تک جاری رہا اور خطیب صاحب کو بھی اسی بات کی خوشی ہوتی ہے کہ میں رات تین پروگرام نمٹانے میں کامیاب ہوگیا اور جیب بھی بھاری ہوگئی......اللہ، اللہ اور بات ختم..........!

خطیب کے پاس بہت وقت ہوتا ہے

امام ابن القیم رحمہ اللہ کی کتب کا مطالعہ از حد ضروری ہے۔ اور بالخصوص ایک خطیب کے لیے تو سرمایہ حیات ہے۔ آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ وقت کا ضیاع موت سے شدید تر ہے۔ کیونکہ وقت کا ضیاع ہمیں اللہ اور آخرت کے گھر سے جدا کرتا ہے جبکہ موت دنیا اور اہل دنیا سے تمھاری جدائی کا سبب بنتی ہے۔

موجودہ طرزِ خطابت کو اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات اچھی طرح واضح ہوتی ہے کہ خطیب کے پاس مطالعے کے لیے بہت زیادہ وقت ہوتا ہے جس کو وہ صرف اور صرف باتیں کرنے، کھانے پینے اور سونے میں ضائع کر دیتا ہے۔

ہمارے اکثر خطبائے کرام اپنی اپنی سواریوں پر سفر کرتے ہیں، دورانِ سفر بڑے آرام سے قرآن کے کئی پاروں کی تلاوت ہوسکتی ہے......!

ہمارے ایک بہت ہی معروف مذہبی اسکالر ابتسام الٰہی ظہیر حفظہ اللہ ہیں، روزانہ کئی مرتبہ سورۂ بقرہ پڑھنا ان کا معمول ہے۔ کچھ عرصہ قبل ان کو جادو اور نظر بد کی شکایت ہوگئی۔ ان کا معمول تھا کہ سفر کے دوران صرف اور صرف قرآن کریم کی تلاوت کرتے۔ اللہ کا کرم ہوا کہ اس کے فضل سے آج وہ بہت بہتر ہیں۔ ان کی صحت یابی، شفا اور بہتری میں سب سے زیادہ کردار تلاوتِ قرآن کا تھا۔

اور اسی طرح دورانِ سفر کسی بھی اہم کتاب کا دقتِ نظر سے مطالعہ ہوسکتا ہے لیکن افسوس کہ آمدورفت کا سارا وقت دوستوں ، ساتھیوں کے ساتھ گپ شپ میں ضائع کر دیا جاتا ہے لیکن قرآن یا کسی کتاب کا مطالعہ نہیں ہوتا۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے ہمارے ذی وقار شیخ مکرم اثری صاحب ﷾ نے مجھے ایک دفعہ بتایا کہ ہم نے پیر بدیع الدین راشدی ﷫ سے ایک مرتبہ پوچھا آپ روزانہ قرآن پاک کے کتنے پاروں کی تلاوت کرتے ہیں.....؟ تو وہ فرمانے لگے: گھر پر رہتے ہوئے دو تین پاروں کی تلاوت کرلیتا ہوں لیکن جب سفر پر ہوتا ہوں سات آٹھ پاروں تک تلاوت کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔ ہم نے پوچھا وہ کیسے.....؟ تو پیر صاحب ﷫ فرمانے لگے: گھر میں رہتے ہوئے لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ بہت زیادہ جاری رہتا ہے اس لیے تلاوت وغیرہ کا زیادہ موقع نہیں ملتا لیکن جب سفر پر ہوتا ہوں تو وہاں آنے جانے والا کوئی نہیں ہوتا تو میں یکسوئی کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت ہی کرتا رہتا ہوں۔

ہم اپنے پیارے خطبائے کرام کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ وقت اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس کو فضولیات میں ضائع مت کریں۔ صرف اپنی مناسب نیند پوری کرنے کے بعد دن کے کسی حصے میں مطالعہ کے لیے وقت خاص کریں اور اپنے موبائل کے ذریعے اپنے سینئر مشائخ کے ساتھ مکمل رابطے میں رہیں اس سے آپ کی دعوت اور آپ کی شخصیت کو چار چاند لگ جائیں گے، ہماری تو دلی دعا ہی یہی ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اپنے دین کو غالب فرمائے اور آپ کے لیے دین ودنیا اور آخرت کی تمام راہیں آسان کردے۔ رحم اللہ من قال آمینا

بعض مدارس بچوں کو مفلوج نہ کریں

جامعات ہی دین کے قلعے ہیں۔ یہیں سے دین کے امام پیدا ہوتے ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم مل کر اپنے بڑے بڑے جامعات اور مدارس کی آبیاری کریں..... چھوٹے چھوٹے مدارس کھولنے کی بجائے اپنے مراکز اور جامعات کو مضبوط کرنا اخلاص اور وفا کی نشانی ہے اور ہم مدارس کے ذمہ داران کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ باصلاحیت بچوں کو مکمل سپورٹ کریں۔ ان کو بہتر سے بہتر مواقع مہیا فرمائیں تاکہ ہمارے بچے موجودہ اور آنے والے فتنوں کا ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں اور رد و اسلام، حدیث اور سنّت پر ہونے والے ہر حملے کا جواب دے سکیں۔

نہایت افسوس سے یہ لکھ رہا ہوں کہ اس وقت اکثر دینی مدارس کے بچوں کی حالت نہایت پتلی ہے..... اور بعض مدرّسین حضرات بھی نہایت کام چور ہو چکے ہیں، مترجم کتابوں سے سبق رٹ لیا جاتا ہے اور وہی طلبا کو پڑھا دیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے منبروں پر آنے والے خطبا اور مسندوں پر بیٹھنے والے مدرّسین علمی ذوق سے بالکل خالی ہوتے جا رہے ہیں۔ والی اللہ المشتکی وھو الموفق المعین

ہماری مدارس کے ذمہ داران سے گزارش ہے کہ آپ طلبا کو درس نظامی کے بعد بھی مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دیتے رہا کریں کیونکہ امت مسلمہ اس وقت بامطالعہ صاحبِ ذوق علمائے کرام سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔

کیا مدارس کے طلبا کو ہنر بھی سیکھنے چاہئیں......؟

ہماری رائے کے مطابق مدارس کے طلبا کو صرف اور صرف علوم وفنون میں

محنت کرنی چاہیے اور تحقیق کے میدان میں آگے بڑھنا چاہیے۔ جو ادارے اپنے بچوں کو موبائل ریپرنگ وغیرہ یا اس کے طرح کے دیگر کاموں میں ڈالتے ہیں وہ نہ چاہتے ہوئے ان کے مستقبل کو تاریک کر رہے ہیں بلکہ ان کے علمی ذوق کا خاموش قتل کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک عمدہ تحریر کا مطالعہ فرمائیں:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ درس نظامی کے طلباء ہنرمندی سے عاری ہوتے ہیں، انہیں ٹیکنیکل کام سکھائے جائیں تاکہ معاشی طور پر خود کفیل ہو کر اسلام کی خدمت فی سبیل اللہ سرانجام دے سکیں...... ! اسے اعتراض کہیں یا تجویز؟ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اگر غور کرے تو یہ سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ دینی مدارس کے فضلاء اور مولوی حضرات کے ساتھ یہ امتیازی سلوک کیوں ہے......؟

وکیلوں اور ججوں سے کیوں نہیں کہا جاتا کہ وہ ٹیکنیکل کام سیکھ کر اپنی گزر بسر کریں اور قوم کی قانونی رہنمائی فی سبیل اللہ سرانجام دیں۔ ڈاکٹروں اور انجینئروں سے کیوں نہیں کہا جاتا کہ وہ دستکاری اور ہنر سیکھ کر اپنے اخراجات پورے کریں اور طبی مشورے اور تعمیراتی رہنمائی، خدمت خلق کے جذبہ کے تحت بلا معاوضہ سرانجام دیں۔ اسمبلی ممبران اور انتظامی امور چلانے والے افسران سے کیوں نہیں کہا جاتا کہ وہ قانون سازی اور انتظامی معاملات کو قومی جذبہ سے سرشار ہو کر انجام دیا کریں اور اپنے ذاتی اور گھریلو اخراجات کے لیے کوئی ہنر سیکھ کر ''الکاسب حبیب اللہ'' پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کیا کریں...... ! اگر وکیل عدالت میں پیش ہونے کا سلیقہ سکھاتا ہے اور قانونی رہنمائی فراہم کر کے حق الخدمت وصول کرتا ہے تو ایک عالم دین، احکم الحاکمین کے دربار میں پنج وقتہ پیشی میں معاونت کرتا ہے اور مذہبی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اگر جج لوگوں کے مقدمات کے فیصلے کر کے تنخواہ کا مستحق ہوتا ہے تو ایک عالم دین مسلمانوں کے معاملات اور مسائل کو کتاب و سنت کی روشنی میں سلجھا کر معاشرہ کی بہت بڑی ضرورت پوری کرتا ہے۔

اگر ڈاکٹر جسمانی علاج کرتا ہے تو ایک عالم دین جسمانی تقاضوں کو شریعت کے مطابق پورا کرنے کا طریقہ بتاتا ہے اور روحانی علاج میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اگر انجینئر آپ کو سر چھپانے کی جگہ بنانے میں مشوروں سے نوازتا ہے اور مشینری کے استعمال کے طریقے بتاتا ہے تو ایک عالم دین قبر کی تعمیر و کشادگی، عرش کا سایہ اور جنت کے عظیم الشان محلات کی تعمیر میں آپ کو مشورے دیتا ہے اور آپ کے جسم کی مشینری کے جائز استعمال کے طریقے سکھاتا ہے۔ آپ ذرا کسی ایسے مفتی صاحب کا تصور کریں جو ٹیکنیکل کام سیکھ کر روزی کمانے کی فکر میں ہو، آپ کوئی اہم مسئلہ پوچھنے دارالافتا پہنچیں تو معلوم ہوا کہ مفتی صاحب کسی کی واشنگ مشین یا ریفریجریٹر ٹھیک کرنے گئے ہوئے ہیں یا مزدوری وصول کرنے گئے ہوئے ہیں۔ فوری ضرورت کا مسئلہ درپیش ہے مگر مولانا صاحب اپنے اور بچوں کے معاش کا انتظام کرنے میں مصروف ہیں۔ اگر مولوی صاحب کی دکان شہر کے ایک حصہ میں ہے اور امامت شہر کے کسی دور دراز علاقے میں کرواتے ہیں تو ذرا انصاف سے بتلایئے کہ اوپر تلے عصر، مغرب اور عشاء کی امامت کے لیے یہ صورت اختیار کی جائے گی......؟

عوام کا تو یہ حال ہے کہ خود بھلے چوتھی رکعت میں پہنچیں، مولوی صاحب کسی مجبوری کے سبب اگر چار منٹ بھی لیٹ ہو جائیں تو انہیں خونخوار نظروں سے گھورا جاتا ہے۔ ہمیں فیصلہ یہ کرنا ہوگا کہ دینی مدارس کے فضلاء سے ہم نے کس شعبہ زندگی میں

کام لینا ہے؟ ہر فن کے ماہر اور ہر میدان کے شہسوار ہوتے ہیں اور ان کا دائرہ کار، ان کا فن، ان کے میدان تک محدود ہوتا ہے۔ کسی سرجن سے ہم نے کبھی مطالبہ نہیں کیا کہ اسے تعمیراتی نقشوں میں مہارت ہونی چاہیے اور بجری اور سیمنٹ کا تناسب معلوم ہونا چاہیے اور نہ کسی انجینئر کے لیے ہم مشورہ دیتے ہیں کہ اسے آنکھ کے پردے یا دل کی جھلی اور پھیپھڑوں کے فنکشن کے متعلق معلومات نہ ہوں تو اسے ملازمت نہیں ملے گی لیکن دینی مدارس کے فضلاء سے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ انہیں جدید ٹیکنالوجی میں مہارت ہونی چاہیے اور اپنا پیٹ پالنے کے لیے کوئی ہنر سیکھنا چاہیے۔ والی اللہ المشتکی

اکثر دینی مدارس کا نصاب

کسی بھی قوم اور ملت کی تعمیر میں ان کے اداروں کا نصاب بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اعلیٰ نصاب ہی اعلیٰ شخصیات کی پیشین گوئی کرتا ہے۔ ہمارے کچھ مدارس تو بہت ہی قابل رشک کام کر رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے اکثر مدارس کا المیہ یہ ہے کہ ان کا نصاب حد درجہ ناقص ہے کہ جس کو سات آٹھ سال مسلسل دن رات پڑھنے کے باوجود بھی عربی کا ذوق پیدا ہوتا ہے نہ روحانی لطف اور نہ ہی سیاسی شعور۔

بلکہ عربی ادب کے نام پر ایسی واہیات کتابیں پڑھائی جاتی ہیں کہ جن سے نوخیز طلبا کے اخلاق بھی بری طرح بگڑ جاتے ہیں۔ ہمیں اپنے مدارس میں فی الفور جدید علوم، جدید عربی ادب اور روحانیت کے مضامین کو شامل کرنا ہوگا ورنہ ہمارے طلبا دعوت کے میدان میں بہت پیچھے رہ جائیں گے۔ [1] اور اس خطرناک کوتاہی کے

---

[1] درس نظامی کی اصلاح اور ترقی کے لیے بابائے عربی مولانا محمد بشیر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ آپ کی پیش کردہ تجاویز نہایت عمدہ اور آسان ہیں۔ کتاب کا نام ہے ''درس نظامی کی اصلاح''

اصل مجرم اداروں کے ذمہ داران ہوں گے۔

نحو، صرف اور دیگر فنون کا اجرا

اکثر مدارس میں یہ خطرناک صورت دیکھنے میں آئی ہے کہ طالب علم چھ سات سال علوم فنون کی مختصر، متوسط اور مطول تمام کتابیں پڑھ جاتا ہے لیکن وہ اس سب کے باوجود عربی زبان کی ایک لائن بھی آسانی سے نہیں پڑھ سکتے۔ اور اس میں عربی زبان میں دو جملے لکھنے کی صلاحیت بھی پیدا نہیں ہوتی......؟

آخر اس کی کیا وجہ ہے......؟

ہمیں تو یہی معلوم ہوا ہے کہ سب سے بڑی کمی اجرا کی ہے کہ ہم اپنے بچوں کو جو علوم وفنون پڑھاتے ہیں تو ان کی عملی مشق اور تمرین نہیں کروائی جاتی۔ اکثر مدرّسین اپنے پاس مترجم کتابیں رکھے ہوئے ہیں، وہاں سے تھوڑا سا سبق دیکھ لیا اور آگے جا کر وہی چند سطریں پڑھا دیں۔

اس کے برعکس آپ کسی بھی سکول اور کالج کو دیکھ لیں، وہاں پر چند سال پڑھنے والا بچہ کافی حد تک انگلش سمجھنے، بولنے اور لکھنے کی قدرت رکھتا ہے۔ ہماری مدارس کے ذمہ داران سے نہایت ادب سے گزارش ہے کہ وہ نحو وصرف سے اجرا کے ساتھ ساتھ اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کا اجرا بھی کروائیں۔ جب تک ہمارے مدارس میں باقاعدہ طور پر اجرا کے پیریڈ یا مطالعہ کے درمیان باضابطہ اجرا کے لیے وقت نہیں نکالا جاتا تو اس وقت تک ہمارے بچوں میں علمی اور ادبی ذوق پیدا نہیں ہو سکتا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ طلبا کو اجرا اور مشق سے محروم رکھنا ان کے روشن مستقبل کو تاریک کرنے کے برابر ہے۔

اکثر مدارس میں تعداد کم کیوں ہے؟

اس وقت ہمارے اکثر مدارس کی تعداد میں بہت زیادہ کمی واقع ہوچکی ہے۔آخراس کے کیا اسباب ہیں......؟ کبھی ہم نے اس پہ غور کیا ہے......؟

یقیناً اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہمارے اکثر مدارس طلبا کو وقت کے تقاضوں کے مطابق جہاں تعلیم دینے سے قاصر ہیں وہاں تربیت کا فقدان بھی آخر حد تک پہنچ گیا ہے۔اور پھر ایک اہم سوال یہ ہے کہ ہمارے مدارس کے ناظمین اور مدرّسین کے بچے کہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں......؟ ہمیں تو ایک نہایت درد اور فکر رکھنے والے صالح عالم دین نے بتایا کہ میں نے ایک مدرسہ کے اساتذہ سے میٹنگ کی تو انھوں نے دوٹوک الفاظ میں مجھے کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کو کسی صورت میں مدرسہ میں داخل نہیں کروانا، مدارس میں ہمارے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اور اس وقت مدارس کی جو علمی اور تربیتی حالت ہے وہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، ہم اپنے پاؤں پر خود کلہاڑا کیسے مار سکتے ہیں......؟

یہ بات کچھ حد تک حقیقت بھی ہے کہ بعض مدارس میں تربیت کا فقدان بہت زیادہ ہوتا ہے۔وہ صرف نام کے ہی مدارس ہوتے ہیں......

اس سلسلے میں امام اہل حدیث حضرت مولانا اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کا دردِ دل بھی دیکھ لیں۔آپ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ

> ''یہی حال ہمارے تعلیمی انتشار کا ہے۔ہمارے ہاں دارالعلوم اور جامعہ کا نام مضحکہ بن کر رہ گیا ہے، جہاں دو چار طالب علم اور ایک نوآموز حضرت بیٹھ گئے، رسید بکیں چھپ گئیں، وہیں دارالعلوم بن گیا اور جامعہ کی تاسیس عمل میں آگئی.....

بوتل جہاں رکھی وہیں سے مے خانہ بن گیا

اس ناقص اور نامکمل تعلیم سے علم کی وہ مٹی پلید ہوئی کہ" اتخذ الناس رؤسا جھالا فضلو وأضلوا " ارشادِ نبوی کی تصدیق ہونے لگی:

إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ [1]

(جب کام کی ذمہ داری نااہلوں پر ڈال دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو) اگر جماعت کو خود زندہ رہنا ہے تو اولاً اس تعلیمی انتشار کو روکیے۔ ثانیاً مدارس میں باہم روابط پیدا کیجیے۔ ثالثاً اونچی تعلیم کے لیے ایک مرکزی درسگاہ قائم کیجیے جس میں قابل استاذ رکھے جائیں، ہونہار دماغ جمع کیے جائیں، اساتذہ اور طلبا میں ذاتی اغراض اور مشاہرات کی فراوانی قطعاً پیش نظر نہ ہو، بلکہ جماعت کی سربلندی اور ملت کی خدمت اور علوم کتاب وسنّت کا احیا مطلوب ہو اور عقیدہ سلف اور ائمہ سنّت کے علمی ذخائر کی اشاعت اور ترویج مقصود ہو۔" [2]

پیارے طلبا کی خدمت میں نہایت ادب سے

دورانِ تعلیم نصابی سرگرمیوں کے علاوہ باقی تمام سلسلے مدرسہ سے فراغت تک بند کردیں ورنہ آپ علوم وفنون میں کبھی مہارت حاصل نہیں کر سکتے اور سب سے اہم ترین بات یہ ہے کہ اپنی دوستی ہمیشہ باعمل اور محنتی طلبا کے ساتھ رکھیں اور اسی طرح بعض اساتذہ بھی نہایت غیر سنجیدہ ہوتے ہیں۔ ان کی نوکری کرنے کی بجائے زیادہ وقت باعمل صالح اساتذہ کے قدموں میں بیٹھنے کی کوشش کریں۔ اس سے آپ کی سیرت میں نکھار پیدا ہوگا اور آپ کے علم وعمل میں برکت ہوگی۔ بصورتِ دیگر دو واقعی حقیقتوں پر غور فرمالیں:

---

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث:59

[2] نگارشات:621

①......ہماری ملاقات ایک خطیب صاحب سے ہوئی وہ گاہے گاہے آوارہ مذاق اور سگریٹ نوشی کے علاوہ نہایت غیر سنجیدہ حرکتیں بھی کر جایا کرتے تھے۔ ایک دن تنہائی میں ان کے ساتھ طویل مجلس کرتے ہوئے سوال کیا گیا کہ آپ اپنے منصب کا حیا کیوں نہیں کرتے......؟ کیا آپ کو اللہ کا ڈر نہیں......؟ کیا آپ کو قبر یاد نہیں......؟ وہ جواب میں رو پڑے اور فرمانے لگے: مجھے سب کچھ کا علم ہے اور مجھے سب کچھ یاد ہے لیکن میری ان بری عادتوں کی بڑی وجہ صرف ایک ہی ہے کہ بچپن میں میری دوستی ایک ایسے ساتھی کے ساتھ تھی جو نہایت غیر سنجیدہ اور آوارہ مزاج تھا۔ بس اس کی بے تکلّف دوستی نے آج مجھے یہاں تک پہنچا دیا......میں ان حرکات سے بچنے اور خود کو بدلنے کی بہت کوشش کرتا ہوں اور اللہ کے سامنے روتا بھی ہوں لیکن زمانۂ طالب علمی میں یہ حرکتیں میرے اندر اس قدر رچ بس گئی ہیں اب میں بہت مجبور ہوں اور اپنے تمام طلبا کو ایک پیغام دینا چاہتا ہوں کہ خدارا...... بے حیا اور غیر سنجیدہ ساتھی کی دوستی سے بچنا ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔

②......دوسری حقیقت بھی اس سے ملتی جلتی ہے اور اس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ کسی بھی طالب علم کے بگاڑ میں اس کی دوستی کا بنیادی کردار ہوتا ہے۔ فطرتی طور پر تمام طلبا باکردار اور صالح مزاج ہوتے ہیں......بس کچھ آوارہ منش ساتھی ہوتے ہیں جو انسان کے بگاڑ کا باعث بنتے ہیں۔ یہی بات ہمیں ایک اور صاحب نے بھی بتائی کہ میں دور طالب علمی میں تو نہایت محنت سے پڑھتا تھا لیکن فراغت کے بعد میرا ایک مدرّس ساتھی تھا جو غیر سنجیدہ تھا بس اس کی دوستی نے مجھے ہلاکت کے دھانے پر پہنچا دیا ہے اور آج میں اپنی حرکتوں کی وجہ سے جہاں اللہ کے سامنے شرمندہ ہوں وہاں معاشرے میں بھی میری عزت نہ ہونے کے برابر ہے۔ [1]

---

[1] عزیز طلبا مختصر رسالہ ''نصیحتیں میرے اسلاف کی'' مطالعہ میں رکھیں

کامیاب طالب علم کے لیے راز کی باتیں

کامیابی اور علم کی برکت کیلئے صرف اور صرف محنت کافی نہیں اور نہ محض اچھی صحبت سے انسان مثالی عالم دین بن سکتا ہے، بلکہ علم کی تمام برکات سمیٹنے کے لیے تین کام ازحد ضروری ہیں جنہیں ہمارے اکثر طلبا فراموش کر چکے ہیں۔

①..... تنہائی میں ذکرواذکار کی عادت ہونی چاہیے۔ جو طلبا بالخصوص صبح وشام تسلی کے ساتھ اذکار پر ہمیشگی کرتے ہیں اور ان کو پوری معرفت اور بصیرت کے ساتھ پڑھتے ہیں، ان کے لیے نور کے ہر دروازے کو کھول دیا جاتا ہے۔

ایک تجربہ کے مطابق خطبہ مسنونہ کے پہلے الفاظ شہادۃ ..... تک، کثرت کے ساتھ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ جہاں نفس کی شرارتوں سے بچاتے ہیں، وہاں روحانیت اور نورانیت کے بہت سے خزانے بھی عطا کرتے ہیں، بشرطیکہ ہمیشگی کے ساتھ پوری معرفت وبصیرت سے ان مبارک کلمات کو پڑھا جائے۔

②..... اپنے اساتذہ کو اپنی دعاؤں میں یادرکھا کریں، بلکہ قبولیت کے خاص اوقات میں اپنے تمام مخلص اساتذہ کا نام لے کر ان کے لیے دعا کیا کریں۔ اس عمل کی برکات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو کسی صورت بھی مختصر تحریر میں سمیٹا نہیں جا سکتا..... اساتذہ کی کردارکشی کرنے والے ہمیشہ ذلیل وخوار ہوتے ہیں اور اپنی خاص دعاؤں میں اپنے اساتذہ کا نام لے کر ان کے لیے خیر وبرکت کا سوال کرنے والے ہمیشہ کے لیے بلند کردیئے جاتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے میں بوقتِ تہجد اپنے چھ مشائخ کا نام لے کر ان کے لیے دعا کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

③..... آپ کے مالی حالات جیسے بھی ہیں..... غربت کی وجہ سے آپ کو مہینہ کا خرچہ دوسو روپیہ بھی ملتا ہے تو اس سے بھی پندرہ بیس روپے صدقہ کرنے کی عادت ڈالیں۔ جو طالب علم دورانِ تعلیم اپنی طاقت کے مطابق صدقہ وخیرات کرتا رہتا ہے..... مدرسے میں یا کسی دوسرے ضرورتمند پر روپے دو روپے خرچ کرتا رہا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی سب منزلیں آسان کرتے ہوئے اس کے لیے اپنی رحمتوں کے سب دروازے کھول دیتے ہیں۔

کاش..... ! ان تین باتوں کو اپنی زندگی کا معمول بنالیا جائے۔ واللہ الموفق

طلبائے کرام کیلئے اللہ کے قرب کا آسان طریقہ

عمومی طور پر جب قربِ الٰہی کی بات ہوتی ہے تو اس کے لیے تلاوتِ قرآن اور نوافل وغیرہ کے اہتمام کو بیان کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں کہ تلاوت قرآن اور نوافل سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے، بلکہ بندہ قرب کی حلاوت بھی محسوس کرتا ہے، لیکن ان پاکیزہ اعمال سے پہلے کرنے والا ایک اہم ترین کام یہ ہے کہ طلبائے کرام اللہ تعالیٰ کے زیادہ سے زیادہ ''اسمائے حسنیٰ'' کو اچھی طرح یاد کریں اور پھر پوری معرفت اور بصیرت کے ساتھ ان کے معنی ومفاہیم پر غور فرمائیں۔ ہم یہ بات پورے دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ جو طالب علم اللہ تعالیٰ کے پاکیزہ ناموں کو یاد کرتا ہے اور پھر ان کے معانی ومفاہیم پر دسترس حاصل کرتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے طالب علم کی ہر سانس اور ہر لمحے کو اپنے قرب اور اپنی محبّت کے لیے قبول فرمالیتے ہیں۔

ہماری تحقیق کے مطابق خطرناک کوتاہی یہ ہے کہ اکثر طلبہ مدارس میں سات آٹھ سال گزارنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے ناموں کو یاد کرتے ہیں نہ پہچاننے کی

کوشش کرتے ہیں اور نہ ان کے تقاضوں کے مطابق اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہیں..... جب یہی غفلت بدستور قائم رہتی ہے تو پھر طلبا ہمیشہ ہمیش کے لیے اللہ تعالیٰ کے سچے قُرب سے محروم ہو جاتے ہیں۔

جب تک اللہ تعالیٰ کا صحیح تعارف دل و دماغ پر نہیں چھائے گا.....رحیم و کریم داتا کے کمالات، جمالات اور اختیارات پر گہری نظر نہیں ہوگی تو پھر علم میں برکت ہوگی نہ عمل میں شوق اور نہ گناہوں سے بچنے کی سعادت حاصل ہوگی۔ اس لیے ازراہِ کرم اوّل فرصت میں اپنے اوقات میں سے ایک حصہ ''اسمائے حسنیٰ'' کے لیے خاص کر دیں۔ جزاکم اللہ خیرا۔ [1]

خطبائے کرام کی اصل ذمہ داری

کسی بھی شخص کے لیے سب سے بڑی خوش نصیبی اور کامیابی یہی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی اسلامی اور روحانی تربیت کرنے میں کوئی غفلت نہ کرے، جس کی اولاد پانچ وقت کی نمازی، دیندار اور صاحبِ علم وفضل ہے، اس شخص کی عزت اور عظمت کا کوئی دوسرا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس بے راہ روی کے دور میں چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے..... بعض خطبا پورا ملک سنوارنے کے لیے نکلے ہیں لیکن اپنی اولاد آوارگی اور گمراہی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے، کسی بھی انسان اور بالخصوص عالم دین کے لیے اس سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہوسکتی ہے کہ اس کی نسل بگڑ جائے۔ علما اور خطبا کی اولادوں میں بگاڑ کئی غفلتوں کی وجہ سے ہوتا ہے جن میں سے چند ایک کی نشاندہی ہم نہایت ضروری سمجھتے ہیں۔

[1] اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم خطبائے کرام کیلئے ''خطبات اسمائے حسنیٰ'' اور طلبا اور عوام کے لیے ''معجم اسمائے حسنیٰ'' مرتب کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ جزاکم اللہ خیرا

① ...... عدمِ نگرانی:

اکثر خطبا زیادہ وقت سفر میں گزارتے ہیں۔ گھر صرف سونے کیلئے ہوتا ہے جس کی وجہ سے اولاد میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ جب آپ گھر میں نہیں ٹھہریں گے ...... بچوں سے دینی اور تربیتی مجلس نہیں کریں گے ...... تو پھر بلاشبہ وہ راہِ راست پر بھی نہیں رہ سکیں گے اکثر خطبا اور علما کے بچوں کے بگڑنے کی ایک بنیادی وجہ عدمِ نگرانی ہے۔

آپ بھرپور کوشش کرتے ہوئے بلاناغہ نہیں تو کم از کم دو تین دن بعد اپنے بچوں کے ساتھ ضرور مجلس کریں ...... ان کے جذبات، احساسات اور ان کی خواہشات کا جس قدر ممکن ہو احترام کریں اور ان کے ساتھ دوستی والا ماحول رکھیں۔

② ...... اولاد میں بگاڑ کے اسباب:

ان علما اور خطبا کی اولادیں بھی اکثر بگڑ جاتی ہیں جو خود بے عمل ہوتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خود تو خطیب صاحب فجر کی نماز باجماعت نہ پڑھیں اور اولاد تہجد کے وقت اٹھ کر اللہ کے آگے روئے ......؟ جب آپ خود صبح و شام کے اذکار نہیں کریں گے تو اپنے بچوں سے بھی ایسی امید مت رکھیں ...... وہ آپ کے کردار اور عمل سے وہی غفلتیں سیکھ رہے ہیں جن کا آپ شکار ہوتے ہیں۔

③ ...... بدعملی:

بے عملی سے زیادہ خطرناک ''بدعملی'' ہے کہ دین کا دعوے دار خود بدعمل ہو ...... مثال کے طور پر جھوٹ، غیبت اور چغل خوری کی عادت ہو ...... تنہائی میں فحش مذاق، حیا سوز تصاویر اور ڈرامے، فلمیں دیکھنے کا معمول ہو یا اس کے علاوہ غیر محرم عورتوں کے ساتھ غیر شرعی تعلقات ہوں ...... تو ایسی سب بداعمالیاں اولاد کی ہلاکت کا

پیش خیمہ ہیں...... بدعمل عالم یا خطیب کی اولاد کسی صورت باعمل نہیں ہوسکتی اِلاّ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنا کوئی معجزہ دکھا دیں۔ ہم نے عمومی تجربہ کیا ہے کہ جن خطبا وعلما کو پیسے روپے کی حرص ہوتی ہے، ان کی اولادیں بھی اسی مرض میں مبتلا ہوتی ہیں اور جو خود صاحبِ علم اور صاحبِ اخلاص ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی اولادوں میں یہی نور پہلے سے زیادہ بھر دیتا ہے۔

④...... انتظامیہ کا نامناسب سلوک:

کئی خطبا اور علما کی اولادیں اس لیے بھی بہک جاتی ہیں کہ جب مسجد کی انتظامیہ ان کے والد کے ساتھ ظالمانہ سلوک کرتی ہے...... عالم اور خطیب کو ملازموں کی طرح رکھنا...... ان کے جذبات مجروح کرنا...... مصیبت اور آزمائش کے وقت تنگدلی اور بخل سے کام لینا...... معمولی بات پر عالم اور خطیب کو مسجد اور مدرسے سے فارغ کر دینا وغیرہ۔

جب اولادیں اپنے باپ کی اس بے بسی، ناقدری اور توہین آمیز سلوک کو دیکھتی ہیں تو ان کے دل سے دین کی محبت ختم ہو جاتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ دین والوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

ایسے درجنوں دلخراش واقعات ہماری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ ابھی چند دن پہلے کی بات ہے کہ ہمارے ایک فاضل اور باوقار عالم حفظہ اللہ کی بیٹی کا آپریشن تھا، انھوں نے اپنے وسائل کی کمی کے پیش نظر انتظامیہ کی خدمت میں تعاون کی گزارش کی تو انھوں نے بڑی مشکل سے حضرت صاحب کے ہاتھ میں دس ہزار روپیہ دے دیا اور کہا: ہم اس سے زیادہ نہیں کر سکتے، جبکہ آپریشن کا خرچہ ایک لاکھ سے بھی زائد تھا۔

اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جماعتیں اپنے علما کا کس قدر خیال

کرتی ہیں۔ ہماری رائے کے مطابق شرعی اور اخلاقی طور پر عالم اور اس کے اہل خانہ کا علاج و معالجہ انتظامیہ اور جماعت کے ذمہ ہونا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام جماعتی ذمہ داران کو علما و خطبا کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اولاد کو بگاڑ سے کیسے بچایا جائے......؟

موجودہ حالات میں اور بالخصوص جو واعظ، خطیب اور عالم خود کو نہایت مصروف سمجھتا ہے وہ کم از کم تین کاموں میں غفلت نہ کرے۔ اللہ کے فضل و کرم سے بہت جلد اولاد کے معاملے میں عمدہ نتائج سامنے آئیں گے۔

①...... کثرت سے دعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیث ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ باپ کی دعا کو اولاد کے حق میں رد نہیں کرتے۔ آپ والد بھی ہیں، اللہ کے دین کے داعی بھی اور پھر اللہ کے دین کے راہی بھی۔ اور سب سے بڑھ کر آپ مساجد اور مدارس میں رہتے ہیں تو آپ کی مخلصانہ دعائیں ان شاء اللہ کسی صورت بھی رد نہیں ہو سکتیں۔ اپنی اولاد کی بہتری اور تبدیلی کے لیے نہایت خشیت کے ساتھ دعاؤں کا سلسلہ جاری رکھیں اور بالخصوص مندرجہ ذیل دو قرآنی دعاؤں کو اپنی زبان کا ورد بنالیں، شاید کہ اس سے بہتر کوئی دعا نہ ہو۔

1... رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [1]

[1] الأحقاف 15

2 ... رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا [1]

مندرجہ بالا دونوں دعاؤں میں علم وحکمت اور معرفت کے بیش بہا خزانے چھپے ہیں۔ کتبِ تفاسیر کی مدد سے ان دونوں دعاؤں کی گہرائی میں اتریں اوران کو اپنی زندگی کا معمول بنالیں۔

2 ......فیصلہ دین کی بنیاد پر:

اپنی اولاد کے بارے میں جب بھی کوئی فیصلہ کرنا پڑے تو صرف اورصرف اللہ کے دین کو سامنے رکھیں۔ ہمیشہ ایسا فیصلہ کریں جس سے اولاد اللہ کے دین اور اللہ کی شریعت کے ساتھ چمٹی رہے۔ جب آپ دنیاوی مفادات کو دین پر ترجیح دیں گے، دین کی بجائے پیسہ آپ کے ہاں زیادہ اہمیت والا ہوگا تو پھر آپ کسی صورت بھی اولاد کو اخلاص کی راہوں پر نہیں دیکھ سکتے۔

ہم نے اپنی اس مختصری زندگی میں یہ بھی ملاحظہ کیا ہے کہ سرکاری ملازمتوں کو ترجیح دینے والے بظاہر اپنے بچوں کو اچھی پوسٹوں پر تو لے گئے لیکن ان میں علم وعمل اورمعرفت والی بات کہیں بھی نظر نہیں آتی، بلکہ ہم نے تو ایک صاحبِ علم کو سرعام یہ بات کہتے ہوئے بھی سنا تھا، وہ فرماتے تھے: میں نے اپنے بچے کو ''مسیتڑ'' نہیں بنانا۔

ہائے......! کس وقت مجھے حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ یاد آ گئے۔ وہ فرمایا کرتے تھے ہم نے علم مسجد کی چٹائیوں پر بیٹھ کر حاصل کیا ہے۔ شہادت سے تین چار روز قبل ایک پروگرام میں سینے پر ہاتھ مار کر فخریہ انداز میں فرمانے لگے:

---

[1] فرقان:74

''میں مولوی ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ مولوی ہی مروں'' کتنا عظیم انسان بھی بین الاقوامی شخصیت اور ''مسیتڑ'' ہونے پر فخر کر رہا ہے۔

③......ٹیوشن کا اہتمام:

آپ کا بیٹا سکول میں زیر تعلیم ہو یا کالج میں دونوں صورتوں میں آپ اس کے لیے سیکنڈ ٹائم اچھے ٹیچر کا اہتمام کریں جو دنیاوی علوم میں اچھی دسترس رکھتا ہو اور وہ کم از کم دو اڑھائی گھنٹے آپ کی اولاد کو وقت دے۔ اس سے آپ کو کم از کم دو فائدے حاصل ہوں گے ایک تو بچوں کا وقت محفوظ ہوگا اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کے بچے عصری تعلیم میں بھی اچھی خاصی دسترس حاصل کر لیں گے۔

④......اچھے قاری کا اہتمام:

مغرب یا عشاء کے بعد لازمی طور پر اپنی اولاد کے لیے قرآن کی خصوصی تعلیم کا اہتمام کریں۔ ایک اچھا قاریٔ قرآن آپ کے بچوں کے ساتھ کم از کم گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گزارے جس میں وہ تلفظ کی درستی، دعاؤں کا اہتمام کروانے کے ساتھ ساتھ ان کی تربیت پر زیادہ توجہ دے۔

تحریر کردہ ان دونوں کاموں میں ذرہ بھر غفلت ہمیشہ آپ کی خجالت اور ذلت کا باعث بن سکتی ہے...... مال کی پروانہ کریں۔ آپ کے مال کا بہترین مصرف آپ کی اولاد ہے......اور یہ سو فیصد حقیقت ہے کہ اچھے خطیب اور اچھے عالم کے پاس پیسے روپے کی کمی نہیں ہوتی۔ وللہ الحمد

قرائے کرام کی خدمت میں

قرآن وحدیث کی روشنی میں کائنات کا بہترین شخص قرآن کا قاری اور

استاذ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے قرآن والوں کو اللہ والا قرار دیا ہے۔قرآن و حدیث میں جہاں اہل قرآن کی عزت وعظمت اور شان کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں ان کو ریاکاری اور تکلّف کی وجہ سے سخت وعید بھی سنائی گئی ہے اور جس شخص کے ساتھ سب سے پہلے جہنّم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا وہ قرآن کا قاری ہی ہوگا۔

ہمارے قرائے کرام کو ہر قسم کے تکلّفات سے نکل کر نہایت اخلاص کے ساتھ اور جو قدرتی انداز ہے اس میں قرآن مجید کی تلاوت کرنی چاہیے...... کانوں میں انگلیاں دے کر اور لال پیلے ہو کر قرآن کی تلاوت کرنا کسی صورت بھی درست نہیں ہے۔ اور جہاں تک وطن عزیز میں ہمارے قرائے کرام کا کردار ہے تو اس وقت تلاوتِ قرآن اور قراءت قرآن کے حوالے سے ہمارے قرائے کرام کا ذوق پہلے کی نسبت بہت عمدہ ہے۔ اس وقت ہمارے اکثر اداروں میں قرائے کرام نہایت عمدہ خدمات سرانجام دیتے ہوئے قراءت وتجوید اور مشق کے ساتھ بچوں کے مستقبل کو روشن کر رہے ہیں۔

ماضی قریب میں ایک نہایت خطرناک روش تھی کہ قاریٔ قرآن عالم نہیں ہوتا تھا اور عالمِ قرآن قاری نہیں ہوتا تھا۔سبعہ عشرہ کے ماہر قرآن کے ترجمہ تک سے بے خبر تھے اور علوم وفنون کے علما قلقلہ اور غنّہ بھی اچھی طرح کرنا نہیں جانتے تھے۔لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اب یہ تفریق کافی حد تک مٹ گئی ہے۔علمائے کرام بھی تجوید کے اہم ابتدائی قواعد کو جانتے ہیں اور قرائے کرام بھی قرآن کے ترجمہ وتفسیر کی طرف راغب ہو گئے ہیں۔

ایک بہت بڑی غفلت بدستور جاری ہے کہ ہماری خواتین اور طالبات قرآن پاک کی قراءت اور تجوید میں حد درجہ کمزور ہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہی ہے

کہ طالبات کے مدارس میں اور جن مساجد میں بچیوں کو قرآن پاک کی تعلیم دی جاتی ہے، ان کو اصول وقواعد کے مطابق نہیں پڑھایا جاتا جس کی وجہ سے قرآن پاک کی تلاوت اور قراءت میں نکھار پیدا نہیں ہوتا...... البتہ ''الہدیٰ'' کی فاضلات اور معلمات کا حال بہت بہتر ہے۔ اس لیے کہ وہاں تجوید اور قرأت کا خاصا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہماری معلّمات، جامعات کی ناظمات اور علم تجوید میں مہارت رکھنے والی خواتین کو اس طرف خصوصی توجہ کرنی چاہیے اور اسی طرح ہم یہ سمجھتے ہیں اس شعبے میں مزید بہتری کے لیے درج ذیل امور کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

① ...... قرائے کرام کی اپنی منزل نہایت پختہ اور مضبوط ہونی چاہیے۔ اس معاملے میں ذرا سی غفلت بھی اپنے اور بچوں کے مستقبل کے لیے نقصان دہ ہوسکتی ہے کیونکہ ہم نے متعدد بار اس بات کا تلخ تجربہ کیا ہے کہ جن قرائے کرام کا قرآن مجید کے ساتھ قلبی لگاؤ نہیں ہوتا...... اور بالخصوص وہ تنہائی میں اپنی منزل نہیں دوہراتے ان کے ہاں پڑھنے والے بچے بھی حد درجہ ناپختہ اور آوارہ مزاج ہوتے ہیں۔

② ...... قرائے کرام کو کم از کم قرآن مجید کا لفظی ترجمہ اور مختصر تفسیر کا لازمی طور پر علم ہونا چاہیے...... صرف رٹے رٹائے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے نہ حلاوت ملتی ہے اور نہ انسان صحیح معنوں میں فضیلت کا حقدار ٹھہرتا ہے۔ قرآن و حدیث میں جہاں کہیں بھی قرآن کے حافظ یا قاری کا تذکرہ کیا گیا ہے تو اس سے مراد صرف رٹے رٹائے الفاظ نہیں۔ بلکہ ایک صحیح حدیث میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا واضح فرمان موجود ہے کہ ایسے شخص کے لیے ہلاکت ہے جو سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کو پڑھتا ہے اور اس پر غور وفکر نہیں کرتا اور اسی طرح ایک خطرناک وعید سناتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ میری امت کے اکثر منافق '' قُرّاء '' میں سے ہوں گے۔

بلکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں ایک حدیث کو نقل فرمایا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وَإِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ رَجُلًا فَاجِرًا جَرِيْئًا ، يَقْرَأُ كِتَابَ اللهِ وَلَا يَرْعَوِيْ إِلَى شَيْءٍ مِّنْهُ [1]

اور بدترین لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو بڑا فاجر اور جسارت کرنے والا ہوتا ہے وہ بظاہر قرآن مجید تو پڑھتا ہے مگر اس کی کسی بات پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔''

اور اس سلسلہ میں امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نہایت خوبصورت بات تحریر کرتے ہیں کہ

أَهْلُ الْقُرآنِ هُمُ الْعَالِمُوْنَ بِهِ ، الْعَامِلُوْنَ بِمَا فِيْهِ وَإِنْ لَّمْ يَحْفَظُوْهُ عَنْ ظَهْرِ قَلْبٍ فَأَمَّا مَنْ حَفِظَهُ وَلَمْ يَفْهَمْهُ وَلَمْ يَعْمَلْ بِمَا فِيْهِ فَلَيْسَ مِنْ أَهْلِهِ وَإِنْ أَقَامَ حُرُوْفَهُ إِقَامَةَ السَّهْمِ [2]

''قرآن والے وہ ہیں جو اس کا علم رکھنے والے ہیں اور جو اس میں ہے اس میں عمل کرنے والے ہیں، خواہ انھیں قرآن زبانی یاد نہ بھی ہو اور جس شخص نے بغیر فہم کے قرآن کو حفظ کیا اور اس کے مطابق عمل نہ کیا تو وہ قرآن والا نہیں ہے خواہ اس کے حرفوں کو تیر کی مانند سیدھا کرتا ہے۔''

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] مسند احمد: 3/41

[2] زاد المعاد: 1/327

فَمُجَرِّدُ التِّلَاوَةِ وَالْحِفْظِ لَا يُعْتَبَرُ إِعْتِبَارًا يُتَرَتَّبُ عَلَيْهِ الْمُرَاتِبُ الْعُلْيَةُ فِي الْجَنَّةِ الْعَالِيَةِ [1]

''محض قرآن کو پڑھ لینا اور حفظ کر لینا وہ قدر و منزلت نہیں رکھتا کہ جس کی وجہ سے بہشت بریں میں بلند مدارج حاصل ہو جائیں۔''

اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ تلاوت کی روح یہی ہے کہ مسلمان اسے نہایت شوق اور تعظیم سے کرے اور آیات کے معنی ومفاہیم پر غور کرے۔ایک بے خبر اور بے علم شخص کی طرح محض الفاظ پڑھنے والا اصل خیر سے محروم ہو جاتا ہے، اگرچہ محض تلاوت کا ثواب بھی ضرور ہوتا ہے۔ [2]

اور اگر پوری دیانتداری سے غور کیا جائے تو یہ بات نہایت تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے کہ جو شخص صبح وشام حفظ کلاس پڑھتا ہو اور خود اسے ایک رکوع کا ترجمہ بھی نہ آئے...... لمحہ فکریہ......

③...... ربانی حافظ نہ کہ رمضانی: قرآن صرف تراویح میں سنانے کے لیے نہیں اترا اور نہ قرآن کی تلاوت کا مہینہ صرف ماہِ رمضان ہے، بلکہ اس نورانی اور انقلابی کتاب کو ہر روز اور ہر لمحہ پڑھتے رہنا چاہیے، اسی سے زندگی میں نور پیدا ہوتا ہے اور صحیح حدیث کے مطابق یہی تلاوت قرآن انسان کے لیے توشہ آخرت ہوگی۔

لیکن ہمارے ہاں اکثر قرائے کرام کی عادت ہے کہ وہ صرف رمضان کے قریب اپنی منزل کو دہرانا شروع کرتے ہیں۔ پورا سال قرآن پاک کی منزل نہیں

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوۃ: 4/354

[2] حجۃ اللہ البالغۃ: 1/67؛ اسی طرح اہل علم کا کہنا ہے: لَا خَيْرَ فِيْ قِرَاءَةٍ لَيْسَ فِيْهَا تَدَبُّرٌ ''ایسی قرأت میں خیر نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے جو بغیر غور وفکر کے کی جائے۔

دوہراتے...... یہ غفلت بھی نہایت بے برکتی کا باعث ہے۔ نیک اور صالح قرائے کرام کم ازکم روزانہ ایک پارے کی تلاوت اور دوہرائی تو ضرور کرتے ہیں...... اور پھر وہ اپنے شاگردوں کو بھی اسی بات کی تلقین کرتے ہیں...... لیکن اب ہم دیکھ رہے ہیں اکثر حفاظ میں بلاناغہ منزل دوہرانے کی عادت نہیں رہی...... اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جیسا استاذ...... ویسے اس کے شاگرد......

اخلاق اور کردار سب سے بہتر

جس طرح قرآن کا قاری پوری کائنات میں سب سے بہتر ہے، اسی طرح اس کا اخلاق اور کردار بھی سب سے بہتر ہونا چاہیے...... اس کی نماز سب سے بہتر ہو...... اس کی تنہائی سب سے بہتر ہو...... اس کے معاملات سب سے بہتر ہوں...... درگزر، معافی اور دل کی صفائی میں وہ سب سے بہتر ہو۔

جب اللہ تعالیٰ نے قرآن کے قاری کو سب سے بہتر بنادیا تو پھر اس کا بھی حق ہے کہ وہ اپنے عمل سے ثابت کردے کہ واقعۃً میں معاشرے کا ایک بہتر انسان ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حفظ کرنے والے طلبا بھی مثالی تربیت کے مالک ہوتے ہیں اور عوام کے دلوں میں بھی قرآن اور اہل قرآن کی محبّت مزید بڑھتی چلی جاتی ہے۔ لیکن نہایت افسوس کہ ہمارے بعض قرائے کرام کا کردار نہایت سطحی ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ اس پاکیزہ جماعت کے لیے بدنامی کا باعث بنتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی وعید کے حقدار ٹھہرتے ہیں کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ میری امت کے زیادہ منافق قراء میں سے ہوں گے۔

داڑھی منڈھانا، چندے کے معاملات میں احتیاط سے کام نہ لینا، اپنی

ڈیوٹی کو بخوبی سرانجام نہ دینا، چھوٹے بچوں سے ضرورت سے زیادہ بے تکلفی کرنا. بچوں کے گھروں سے پیسے منگوانا۔ بلا ناغہ منزل نہ دوہرانا یہ سب نفاق کی طرف لے جانے والی غفلتیں ہیں۔

عرب مشائخ کی ایک اچھی روش

ہمارے وہ مشائخ جو علم وفضل میں نام اور اونچا مقام رکھتے ہیں ان کو ہمہ وقت طلبا کے ساتھ رہنا چاہیے۔ کسی صورت بھی انتظامی معاملات میں اپنے وقت کو مصروف نہیں کرنا چاہیے۔ عرب ممالک میں دیکھا گیا ہے کہ کبار مشائخ جامعات میں تدریس کے بعد، تصنیف وتالیف کو وقت دے کر اس کے علاوہ بڑی بڑی مساجد میں حلقات قائم کرتے ہیں اور وہ ان حلقات میں عقیدہ، حدیث اور دیگر علوم وفنون کی اہم کتب پڑھاتے ہیں۔ طلبا سمیت عام لوگوں کی کثیر تعداد اس میں شامل ہوتی ہے۔ اور اگر یہی کام ہمارے ہاں ہمارے فاضل اساتذہ شروع کر دیں تو اس کی خیر و برکات ہماری سوچ سے بھی زیادہ ہیں۔

لیکن ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہماری کسی بھی مسجد میں ایسی کوئی مجلس نہیں کہ جہاں پر باضابطہ کسی اہم کتاب کا متن پڑھایا جاتا ہو اور طلبا، نو خیز علما، خطبا اور علم کا ذوق رکھنے والے عام افراد اس میں شریک ہوں۔ اس جیسے مبارک عمل سے ہمارے ذمہ داران کیوں غافل ہیں۔ اس کی حکمت آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آئی۔ البتہ اس مبارک سلسلے میں ہم جلیل القدر محدث حافظ عبداللہ ناصر رحمانی حفظہ اللہ اور حضرت العلام حافظ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ کے قدردان بھی ہیں اور ان کے لیے دعا گو بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے۔ انھوں نے کافی کتب کے متون پر دروس

دیئے ہیں اور امت کا بھلا کیا ہے۔ جزاہ اللہ عنا وعن اہل الاسلام خیرا۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

مَثَلُ الَّذِي يَتَعَلَّمُ الْعِلْمَ ثُمَّ لَا يُحَدِّثُ بِهِ كَمَثَلِ الَّذِيْ يَكْنِزُ الْكَنْزَ فَلَا يُنْفِقُ مِنْهُ [1]

''اس شخص کی مثال جو علم تو سیکھتا ہے مگر اس کو کما حقہ بیان نہیں کرتا۔ اس شخص جیسی ہے جو خزانے جمع کرتا ہے مگر اس میں سے خرچ نہیں کرتا۔''

یعنی خزانوں کو خرچ نہ کرنے والا جس طرح سخت وعیدوں کی زد میں ہے اسی طرح ایسا عالم اور خطیب بھی سخت گنہگار ہے جو اپنے علم پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کے لیے ہدایت کا سامان مہیا نہ کرے۔

ہمارے علما عملیات کی طرف توجہ فرمائیں

اس بات میں تو کوئی شبہ نہیں کہ کبھی کبھار انسان آفات و بلیات میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اس پر جناتی اثرات شروع ہو جاتے ہیں۔ تو ایسی صورت میں عام لوگ بدعمل عاملوں کے پاس جا کر دونوں جہاں برباد کر بیٹھتے ہیں...... اس لیے بہت ضروری ہے کہ ہمارے ثقہ علمائے کرام مسنون عملیات کی طرف اپنی رغبت پیدا کریں۔ آپ کی اس رغبت سے ہزاروں لوگ اور کئی خاندان راہِ راست پر آسکتے ہیں۔

ہمارے مشائخ اور علما نے اس شعبے میں وقت دیا اور نہ ہی عملیات میں کمال حاصل کرنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے...... اللہ معاف فرمائے...... آج کل شرکیہ دم جھاڑ اور تعویزات کی وبا برساتی ٹڈیوں کی طرح عام ہو چکی ہے۔ بڑے بڑے

[1] المعجم الاوسط: 1/213 ؛ سلسلہ احادیث صحیحہ: 3479

اچھے اور سچے عقیدے کے حامل لوگ بھی بری طرح اس کی زد میں آچکے ہیں۔

اور ہم یہاں یہ اصلاح وضاحت کے ساتھ کر دینا چاہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ایسے عملیات کرنے والے لوگ کہ جنہوں نے قوم کو تعویذات کی طرف دھکیل دیا ہے اور ان کو پڑھائی کیے ہوئے کڑے اور دھاگے پہنا دیئے ہیں ایسے لوگ جہاں مسلم معاشرے پر ظلم کر رہے ہیں وہاں وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی مجرم ہیں۔ نہ جانے نام نہاد عاملوں کو ان کا ضمیر کس طرح اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ قرآنی آیات اور مسنون اذکار کو چھوڑ کر کاغذوں، دھاگوں اور کڑوں پر اعتماد کر لیا جائے۔ یہ طریقہ علاج جہاں غیر شرعی خودساختہ ہے وہاں مسلم معاشرے کو بری طرح بے عمل بنا رہا ہے اور اس وقت ہمارے گردوپیش سینکڑوں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں کہ جو دل کی حضوری کے ساتھ زبان سے اللہ تعالیٰ کے ذکر کا اہتمام نہیں کرتے بلکہ وہ تعویزوں اور دھاگوں کو ہی اپنے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

تجارت پیشہ عاملوں نے عملیات کی خودساختہ راہیں نکال کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے توڑ دیا ہے جب کہ ایسے لوگوں کا فرض تھا کہ وہ معاشرے کی صحیح صحیح رہنمائی کرتے اور لوگوں کے دلوں میں مسنون اذکار کی پابندی کا شوق پیدا کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ روحانی وجسمانی بیماریوں کا علاج قرآنی آیات اور اذکار سے کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روزمرہ کا طریقہ تھا، آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جو بھی آپ کے پاس کسی روحانی وجسمانی مرض کی شکایت لے کر آتا آپ اس کو پڑھنے کے لیے اذکار اور وظائف ہی دیا کرتے تھے اور وہ چند دنوں میں ایسا ہو جاتا کہ گویا کہ اسے کوئی مرض لاحق ہی نہیں ہوا، بیماروں کو شفا ملتی، تنگ دست خوش حال ہوتے، مقروضوں کے قرض اترتے اور ہر حاجت مند

کی حاجت ذکرواذکار کی برکت سے پوری ہو جاتی۔

آج ہمیں بھی پورے یقین سے اس مبارک اور پاکیزہ طریقہ علاج کو اختیار کرنا چاہیے اور بالخصوص کبار علما کو اس شعبے میں ضرور وقت دینا چاہیے کیونکہ ان کے عقیدہ وعمل میں برکت ہے اور لوگوں کو ان سے عقیدت بھی ہے۔

اسلام کی رُو سے بھی ادویات کی بنسبت ہمارا زیادہ اعتماد قرآنی پڑھائی اور اذکار پر ہونا چاہیے......اس سے ہمیں کم از کم پانچ فائدے ضرور حاصل ہوں گے:

(1)...... قرآنی وظائف اور نبوی اذکار سے علاج معالجہ کرنے سے تمام لاعلاج بیماریاں ختم ہو جاتی ہیں۔

(2)...... مسلمان کو عجیب قسم کی روحانی حلاوت، لذت اور مٹھاس نصیب ہوتی ہے جو کسی قیمتی میڈیسن میں بھی نہیں۔

(3)...... اجروثواب اور نیکیوں کے انبار لگ جاتے ہیں۔

(4)...... شفا کے حصول کے لیے پڑھے ہوئے اذکار قیامت کے روز بھی عزت اور سعادت کا باعث ہوں گے۔

(5)...... اور انہی اذکار سے اللہ تعالیٰ کی جنت میں درجات بھی بلند ہوں گے۔

(6)...... علاج معالجے میں ہر قسم کے شرکیہ عمل سے دور رہیں اور اسی طرح اپنی پوری توجہ مسنون اذکار پر مرکوز رکھیں۔

نیز یاد رہے......! اس شعبے کو تجارت بنانے کی بجائے عبادت کے درجے پر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت برکت عطا کرے گا۔ جن عامل حضرات کی فیسیں باٹا کی طرح بہت اونچی ہیں اور وہ بے بس مریض لوگوں کی بے بسی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں

وہ اس حقیقت کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ بہت جلد موت اور بے بسی کی گھڑیاں ان پر بھی آنے والی ہیں۔.....اور دنیا مکافاتِ عمل کا نام ہے کسی دھوکے میں نہ رہیں۔

بچیوں کے مدارس اور ہماری معلّمات

جماعتی طور پر بہت سے کام نہ ہونے کی وجہ سے جہاں عملی فقدان ہے وہاں بہت سی خرابیاں بھی جنم لے رہی ہیں۔ان میں سے ایک خرابی یہ بھی ہے کہ بچیوں کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے ہر علاقے میں معقول جامعات اور مدارس کا اہتمام موجود نہیں.....اکثر بچیوں کے مدارس نام کے ہیں اور ذمہ داران نے صرف کھانے پینے کا بہانہ بنا رکھا ہے یاد رہے چندہ خوری کا انجام بہت بدتر ہے غلط فہمی میں نہ رہنا

بچیوں کے مدارس اور سیّدات ،معلّمات حفظهن الله تبارك وتعالىٰ کے متعلق چند اہم ضروری اصلاحات ہیں ان پر غور فرمالیں۔

①..... بھرپور کوشش کریں کہ ہاسٹل میں بیرونی بچیوں کو نہ رکھیں ،قرب وجوار میں مدارس کی قلّت کے پیش نظر آپ کے ہاں ہاسٹلز کی سہولت موجود ہے تو ازراہِ کرم جہاں مدرسے کے داخلی معاملات پر گہری نظر رکھیں وہاں اپنے ادارے کی سکیورٹی کا نظام حد درجہ سخت بنائیں.....بچیوں کا معاملہ نہایت نازک اور حساس ہے .....کسی بھی غیر محرم کا داخلہ جامعہ کے اندر ہمیشہ کے لیے بند کردیں.....اسی میں عافیت ہے،قوم کی بیٹیاں ہماری بیٹیاں ہیں اور ان کی عزت ،عفت اور آبرو،ضرورت اور مستقبل کا خیال رکھنا ہم سب پر فرض ہے

②..... مدارس کی طالبات کے پاس موبائل کی سہولت بالکل بھی نہیں ہونی چاہیے اور اس سلسلے میں ایک تلخ حقیقت سے آگاہ رہیں کہ بعض بچیوں کے مدارس سے یہ تکلیف دہ شکایت ملی ہے کہ بعض بچیاں چوری چھپے چھوٹا سا موبائل اپنے پاس رکھتیں ہیں

اور بوقتِ ضرورت اپنی سہیلیوں کو بھی نامناسب کالز کی سہولت مہیا کرتی ہیں۔

③...... کسی بھی معلمہ اور مبلغہ کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ شہر سے باہر دور دراز علاقوں میں اکیلی سفر کرتے ہوئے تبلیغ کے لیے جائے...... یا ڈرائیور کے ساتھ سفر کرے اور یہ بھی بہت بڑی قباحت اور ظلم کی بات ہے کہ مدرسہ کی ایک دو جوان بچیوں کو ساتھ لے کر دوسرے شہروں کی طرف تبلیغ کے لیے نکلا جائے۔

④...... مبلغات کو وعظ و نصیحت اور بیان میں نہایت سادہ اسلوب رکھنا چاہیے۔ اس سلسلے میں محترمہ فرحت ہاشمی حفظہا اللہ، باجی نگہت ہاشمی حفظہا اللہ کا اندازِ بیان قابل تقلید ہے...... ہمارے ہاں بعض مبلغات اپنے معروف خطبا کی نقلیں اور طرزیں اتارنا شروع کر دیتی ہیں یہ نہایت نامناسب عمل ہے۔ شریف خاندانی اور صالح مبلغات کو ایسے تکلفات سے گریز کرنا چاہیے۔ اپنی آواز اور اپنے وجود کو مکمل پردے میں رکھیں اور ہر قسم کے تکلّف سے اپنے دامن کو بچا کر رکھیں۔

اور اسی طرح شہر شہر پھرنے کی بجائے اپنے گھر کی چار دیواری اور اپنے مدرسہ کو معیاری بنانے کی کوشش کریں اور اگر امر مجبوری کہیں وعظ و نصیحت کے لیے جانا بھی پڑ جائے تو بغیر محرم کے ہرگز سفر نہ کریں۔

بچیوں کے مدارس کے حوالہ سے ہماری محترمہ باجی ثریا رحمہا اللہ، باجی رقیہ رحمہا اللہ، باجی خالدہ رحمہا اللہ اور اسی طرح جامعہ فاطمۃ الزہرا تتلے عالی کی خدمات کسی صورت بھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔

اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ماہِ محرم الحرام

اس وقت ناصبیّت کا زہر بہت زیادہ پھیل رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ

بعض حضرات تحقیق کے نام پر ناصبیّت کو فروغ دے رہے ہیں۔

علمائے حق کو یہ گہری سازش بھانپ لینی چاہیے اور رسول اللہ ﷺ کے خاندان کی عزت وعظمت اور مقام ومرتبے کو بچانے کے لیے ہر قربانی پیش کرنی چاہیے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہمارے علما اس حوالے سے بھی میدان عمل میں ہیں۔

دنیا جانتی ہے...... کہ اصحابِ رسول رضی اللہ عنہم اجمعین کا مقام ومرتبہ اور ان کی عزت کا دفاع کرنے والے بھی ہم ہیں اور آل رسول کی عظمتوں کے پاسبان بھی ہم ہی ہیں۔ یہ فلسفہ ہماری سمجھ سے باہر ہے کہ جب اصحابِ رسول کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبانِ اطہر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ، ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما کا مقام ومرتبہ درجہ بہ درجہ کھل کر بیان کیا ہے ہمیں بیان کرنے میں کیا خطرہ لاحق ہے......؟

ہمیں بہت حیرت ہوئی ایک علامہ صاحب کی بات سن کر وہ فرمانے لگے:

ہم محرم الحرام میں شان علی اور مقامِ حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس لیے بیان نہیں کرتے کہ اس سے شیعیت کو تقویت ملتی ہے...... افّ لکم ولما تقولون...... انا للہ انا الیہ راجعون۔

ہماری رائے کے مطابق یہی تو موسم ہے آل علی کی شان اور ان کا عقیدہ بیان کرنے کا۔ آپ فریق مخالف کی کتابوں سے دلائل کی روشنی سے ان کا عقیدہ اور شان بیان کریں تاکہ لوگوں کی جعلی عقیدے سے جان چھوٹے اور ان کو اہل بیت اور آل علی کے اصل عقائد اور حقیقی مقام ومرتبے کی پہچان ہو۔

ازدواجی اور گھریلو زندگی

نیک بیوی اور صالح اولاد زندگی کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کی رفیقہ حیات صبر، شکر کرنے والی، خوش اخلاق اور عبادت گزار ہے

اور جس کی اولاد نماز کی پابند اور فرمانبردار ہے۔جن خطبائے کرام کو صالح بیوی اور صالح اولاد نصیب ہوگئی گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں دین و دنیا کے سب خزانے عطا کردیئے۔ ہماری دلی دعا بھی یہی ہے کہ جتنے بھی دین کے داعی ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو بیوی بچوں کی طرف سے سکون عطا فرمائے اور ان کے گھروں کو جنت کا گہوارا بنائے۔آمین!

لیکن عمومی طور پر دیکھا گیا ہے کہ دین کا کام کرنے والوں میں سے بھی کچھ لوگ گھریلو مسائل میں بہت زیادہ پریشان ہی ہوتے ہیں اور اس میں وہی قصوروار نہیں ہوتے، کبھی کبھار بد دماغ اور نافرمان عورت انسان کی ساری زندگی کو جہنم بنادیتی ہے۔ جب گھر میں عورت فیشن پرست، ناشکری اور گلے شکوے کرنے والی ہوتو اولاد کی تربیت ناممکن ہوجاتی ہے۔اگر ہمارا کوئی خطیب یا عالم اس الجھن اور پریشانی میں مبتلا ہے تو اسے ہم یہی نصیحت کریں گے کہ وہ طلاق دینے سے آخر حد تک گریز کرے کیونکہ بالخصوص خطیب، عالم اور واعظ جس قدر باعمل کیوں نہ ہو، ایسے پریشان شخص کے لیے اپنے آپ کو عورت کے مقابلے میں سچا ثابت کرنا بہت مشکل ہوتا ہے اور ویسے بھی بیوی بچوں کے پروپیگنڈوں کا سامنا ایک مشکل بات ہے۔

پس آپ دین کے لیے دن رات کام کرتے ہوئے اپنے بیوی بچوں کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو کسی صورت بھی ضائع نہیں کریں گے، بلکہ آپ کو اس آزمائش پر صبر کرنے کی وجہ سے دہری برکتیں نصیب ہوں گی۔ نیز قرآن پاک کی اس آیت کو ہمیشہ اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہوئے اس پر عمل کرتے رہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ

عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ○ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ [1]

''اے ایمان والو! تمہاری بعض بیویاں اور بعض اولا دتمھارے دشمن ہیں، پس تم ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخش دو تو اللہ بخشنے والا ،رحم کرنے والا ہے۔ تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش کی چیزیں ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔''

باقی از راہِ کرم آپ سے یہی امید ہے کہ حسنِ سلوک کے جو واقعات آپ منبر و محراب پر بیان کرتے ہیں، گھر کی چار دیواری میں ان پر بھرپور عمل کرنے کی کوشش کریں۔ بہت جلد پُرسکون زندگی کو پانے والے بن جائیں گے۔

سامعین کو خوش کرنا مقصد نہیں

ہمارے بعض خطبا کی سوچ ،فکر اور منزل بہت ادھوری ہوتی ہے ،وہ سمجھتے ہیں کہ اصل خطاب وہ ہے جس سے مجمع...... عش...... عش...... کر اٹھے۔

سامعین کی طرف سے ......واہ......واہ...... کی صدائیں بلند ہوں، یہی وجہ ہے ہمارے بعض خطبا شعر و شاعری ،گردان بازی ، ناشائستہ لطیفے اور ایسے ایسے نامناسب جملے کہہ جاتے ہیں کہ شرم و حیا والا سنجیدہ انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ بازاری زبان اور جاہلانہ طور طریقے اور لب و لہجے آہستہ آہستہ ہمارے مقدس اسٹیج پر بھی پہنچ رہے ہیں۔

---

[1] التغابن: 27

اللہ کے بندو......! سامعین کی فرمائشیں پوری کرنا اور لوگوں کو خوش کرنے کے چکروں میں رہنا سراسر ہلاکت اور بربادی کا راستہ ہے......

خدارا......! علم وعمل اور ذکر وفکر کی بات کیا کریں۔

☆......اوّل تا آخر پورے بیان میں نہایت سنجیدہ لب ولہجہ رکھیں،

☆......دلائل کے انبار لگا دیں۔

☆......دلائل دیتے ہوئے فریق مخالف کو زچ اور ذلیل نہ کریں۔

☆......اپنے ہر مضمون کو علمی نکات کے ساتھ نکھارنے کے لیے دن رات ایک کر دیں۔

☆......اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اچھی آواز دی ہے۔

☆......اور پھر موقع بھی عطا کیا ہے۔

☆......لوگ بھی آپ کو محبّت وعقیدت سے سنتے ہیں۔

☆......تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ اپنا اور ان کا وقت ضائع کریں۔

☆......اللہ کے لیے......صرف فنکاری......اور اداکاری چھوڑ دیں۔

☆......اللہ تعالیٰ سے ڈر جائیں......! آپ کے ہر جلسے کی رپورٹ اللہ کی بارگاہ میں بھی پیش ہوتی ہے۔ واللہ سریع الحساب۔

یاد رکھنا......! کبھی نہ بھولنا......اللہ تعالیٰ صرف اور صرف اخلاص والے، اتباع والے سنجیدہ عمل کو قبول کرتے ہیں......

آپ کہاں کھڑے ہیں......؟ اور کیسی خطابت کر رہے ہیں......؟ سوچئے، سمجھئے اور اپنے آپ کو بدلنے کا موقع صرف یہی ہے۔ وقت گزر جانے کے بعد کچھ بھی آپ کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ ... وفقنا لما تحب وترضى. ربنا لا تؤاخذنا إن نسينا أو أخطأنا

خطبائے کرام کو مایوس نہیں ہونا چاہیے

اسلاف میں سے کسی کا قول ہے کہ انسان دو چیزوں کی وجہ سے ہلاک ہو جاتا ہے۔ ایک چیز کا نام عُجب ہے اور دوسری چیز کا نام مایوسی۔ دعوتی میدان میں قدم رکھنے والے سچے داعی کو کسی صورت بھی مایوس نہیں ہونا چاہیے۔

ہمارے بعض بھائی تنخواہ کی کمی کی وجہ سے ہمہ وقت پریشان ہی رہتے ہیں اور کئی اس وجہ سے بھی افسردہ رہتے ہیں کہ ان کے دعوتی پروگرام زیادہ نہیں ہوتے اور کچھ احباب تو ہمہ وقت مستقبل کی فکر اور اندیشوں میں الجھے اور اٹکے رہتے ہیں۔ جبکہ یہ ساری باتیں بے دینی اور جہالت پر مبنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جیسا بھی منبر و محراب، جیسی بھی آواز اور صلاحیت دی ہے بس اس کے مطابق اخلاص کے ساتھ محنت کرتے ہوئے اپنی آخرت بنائیں۔ جو خطبائے کرام دین کی آڑ میں دنیا کمانے اور بنانے کے چکروں میں ہوتے ہیں۔ ان کے ہاتھ کچھ بھی نہیں آتا......

یاد رکھیے......!

دنیا کا سب دنیا میں رہ جائے گا...... اگر آپ اپنے وعظ اور خطاب پر مطالبہ کرنے والے لالچی اور حریص خطیب ہیں تو آپ کی سب محنت ضائع ہے اور آپ کا ذکرِ خیر بھی ہمیشہ کے لیے مٹ جائے گا۔

...... کیونکہ پیسے کے پتر کو کوئی یاد نہیں رکھتا اور ایسے خطیب کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بددعا ہے کہ اس کو کبھی سکون نہ ملے اور وہ برباد ہو جائے۔

لوگ بھی جلسے کے بعد ایسے مانگت خطبا کو ہزاروں باتیں کرتے ہیں، کیونکہ وہ اپنی گھٹیا حرکتوں کی وجہ سے ہر کسی کی نظر میں گر چکے ہوتے ہیں۔ تاریخی شواہد

اور موجودہ حقائق نے اس بات کو سو فیصد ثابت کر دیا ہے وہی خطیب حقیقی عزت پاتے ہیں جو خوددار مزاج اور اللہ والے ہوتے ہیں، جن کی نظریں جلسہ کی انتظامیہ کی طرف نہیں ہوتیں، بلکہ ان کی نگاہیں آسمان کی طرف ہوتی ہیں کہ ہمیں قبولیت اور شاباش صرف اور صرف ایک اللہ ہی سے چاہیے۔

مایوس کون ہوتے ہیں......؟

کوئی شخص اللہ کے دین کا داعی ہو اور پھر وہ مایوسی والی زندگی بسر کر رہا ہو ......ایسا نہیں ہوسکتا۔ یقیناً کہیں نہ کہیں کمی کوتاہی اور خامی ضرور ہے اور ہمارے سروے کے مطابق صرف انھی خطبا کو مایوسی کا سامنا ہوتا ہے:

☆......جن کے اخلاص میں کمی ہوتی ہے۔

ان لوگوں کے ساتھ مایوسی کا کیا تعلق ہے جن کا مقصد ہی عرش وفرش کے داتا ومولا کو خوش کرنا ہے...... مایوس تو وہ ہوتے ہیں جو دنیا کے چھلکوں کے لیے مارے مارے پھرتے ہیں۔

☆...... جو علم میں محنت نہیں کرتے۔

علم والے مایوس کیوں ہوں......؟ کہ جن کے پاس ایک ایسا چراغ ہے کہ جس کی موجودگی میں کوئی اندھیرا باقی نہیں رہتا۔ صاحب علم تو صاحبِ توکل ہوتے ہیں اور مایوسی ان کے قریب بھی نہیں آتی۔ ہمیشہ مایوس وہی ہوتے ہیں جو علم میں محنت نہیں کرتے۔

☆...... جو عمل چور ہوتے ہیں۔

جس شخص نے اپنے آپ کو نیک اعمال میں کھپا رکھا ہے اس سے مایوسی کا کیا

تعلق ہے......؟ وہ تو اصل سرمایہ دار ہے، وہی آخرت کا تاجر ہے اور دنیا کی سب عزتیں بھی سب اسی کے نام ہیں۔ ہمیشہ مایوس وہی ہوتے ہیں جو علم چور ہوتے ہیں۔

☆......اور جو دنیا میں اپنی آخرت بنانے کے لیے نہیں جیتے۔

اِن هولاء يحبون العاجلة ويذرون ورآءهم يوما ثقيلا

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو حق سچ سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اصلاح کی ساتویں راہ

امام الانبیاء ﷺ کا فرمان ہے:

إِنَّ مِنْ أُمَّتِيْ قَوْمًا يُعْطَوْنَ مِثْلَ أُجُوْرِ أَوَّلِهِمْ ، يُنْكِرُوْنَ الْمُنْكَرَ ❶

''بلاشبہ میری امت میں سے ایسے لوگ ہوں گے جنھیں پہلے لوگوں جیسا اجروثواب ملے گا وہ برائی سے روکتے تھے۔
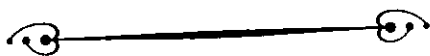
امام اہل سنّت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا فرمان:

لَا نَزَالُ بِخَيْرٍ مَا كَانَ فِي النَّاسِ مَنْ يُّنْكِرُ عَلَيْنَا

''ہم ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک لوگوں میں سے (اچھے لوگ) ہماری کوتاہیوں کی اصلاح کرتے رہیں گے۔'' ❷

❶ مسند احمد: 5/375 ؛ سلسلہ احادیث صحیحہ: 1700

❷ الآداب الشرعية: 1/173

زَمَنُ الْفِتَنِ ... ''فتنوں کا دور''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی ایک فتنوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند احادیث کا آپ بغور مطالعہ فرمالیں:

1 ...... سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''جب تم پر اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح فتنے ٹوٹ پڑیں گے تو ان فتنوں سے سب سے زیادہ محفوظ (دو قسم کے لوگ ہوں گے) 1 ...... (پہاڑوں کی) بلند و بالا چوٹیوں پر نکل جانے والا آدمی جو بکریوں کے ذریعے روزی کمائے گا اور 2 ...... وہ آدمی جو شاہراہِ حیات سے ہٹ کر اپنے گھوڑے کی لگام تھام کر (کسی سرحد پر فروکش ہوکر) اپنی تلوار کے (مالِ غنیمت کے) ذریعے روزی کمائے گا۔'' [1]

2 ...... حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت سے قبل ''ھرج'' ہوگا۔ کسی نے پوچھا ''ھرج'' کا کیا معنی ہے......؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کا معنی قتل ہے۔ نیز اس سے مراد تمہارا مشرکوں کو قتل کرنا نہیں ہے، بلکہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنا ہے (اور بات یہاں تک جا پہنچے گی کہ) آدمی اپنے پڑوسی کو، بھائی کو، چچا کو اور چچازاد کو قتل کر ڈالے گا'' صحابہ نے کہا: کیا اس وقت ہم میں عقل باقی ہوگی......؟ فرمایا: اس زمانے والوں کی عقلیں سلب کر لی جائیں گی، وہ بے وُقوف لوگ ہوں گے، ان کی اکثریت اپنے آپ کو بزعم خود کسی حقیقت پر خیال کرے گی، لیکن وہ کسی حقیقت پر نہیں ہوں گے۔

---

[1] مستدرک حاکم: 92،93/ 2 : سلسلہ احادیث صحیحہ: 1478

سیّدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر ایسے ایام ہم کو پالیں تو ان سے راہِ فرار کا ایک ہی طریقہ ہوگا کہ جیسے ہم داخل ہوئے ایسے ہی وہاں سے نکل آئیں، نہ کسی کا خون بہائیں اور نہ کسی کا مال چھینیں۔ [1]

3 ...... سیّدنا مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''سعادت مند انسان وہ ہے جسے فتنوں سے بچا لیا گیا اور وہ جسے ابتلا و آزمائش میں تو ڈال دیا گیا لیکن اس نے صبر کیا۔'' [2]

4 ...... سیّدنا ابوامیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''یہ چیز علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ حقیر و ذلیل لوگوں سے علم تلاش کیا جائے گا۔'' [3]

5 ...... سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اندھیری رات کی طرح چھا جانے والے فتنوں سے پہلے پہلے عمل کر لو، اس وقت آدمی بوقتِ صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر یا بوقتِ شام مومن ہوگا اور صبح کو کافر، وہ اپنے دین کو دنیوی ساز و سامان کے بدلے فروخت کر دے گا۔'' [4]

6 ...... سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبداللہ بن عمرو اس وقت تیرا کیا بنے گا جب تو گھٹیا اور ادنیٰ درجے کے لوگوں میں باقی رہ جائے گا، ان کے عہد و پیمان اور امانت و دیانت میں کھوٹ پیدا ہو جائے گی، وہ اختلاف و افتراق میں پڑ جائیں گے اور وہ اس طرح خلط ملط ہو جائیں گے۔

---

[1] سلسلہ صحیحہ: 1588

[2] ابوداود: 4263 ؛ سلسلہ صحیحہ: 975

[3] سلسلہ صحیحہ: 695

[4] صحیح مسلم: 118 ؛ سلسلہ صحیحہ: 785؛

پھر آپ نے اشارہ کرتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل کر دیا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے ایسے حالات میں کیا حکم دیں گے؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اپنی فکر کرنا اور لوگوں (کے معاملات میں) نہ پڑنا [1]

ان احادیث کی روشنی میں ہمیں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور ہر مسلمان جانتا ہے اور ہر سنجیدہ خطیب اچھی طرح سمجھتا ہے کہ موجودہ دور زَمَنُ الْفِتَنِ ... ''فتنوں کا دور'' اور فتنے بھی اس قدر خطرناک ہیں کہ ایک سے بڑھ کر ایک، ایسے پُرفتن دور میں کسی بھی باوقار اور باعمل سنجیدہ خطیب کی اصل کامیابی یہی ہے کہ وہ جہاں خود فتنوں سے دامن بچا کر رکھے، وہاں پورے معاشرے کو بھی فتنوں سے آگاہ کرے..... فتنوں سے بچانے کیلئے خوب جدوجہد کرے اور اس کے لیے دن رات ایک کرتے ہوئے اپنی تمام صلاحیتوں کو وقف کر دے۔ اللہ کی عظمت کی قسم......! یہ وقت کا عظیم جہاد ہے۔

عمومی طور پر یہی دیکھا جا رہا ہے کہ مال و زر اور شہرت کی بھوک بڑھتی جا رہی ہے۔ بامطالعہ گفتگو کرنے والے خطبا نہ ہونے کے برابر ہیں اور پھر ظلم در ظلم یہ ہے کہ جو شخص نہایت اخلاص کے ساتھ اصلاح کی کوشش کرے..... خامیوں کی نشاندہی کرے..... کامیابی اور بہتری کی راہ ہموار کرے..... اسی محسن اور مصلح کو تنقید کا نشانہ بنایا جاتا ہے..... وہ لوگ بھی عدم موجودگی میں الٹی سیدھی باتیں کرتے ہیں کہ جن کے لیے زبان کا غلط استعمال کسی طرح بھی حلال نہیں ہے۔ والی اللہ المشتکیٰ ... لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے لیے ہر ملامت کرنے والے کی ناجائز ملامت کو بھی برداشت کرتے ہیں۔ حق بات کہنے اور لکھنے سے آج تک کبھی مداہنت کی ہے اور نہ کبھی غفلت کا شکار ہوں گے۔ وذلك من فضل الله علينا

---

[1] سلسلہ صحیحہ: 206

ہمارے سمیت ہر عالم اس بات کی شدت کے ساتھ ضرورت محسوس کر رہا ہے کہ جماعتی سطح پر خطبا کی تربیت اور صحیح راہنمائی کے لیے بہت کام کرنے کی ضرورت ہے۔ خطبا میں بے راہ روی بڑھ جانے کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ جماعتی طور پر کسی قسم کا کوئی محاسبہ نہیں۔

کاش...... ! ہمارے اکابر اس کمی کو بھی اللہ کی رحمت سے پورا کر دیں۔

مندرجہ ذیل صفحات میں ہم نے چند خطرناک فتنوں کی طرف اشارہ کیا ہے، پوری سنجیدگی اور گہرائی سے ان کا مطالعہ کریں...... کوئی فاضل بھائی ہماری کسی بات کو زبردستی کھینچ کر خود پر ''فٹ'' کرے اور نہ ہی کسی دوسرے پر ''سیٹ'' کرنے کی ناپاک کوشش کرے، کیونکہ ہمیں اس بات کا بھی بخوبی علم ہے کہ کئی احباب بلا مقصد اپنی مجلسوں میں نشاندہی کرتے ہوئے بعض خطبائے کرام کے نام لیتے رہتے ہیں کہ یہ بات فلاں خطیب صاحب کو نشانہ بنا کر کی گئی ہے...... جبکہ یہ سب اٹکل پچو، وقت کا ضیاع اور بدگمانی کا پیش خیمہ ہے۔ اللہ کی توفیق سے کوئی ایک خطیب یا کوئی ایک شخصیت کبھی ہماری تنقید یا ہماری اصلاح کا ہدف نہیں، بلکہ اس سچائی اور حقیقت سے اللہ تعالیٰ بخوبی آگاہ ہے کہ مجموعی طور پر امتِ مسلمہ کے تمام دعاۃ، خطبا اور واعظین کی خیر کے لیے ہی سب کچھ تحریر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے گناہ معاف کرے ...... شر کے ہر دروازے کو بند کرتے ہوئے خیر کی تمام راہیں اور منزلیں آسان کر دے۔ آمین ثم آمین

فتنۂ عُجب

''عُجب'' کا مطلب ہے دل ہی دل میں خود کو بڑا سمجھنا۔ دوسروں کے وقار

اوران کی عزت کا خیال نہ رکھنا...... مجلس میں خود ہی کو نمایاں کرنے کی کوشش میں لگے رہنا...... اوراپنے ہی منہ سے اپنے ایسے ایسے کارنامے بیان کرنا کہ جیسے پوری دنیا کو ہدایت حضرت صاحب نے ہی بخشی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ایک فرمان کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہوسکتا ہے کہ تم اللہ کی توفیق سے ہمت کر کے گناہ کرنے چھوڑ دو اور مجھے خدشہ ہے کہ کہیں تم گناہ چھوڑ کر شکر اور تواضع کی جگہ ''عُجب'' کے فتنے میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ [1]

اس وقت یہ فتنہ بھی اپنے عروج پر ہے کہ ہر دوسرا شخص شاید یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ میں جماعت کی مجبوری ہوں...... میرے بغیر کانفرنس کے کامیاب ہونے کا سوال ہی پیدانہیں ہوتا...... میں نہ ہواتو رونق کیسے ہوگی......؟ انا للہ وانا الیہ راجعون

ایسی سب باتیں اور سب سوچیں اعمال اور مستقبل کو برباد کر دینے والی ہیں اوراسی طرح وعدہ خلافی ...... اسٹیج پر غیر سنجیدگی، سیاسی لوگوں جیسے ناز ونخرے...... غریب جماعتوں کی کال تک نہ سننا...... خطاب سے قبل مک مکا اور ٹک ٹکا کرنا...... یہ سب حرکتیں اور خرابیاں خود پسندی اور عُجب ہی کی پیداوار ہیں اور یہ وہی لوگ کرتے ہیں جو حددرجہ غیر سنجیدہ اور دبے پاؤں کبر کے مرض میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح اگر آپ خود پسندی کی مرض میں مبتلا نہیں ہیں تو آپ جس مسجد میں خطیب ہیں ،وہاں کی انتظامیہ کے نامناسب رویے آخر حد تک صرفِ نظر کر دیا کریں۔ اس صورت میں آپ کا وقار بڑھے گا۔ جو لوگ معمولی سی بات پر جواب دیتے ہوئے صرف اور صرف مفادات کی خاطر مساجد کو بے آباد کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں کو اللہ کی

---

[1] سلسلہ صحیحہ:658

بارگاہ کے لیے کوئی جواب تیار کر لینا چاہیے، کیونکہ یہ بہت بڑا جرم اور ظلم ہے...... کہیں بھی وعدہ دیتے ہوئے صرف اور صرف اللہ کی ذات اور اس کی رضا اور جنّت کی طلب کو اپنے سامنے رکھیں...... منہ ملاحظے کی نیکیاں اور یاری دوستی کو پالنے کے لیے وعدے دینا سراسر اخلاص کے منافی ہیں۔ایسی روش بلاشبہ مہلک ہے۔آج نہیں تو کل ،کل نہیں تو پرسوں...... انجام اچھا نہیں نکلے گا۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہم سب کو عقیدہ توحید وسنت کے ساتھ ساتھ عاجزی وانکساری اور اخلاص کے خزانے نصیب فرمائے اور ہمارے دلوں کو دین کی محبت سے سرشار کردے۔آمین ثم آمین!

فتنۂ ناصبیت

امام ابوبکر محمد آجری چوتھی صدی کے بہت بڑے محدث اور امام ہیں۔آپ کی ایک شاندار کتاب کا نام ''الشریعۃ'' ہے۔آپ نے اپنی کتاب میں باقاعدہ طور پر فضائل حسن وحسین کے نام پر ایک باب باندھا ہے۔اس میں آپ فرماتے ہیں: میں ان شاء اللہ ان دونوں شہزادوں کے فضائل بیان کروں گا جن سے ان کے سچے محبّ اور ہر مومن کا دل باغ باغ ہوگا اور آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔

وَيُسْخِنُ اللهُ الْعَظِيْمُ عَيْنَ كُلِّ نَاصِبِيٍّ خَبِيْثٍ بَاغِضٍ لَّهُمَا أَبْغَضَ اللهُ مَنْ أَبْغَضَهُمَا [1]

''اور اس سے اللہ عظیم ہر گندے ناصبی کو مصیبت اور تکلیف میں مبتلا کرے گا جو ان سے بغض رکھنے والا ہے۔اللہ اس سے بغض کرے جو ان دونوں سے بغض کرتا ہے۔''

[1] الشریعۃ: تحقیق عصام موسیٰ ہادی: 664

امام آجری رحمۃ اللہ علیہ کے اس حوالے کو یہاں نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اہل بیت سے دشمنی رکھنے والے کو ناصبی کہنے کی اصطلاح چوتھی صدی ہجری سے شروع ہو چکی تھی اور ناصبی ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اور بالخصوص آل علی اور سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق اپنے دل میں گھٹن رکھے اور سیّدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نام نہاد خلافت کہے یا حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا انکار کرے یا واقعہ کربلا کی آڑ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبے کو گرانے کی کوشش کرے، ایسی زہر آلودہ فکر کو ناصبیت اور اس فکر کے حامل کو ناصبی کہتے ہیں۔ [1]

الحمد للہ......! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک ہر اہل حدیث نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خانوادے، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے نواسوں حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا دل و جان سے احترام ہی کیا ہے۔ آپ اسلاف کی کتابوں کو پڑھ کر دیکھ لیں سب نے خانوادۂ نبوت کے شہزادوں کے علم و فضل کا اعتراف ہی نہیں کیا، بلکہ ان کی سیرت، للّٰہیت اور تقویٰ و طہارت کو اپنے لیے مشعلِ راہ سمجھا...... حضرت زین العابدین، حضرت محمد باقر، حضرت جعفر صادق، حضرت حسن رضا اور دیگر آل علی رحمۃ اللہ علیہم کا اس قدر فراخ دلی اور محبّت سے تذکرہ کیا گیا ہے کہ مسلمان کا ایمان آسمان کی بلندیوں کو چھو جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے تمام اسلاف کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ آمین!

---

[1] الحمد للہ! جماعت اہل حدیث میں کوئی ثقہ عالم بھی اس فکر کا حامل نہیں ہے، بعض غیر ذمہ دار لوگوں کی باتیں جماعت اہل حدیث کے کھاتے نہ ڈالی جائیں۔ اور اسی طرح ہمارے مورخین، محدثین نے عبید اللہ بن زیاد کو فاسق فاجر اور خونخوار درندہ قرار دیا ہے اور کسی نے بھی اس کا دفاع نہیں کیا۔ ابن زیاد ایسے شخص کے لیے دل میں نرم گوشہ اور سیدنا حسین رضی اللہ ...... کے لیے انقباض...... اس بدنصیبی اور بدبختی سے اللہ کی پناہ......!

لیکن ماضی قریب میں اور حال میں چند بدنصیب ایسے ہیں کہ جنھوں نے رافضیت کے رد کے لیے آلِ رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت کو داغدار کرنا ضروری سمجھ لیا ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل اور بالخصوص حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق نہایت ہی غیر مناسب رویہ رکھتے ہیں۔

وہ برملا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر طعن کرتے ہوئے ان کی خلافت کو نام نہاد خلافت کہتے ہیں...... کبھی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا انکار کرتے ہیں۔

اور کبھی سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق بڑی دیدہ دلیری سے کہتے اور لکھتے ہیں کہ ''وہ کوفہ لینے کیا گیا تھا......؟ وہ سلطنت کے حریص تھے اور ان پر بغاوت کا الزام ہے...... انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اور پھر وہ واقعہ کربلا بیان کرتے ہوئے ایسی ایسی علمی خیانتیں کرتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وعید انھی ظالموں کے لیے ہے کہ خوب یاد رکھو......! جس نے سچائی اور علم کی بات کو چھپایا، اس کو جہنّم میں آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

اس وقت فتنۂ ناصبیت بہت عروج پر ہے۔ بعض عاقبت نااندیش تقریر و تحریر کے ذریعے بہت زہر اگل رہے ہیں۔ آپ جہاں دیگر فتنوں پر نظر رکھتے ہیں وہاں اس خطرناک فتنے پر بھی کڑی نظر رکھیں۔ ہم نے الحمد للہ اپنے اسلاف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو زندہ رکھتے ہوئے اپنی کتب میں فتنۂ ناصبیت کی روک تھام کے لیے کافی حد تک لکھنے کی مبارک کوشش کی اور وہ بہت حد تک مفید اور نافع بھی ثابت ہوئی ہے...... کثیر تعداد میں عوام سمیت ایسے علما اور طلبا ہیں جن کو ناصبیت کے

کینسر سے شفا ملی ہے اور ان کے سینے آل رسول، اہل بیت، آل علی رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بالخصوص حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی محبت سے سرشار ہوئے ہیں۔ والحمد للہ علی ذلک حمدا کثیرا۔ [1]

جہاں تک معاملہ بعض ضدی اور ہٹ دھرم لوگوں کا ہے تو ایسے لوگ ہر دور میں رہے ہیں ان کا معاملہ ہم اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی گمراہی سے بچا کر...... ہمارے لیے ہدایت کی راہوں کو آسان فرمائے۔

رہا مسئلہ یزید کا...... تو ہم نے یزید کو جہنمی کہا نہ گالی دی اور نہ اس کے خلاف اپنی طرف سے ایک حرف بھی لکھا۔ ہم نے تو جب بعض حضرات کا غلو دیکھا اور ان کی خیانتوں پر اطلاع پائی تو پھر صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اور اسی کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل کرنے کے لیے اپنے خطبا اور طلبا کو حضرات محدثین والی فکر دی ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تنقیص کر کے یزید کی مدحت اور اس کے دفاع میں غلو کرنے سے پہلے اس موضوع کے تناظر میں وارد ہونے والی صحیح احادیث کا ضرور مطالعہ کریں اور اس کے متعلق اپنے اسلاف کے اقوال بھی اپنی نگاہوں کے سامنے رکھیں...... کیونکہ کسی بھی راوی یا ماضی کی شخصیت کے متعلق جاننے کا صرف اور صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اسمائے رجال کے ماہر ائمہ کی رائے۔ جرح و تعدیل کے ائمہ جس کسی کے متعلق بھی کوئی رائے دیں اور وہ اس رائے میں متفق بھی ہوں...... تو پھر اس کے مقابلے میں کسی دوسرے کی رائے اور تحقیق کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اور ہم نے فتنۂ ناصبیت پر قابو پانے کے لیے اور ان کی مبالغہ آمیز فکر کو واضح کرنے کے لیے حضرات محدثین کے چند اقوال کو نہایت اختصار اور تہذیب کے ساتھ اپنی

---

[1] اس کے لیے ہماری کتاب ملاحظہ فرمائیے: شان حسن وحسین رضی اللہ عنہما

کتاب ❶ میں بیان کر دیا ہے۔ من یرید التفصیل فلیرجع الیہ۔

الحمدللہ...... ! ان اقوال کے علاوہ علمائے امت اور مشاہیر محدثین کے درجنوں اقوال ہمارے پاس محفوظ ہیں......اگر کسی موقع پر ناصبی حضرات (ہماری مراد کاندھلوی، عباسی اور ان کی فکر کے علمبردار ہیں) کی بے اعتدالیوں نے ہمیں مجبور کیا یا انھوں نے اصرار کیا تو ان اقوال کو بھی مناسب جگہ پر تحریر کر دیں گے۔

ہم اس بات کی بار بار صراحت کر چکے ہیں کہ ہمارے مخاطب صرف اور صرف وہ ناصبی لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرھما کے متعلق اپنے دلوں میں انقباض رکھتے ہیں یا ناصبی فکر سے متاثر ہیں۔ کئی احباب بلاوجہ ہماری تحریر کا رُخ اپنی طرف سمجھتے ہیں، جبکہ ایسا ہرگز نہیں......

اور متعدد بار اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ ہمارا یزید کے متعلق ذاتی کوئی موقف نہیں ہے......نہ ہمارے موقف کی کوئی حیثیت ہے......ہم تو صرف محدثین کرام سے محبت رکھتے ہیں، جرح و تعدیل کے ائمہ ہی ہمارے ہاں معتبر ہیں اور اس مسئلہ میں ہم دیگر راویوں کی طرح محدثین کی پاکیزہ صف کے پیچھے کھڑے ہیں۔

ہمارا ابتدا تا انتہا......A to Z......الف تا یا......من و عن وہی موقف ہے جس کو امام الائمہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ سمیت ہمارے اسلاف نے بیان کر دیا ہے اور ہم پوری بصیرت اور تحقیق کے بعد اسی موقف کو مان لینے میں اہل حق کیلئے عافیت سمجھتے ہیں۔

---

❶ ''اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت پانے والے'' صفحہ 83-84۔

یاد رہے! علمائے اہل حدیث کی یزید کے بارے میں تین طرح کی رائے ہے کہ بعض مداح ہیں، بعض خاموش ہیں اور بعض اس کے فسق و فجور کے قائل ہیں اور تینوں اپنے اپنے موقف پر دلائل رکھتے ہیں۔

علم واخلاص کے پیکر، محدث زماں حضرت امام زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اور بالخصوص شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی حفظہ اللہ نے فتاویٰ مدنیہ میں جو کچھ لکھا ہے ہم اسے کافی حد تک درست سمجھتے ہیں کہ ہمیں یزید سے پیار ہے نہ بغض۔ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے اور یہی زیادہ احتیاط والی بات ہے۔ [1]

خطبائے کرام کو ایک نصیحت

کبھی بغیر تحقیق کے یکطرفہ سنا ہوا موقف بیان نہ کریں۔ رافضیت اور ناصبیت کے درمیان اعتدال والی راہ اختیار کریں اور وہ راہ اکابر اہل سنت، اہل حدیث کی راہ ہے اور ہمیشہ اپنے منصب کی سنجیدگی کو سمجھنے کی کوشش کریں، کیونکہ منبر ومحراب پر بیان کیے ہوئے ہر جملے کے آپ ذمہ دار ہیں اور آپ ہی سے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں سوال کیا جائے گا۔ یوم لا ینفع مال ولا بنون (الشعراء:۸۸)

اللہ تعالیٰ کی توفیق سے پوری دیانتداری کے ساتھ جب ہم نے واقعۂ کربلا اور بالخصوص حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق وارد صحیح احادیث کا مطالعہ کیا اور پھر ناصبیت کے فتنے کو حد سے زیادہ بڑھتے ہوئے دیکھا تو مکمل تحقیق اور چھان بین کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت، جرأت اور للّٰہیت چودھویں کے چاند کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئی۔ اسلاف میں سے ہر ثقہ امام نے آپ رضی اللہ عنہ کو برحق اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو مظلومانہ قرار دیتے ہوئے شہید کرنے والے ظالموں سے مکمل برأت کا اظہار کیا۔

بہرصورت پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ واقعہ کربلا بیان ہی نہ کریں کیونکہ یہ نہایت حساس موضوع ہے اور اگر آپ نے ضروری بیان کرنا ہے تو پھر ناصبی فکر کی کتابیں پڑھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سلطنت کا حریص، باغی اور قصوروار ثابت کرنے

---

[1] فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ: 771/1

کی ناپاک اور ناکام کوشش شروع نہ کریں، کیونکہ یہ سراسر ضلالت اور خجالت کی راہ ہے، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی شان، مقام اور شہادت کے متعلق وارد ہونے والی احادیث خوب سے خوب بیان کریں اور اپنے پہلے اور بعد والے کبار ائمہ کرام کی تحقیق اور ان کے اقوال کو سامنے رکھیں اور کم از کم ہماری کتاب ''شان حسن وحسین رضی اللہ عنہما'' کے نئے ایڈیشن 2016ء کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

آخر میں یاد رہے......! جہاں تک حبیب الرحمن کاندھلوی اور محمود عباسی صاحب کا تعلق ہے، ہم ان کو ماضی قریب میں ناصبی فکر کا کھلا علمبردار سمجھتے ہیں اور ان کا ہمارے سچے مسلک سے کوئی تعلق نہیں، رہا معاملہ فیض عالم صدیقی صاحب کا تو ہمیں ان کی ذات اور ان کی دیگر خدماتِ دینیہ سے کوئی اختلاف نہیں، اسی لیے آج تک ہم نے ان کی ذات کے خلاف ایک حرف بھی نہیں لکھا۔

اختلاف صرف ان کی اس فکر سے ہے اور دلیل کی بنا پر اپنے حقیقی باپ کی بات سے بھی اختلاف ہوسکتا ہے اور پھر صدیقی صاحب کی اس فکر کو اہل حدیث علمائے کرام میں سے کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ [1] مثال کے طور پر ان کا لکھنا کہ

① ......حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائے نام خلافت سے امت کو کیا ملا......؟ [2]

② ...... امام محمد بن شہاب زہری جھوٹوں اور منافقوں کے مستقل ایجنٹ تھے۔ [3]

---

[1] ہمارے نہایت قابل قدر بھائی، عالم دین غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے بھی روافض کا تعاقب کرتے ہوئے اور اہل بیت سے محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے ایک پروگرام میں واضح طور پر کہا ہے کہ فیض عالم صدیقی صاحب ناصبی تھے اور ان کا کوئی موقف جماعت اہل حدیث کا نمائندہ موقف نہیں۔

[2] صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا: 237

[3] صدیقہ کائنات رضی اللہ عنہا: 114

③......مجمع الزوائد وغیرہ کتب کے مؤلفین یا تو تقیہ کے مسلمان تھے یا قطعاً جاہل تھے۔ ❶

④...... سامنے بخاری کی روایت آئی تو بخاری شریف کے احترام میں اندھادھند ٹامک ٹوئیاں مارتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ❷

اور اسی طرح کی کئی ایک باتیں ہیں جن کا لہجہ بھی نامناسب ہے اور جن سے ہمیں سرے سے اتفاق نہیں اور اسی طرح واقعہ افک اور واقعہ کربلا کے بارے میں ان کی تحقیق سو فیصد مسترد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ صحیح العقیدہ علما کی سیئات سے تجاوز کرتے ہوئے ان کو اپنی مغفرت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

اللہ کیلئے محدثین کو بخش دیں

ضد...... ہٹ دھری اور تعصب انسان کو باوجود علم وفضل کے دور کی گمراہی میں لے جاتے ہیں اور یہی معاملہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو واقعہ کربلا کی آڑ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شان و شوکت کے عظیم محل کو مسمار کرنے کے لیے دن رات لگے ہوئے ہیں...... محمود احمد عباسی، حبیب الرحمن کاندھلوی اور ان کی فکر سے متاثر، ان کی کتب پڑھنے والے بدنصیب ناصبی حضرات نے یہی کچھ کیا ہے۔

سند کی تحقیق کسی شخصیت کی معرفت یا کسی راوی پر ضعف یا ثقاہت کا حکم لگانے کے لیے یہی لوگ صرف اور صرف جرح و تعدیل کے ائمہ کے اقوال کا ہی سہارا لیتے ہیں...... اور سچی بات بھی یہی ہے کہ ہمارے پاس اس کے علاوہ معرفتِ رجال کا

---

❶ خلافتِ راشدہ: 123

❷ صدیقہ کائنات: 95

کوئی راستہ ہی نہیں......اور جب کسی راوی یا شخصیت کے متعلق جرح وتعدیل کے ائمہ ،حضرات محدثین کی اتفاقی رائے آ جائے تو وہ پورے یقین کے ساتھ اس کو مان لیتے ہیں اور اسی کے مطابق راوی پر حکم لگاتے ہیں اور جب کوئی سر پھرا ان کو یہ بات کہہ دے کہ تم فلاں راوی کے متعلق احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یا ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا یا ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہو کیا تم ان کے مقلد ہو......؟ تو یہی اہل علم آگے سے درجنوں جواب دیتے ہیں اور جب انھی کے سامنے یزید کے متعلق ائمہ دین، محدثین اور جرح وتعدیل کے معتمدین کے متفقہ درجنوں اقوال پیش کیے جاتے ہیں......تو ان کو تسلیم کرنے کی بجائے بڑی دیدہ دلیری سے رد کر دیا جاتا ہے اور آگے سے سوال ہوتا ہے کہ کیا تم ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہو......؟ کیا تم ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہو......؟ کیا تم ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہو......؟ انا للہ وانا الیہ راجعون

اور کئی تو اس قدر بدلحاظ اور گستاخ ہیں کہ وہ محدثین کرام کے اقوال سننے کے بعد دوٹوک الفاظ میں کہہ دیتے ہیں کہ یہ سب محدثین شیعیت سے متاثر ہیں۔ ....استغفر اللہ

اللہ کی قسم......! یہ کس قدر کجی اور کیسا خطرناک انحراف ہے......؟

ایسے لوگوں کو کم از کم اس امت کے پاکباز گروہ حضرات محدثین کا احترام کرنا چاہیے......کیونکہ اللہ کی زمین پر محدثین کی جماعت ہی اہل حق کی جماعت ہے اور ان کا سفید دامن رافضیت کے ادنیٰ سے دھبے سے بھی پاک ہے۔ کتنے بے رحم اور بدقماش لوگ ہیں جو ان پاکباز ہستیوں پر رافضی فکر کے غلبے کی تہمتیں لگاتے ہیں۔

کس قدر ظلم کی بات ہے کہ حضرات محدثین جو کہ تحقیق کی معراج پر تھے، جنھوں نے راویوں پر بات کرتے ہوئے ایک ایک حرف پوری احتیاط کے ساتھ اپنی

زبان سے نکالا...... جن جیسے عابد زاہد اور محتاط رویہ رکھنے والے لوگ کسی امت میں بھی نظر نہیں آتے...... آج ان کو اس مسئلے میں بد دیانت سمجھا جاتا ہے اور ان کی متفق علیہ رائے پر اپنی خود ساختہ رائے کو اہمیت دی جاتی ہے۔

یاد رہے......!

ایسی جذباتی باتیں کرنے والے دبے پاؤں...... بے خبری میں محدثین کرام کی تمام خدمات کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

ہم اللہ کی توفیق سے بڑی خوشی اور شکر بھرے جذبات سے یہ بات کہتے ہیں کہ ہم حضرات محدثین کے اصل وارث...... مسلک محدثین کے سچے ترجمان اور دل و جان سے ان کے قدردان ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ حضرات محدثین کی خدمات کو قبول کرے اور ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔ آمین ثم آمین!

غلو کا نتیجہ بربادی ہے

قرآن وحدیث کے بے شمار دلائل اس بات پہ گواہ ہیں کہ پہلی امتوں کی بربادی بھی غلو کی وجہ سے ہوئی تھی اور آج اس امت کے بھی بعض عاقبت نااندیش عالم غلو کا شکار ہوتے ہوئے خود کو اور امت کو بربادی کی طرف لے جا رہے ہیں۔
مذکورہ مسئلہ میں ہم نے محدثین کی آرا کی روشنی میں اعتدال کی راہ بیان کر دی ہے اور رجال میں ہم محدثین کرام کو حد درجہ امین اور دیانتدار سمجھتے ہیں اور ہم رافضیت کے غلو اور ناصبیت کی تنقید سے مکمل طور پر بری ہیں۔
لیکن چند سالوں سے تکلیف دہ صورتحال یہ سامنے آئی ہے کہ بعض اہل علم

نے اس مسئلہ کو اپنا محبوب مشغلہ بنا رکھا ہے۔ وہ ہر دوسری مجلس اور سوشل میڈیا پہ اس مسئلے کو خوب اچھالے رکھتے ہیں، بلکہ اب تو اہل حق میں دو گروپ متعارف کروائے جارہے ہیں۔ ایک ''حسینی اور دوسرا یزیدی'' بلکہ کچھ عرصہ سے حسینیت زندہ باد اور یزیدیت مردہ باد کے نعرے بھی سننے کو مل رہے ہیں اور پھر علمی و تاریخی خیانتوں کے علاوہ آپس میں گالیاں، ایک دوسرے پر تہمتیں، ذاتیات پر حملے اور کردار کشی جیسے سب گھناؤنے جرم کیے جارہے ہیں......

یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ اس فتنہ انگیز فکر کے پیچھے کن شریر لوگوں کے ہاتھ ہیں اور وہ کس مقصد کے لیے خوامخواہ کی محاذ آرائی کر رہے ہیں۔ ہم سب سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ سے محبّت کرنے والے ہیں اور ان کے پیاروں سے پیار کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جماعتِ حقہ کو شریروں کا یہ شر سمجھ لینے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا حشر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کرے۔ آمین ثم آمین

اور ہم آخر میں اس مسئلہ پر لے دے کرنے والے اصحاب کی خدمت میں بصد ادب سے گزارش کریں گے کہ وہ خدارا......! کچھ حیا کریں......آپ علما ہیں...... منبر و محراب کے وارث ہیں......لوگوں کے لیے نمونہ ہیں۔ عوام تو مولویت کے کردار سے پہلے ہی بہت متنفر ہے۔ مزید اپنی بدزبانی اور انانیت کی وجہ سے علما کی پاکیزہ جماعت کو بدنام نہ کریں۔ آئے دن سوشل میڈیا پر شرارتیں کرنے کی بجائے جس موقف کو آپ بہتر سمجھتے ہیں، دلائل کے ساتھ بیان کردیں اور اسے شائع کردیں۔

فتنۂ تکفیر

تکفیر کا معنی ہے کہ کسی کو کافر قرار دینا۔ اور موجودہ حالات میں خطرناک فتنہ

تکفیر اور فتنۂ خوارج کا مطلب ہے کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر قرار دے، مسلمان حکمرانوں کے خلاف تلوار اٹھائے، ان کے خلاف مسلّح بغاوت کا اعلان کرے یا مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان کو قتل کرنے کی، ان کا مال لوٹنے کی اور ان کی عزتوں کو پامال کرنے کی کوشش کرے۔ ایسی قبیح اور ظالمانہ حرکتیں کرنے والے لوگوں کو تکفیری کہا جاتا ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں یہ فتنہ اپنے عروج پر ہے۔ بعض نادان مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کو ہی کافر قرار دے رہے ہیں اور پھر فتوے تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹ بھی رہے ہیں، جبکہ کسی مسلمان کو کافر قرار دینا، مسلمان حکمرانوں پر کفر کے فتوے لگانا یا مسلم افواج کو کافر اور طاغوت کہنا خود کفر کی طرف لوٹنے کی دلیل ہے۔

یاد رہے......! رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ بھی کرتا ہے، فرشتے اس پر اس وقت تک لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اشارہ کرنا نہ چھوڑے، خواہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو۔'' [1] صحیح مسلم کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اسی فتنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ میری امت میں بہت فتنے آئیں گے اور ایک فتنہ ''ہرج'' ہوگا۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سوال کیا اللہ کے رسول! ''ہرج'' سے کیا مراد ہے......؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''ایک وقت آئے گا جب میری امت کا بہت زیادہ قتل ہوگا، قتل کرنے والے کو علم ہے کہ میں کیوں قتل کر رہا ہوں نہ قتل ہونے والے کو علم ہے کہ مجھے کس جرم کی پاداش میں قتل کیا جا رہا ہے۔'' [2]

---

[1] صحیح مسلم:2616

[2] صحیح مسلم:2908

اور صحیح البخاری میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جلی حروف میں ارشادِ پاک موجود ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو کافر کہتا ہے تو وہ مسلمان صرف اس کے فتویٰ جڑ دینے کی وجہ سے کافر نہیں ہو جاتا، اگر تو اس شخص میں کھلم کھلا کفر موجود ہو گا تو پھر فتوے کے درست ہونے کا امکان ہے، بصورت دیگر کافر کہنے والے کی طرف ہی کفر لوٹ آتا ہے۔ [1]

اور یاد رہے......!

اس وقت تکفیری لوگوں نے جس چیز کو جہاد کا نام دیا ہے وہ جہاد نہیں، بلکہ فساد ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو کفر کی ایک قسم نفاق، واضح ہونے کے باوجود بھی قتل کی اجازت نہیں دی، تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اپنے کلمہ پڑھنے والے ساتھیوں کو ہی قتل کرواتے ہیں۔ [2]

لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس وقت امت مسلمہ کے کچھ گروہ ہمہ وقت اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ہی سرگرم ہیں......

ان پر حملے کرنا......

ان کو ناحق قتل کرنا......

ان کا مال لوٹنا......

ان کی عزتوں کو پامال کرنا......

وہ بہت بڑی کامیابی اور سعادت سمجھتے ہیں، جبکہ ایسے نام نہاد مسلمان یہود ونصاریٰ کی سازشوں کا شکار ہیں اور یہودی اپنا کام ان بدقماشوں سے لے رہے

---

[1] صحیح البخاری:6163

[2] صحیح البخاری:4905

ہیں۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

قرآن مجید کی واضح آیات کے مطابق اہل اسلام اور اہل ایمان حکمرانوں لیڈروں اور فوج کے افسروں کو شہید کرنے والے ہمیشہ ہمیش کے جہنمی ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا [1]

''اور جو شخص مسلمان کو جان بوجھ کر مار ڈالے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا۔''

فتنہ تکفیر کے حوالہ سے اہل حق کی تمام جماعتوں کا دوٹوک الفاظ میں واضح مؤقف مندرجہ ذیل ہے کہ

مسلمانوں پر ہتھیار اٹھانے والے اور بعض جاہل مفتیوں سے کفر کے فتوے لے کر اہل اسلام اور مسلم حکمرانوں کو شہید کرنے والے کائنات کے بدترین لوگ ہیں۔ایسی جماعتوں اور ایسے گروہوں کا اسلام کے ساتھ کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں۔

اس وقت عالمی طور پر امت مسلمہ کے جو حالات ہیں اور جس طرح پوری دنیا کا کفر عالم اسلام پر ٹوٹ پڑا ہے، کسی صورت بھی اس بات کی اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اپنے مسلمان حکمرانوں کے خلاف مسلح جہاد کیا جائے...... اگر آپ مسلم حکمرانوں کے کسی عمل سے غیر مطمئن ہیں تو پھر دلیل اور قانون کی زبان استعمال کریں۔ بصورتِ دیگر صبر کریں، حکمرانوں کی کمی کوتاہی کا وبال ان پر ہے آپ پر نہیں۔

حضرت وائل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

---

[1] النساء:93

سوال کیا کہ اگر ہمارے حکمران اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے ہٹ کر کوئی کام کریں تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے......؟ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

عَلَيْهِ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ [1]

''جن باتوں کا انھیں مکلف ٹھہرایا گیا ہے اس کا بوجھ انھی پر ہوگا اور جس کا تمھیں مکلّف ٹھہرایا ہے اس کا بوجھ تم پر ہوگا''

ابھی ایک تازہ دل شکن خبر موصول ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پیارے شہر مدینہ طیبہ میں مقبرہ بقیع کے پاس ایک بد بخت خودکش بمبار نے دھماکے سے خود کو اڑا لیا جس کے نتیجے میں متعدد مسلمان شہید ہو چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ ان شہداء کی شہادتوں کو قبول کرے اور بد بخت بمبار اور اس کے پشت پناہ تمام کے تمام کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کرتے ہوئے جہنّم کا ایندھن بنائے۔ آمین ثم آمین!

فتنۂ تحقیر

تحقیر کا معنی ہے ''کسی دوسرے کو بے قیمت اور معمولی سمجھ کر ذلیل کرنا یا اس کے حقوق کی ادائیگی میں ظلم وجور سے کام لینا''

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کا نظام نہایت ہی خوبصورت بنایا ہے۔ اس نے اپنے بندوں میں نہایت عدل وانصاف سے اپنا فضل اور رزق تقسیم کیا ہے۔ کوئی عالم ہے، کوئی مفتی...... کسی کے پاس اچھی آواز اور کسی کے پاس انداز اچھا...... اسی طرح کوئی اچھا مناظر اور کوئی بہترین مدرس...... اور کئی خوش نصیب اور سعادت مند تو ایسے

[1] المعجم الکبیر: ح 6198؛ سلسلہ احادیث صحیحہ: 1987

ہیں...... جو بیک وقت خطیب بھی ، ادیب بھی...... بہترین مدرس بھی اور اعلیٰ ترین مصنف بھی...... قرآن کے عمدہ قاری بھی اور فہم وفراست کے بے تاج بادشاہ بھی......

بہرصورت جس کسی کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نمایاں خوبی حاصل ہو جائے اور اس کو دنیا میں اعلیٰ مقام نصیب ہو تو ایسے شخص پر فرض ہے کہ وہ دل سے اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بنے...... اپنی زبان کو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا...... اس کے ذکر اور اسی کی تعریف سے تر رکھے...... اپنے سے کم تر کو بھی اہمیت دے یا کم از کم اس کی ضرورت اور چاہت کا احترام کرے...... اور اگر ممکن ہو تو اللہ کی رضا کے لیے اس کی خواہش کو پورا کردے......

قرآن وحدیث کے مطابق یہی روش مومنانہ ہے اور شروع سے شکر گزار لوگوں کا یہی طرزِ عمل رہا ہے...... اور اسی میں ساری کی ساری خیر ہے۔

اس کے برعکس اگر کوئی عاقبت نااندیش اپنے سے رتبے میں کم لوگوں کی تحقیر کرتا ہے...... ان کی تذلیل شروع کردیتا ہے...... ان کا مذاق اڑانے میں لگا رہتا ہے...... ان کی غیبتیں کرتا رہتا ہے یا ان کی کمی کوتاہی کو اچھالتا رہتا ہے......

تو اللہ کی قسم......! ایسا شخص باوجود قوت وطاقت اور ظاہری کمال کے اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے محروم کردیا جاتا ہے...... اس کے علم کا نور بجھ جاتا ہے......

آوارہ لوگوں کی بات تو ہم نہیں کرتے، البتہ نیک لوگوں کے دلوں میں اس کا رائی کے دانے کے برابر بھی احترام نہیں ہوتا......

واللہ العظیم......! ہم نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے شوخ مزاج اور متکبر لوگوں کو ذلیل وخوار ہوتے دیکھا ہے۔ اور ہم نے اپنی زندگی میں یہ بھی تجربہ کیا ہے کہ کچھ لوگ علم وفضل کے پہاڑ ہوتے ہیں...... ہر طرح کی قابلیت موجود ہوتی ہے لیکن وہ

حد درجہ خشک مزاج، بدعہد اور کینہ پرور ہوتے ہیں...... اور وہ خطبا کو انسانی حقوق سے بھی محروم کر دیتے ہیں...... ان کا سارا علم وفضل صرف اور صرف دوسروں کی تحقیر اور تذلیل کے اردگرد ہی گھومتا ہے...... اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عجیب حیرت کی بات ہے اور سچی حقیقت بھی ہے کہ جن لوگوں کی تحقیر کی جاتی ہے...... ہمہ وقت جن کی پگڑی اچھالی جاتی ہے...... ہم نے ان میں سے بھی کئی افراد کو قریب سے دیکھا ہے...... واللہ العظیم! وہ حد درجہ بااخلاق، ملنسار، مہمان نواز اور قدردان ہوتے ہیں۔

ہمارے ہاں تو معیار بھی اُلٹا ہے۔ آپ سے زندگی بھر میں کہیں کوئی ایک غلطی ہو جائے...... بس پھر ساری زندگی اس غلطی کرنے والے شخص کی تحقیر اور تذلیل کی جاتی ہے۔ اس کی زندگی بھر کی خدمات کو ''کھوہ کھاتے'' ڈال دیا جاتا ہے، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوٹوک الفاظ میں ایسے شخص کو شریر اور سخت گنہگار قرار دیا ہے جو دوسروں کی تحقیر اور تذلیل کرے...... ان کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت برتے کیونکہ حسب امْرِءٍ مِنَ الشَّرِّ أن يَحْقِرَ أَخَاهُ الْمُسْلِمَ [1]

کسی بھی انسان کے بدتر ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔

اور ایک روایت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ''مسلمان تو مسلمان کا بھائی ہے اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔'' [2]

یہاں پر حضرت امام ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کی بات نقل کرنا بہت ضروری سمجھتے ہیں

---

[1] صحیح مسلم: 2564

[2] ابوداؤد: 4882

کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

لَا تَكُوْنُ عَالِمًا حَتّٰى يَكُوْنَ فِيْكَ ثَلَاثُ خِصَالٍ لَا تَبْغِ عَلٰى مَنْ فَوْقَكَ وَلَا تَحْتَقِرْ مَنْ دُوْنَكَ وَلَا تُؤْثِرْ عَلٰى عِلْمِكَ دُنْيَا [1]

''جب تک تجھ میں تین خصلتیں نہ ہوں تو حقیقی عالم نہیں بن سکتا۔ اپنے سے اونچی شان والے کے خلاف بغاوت نہ کر، اپنے سے نچلے کو بے وقعت اور کم قیمت نہ سمجھ اور اپنے علم پر دنیا کو ترجیح نہ دے۔'' اللہ اکبر

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ امام ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کی بات آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، کیونکہ اس وقت بعض علما اور خطبا میں یہ بہت بیماری ہے کہ وہ اپنے ہی باصلاحیت عالم، خطیب اور استاذ کی عزت کے درپے ہو جاتے ہیں اور پھر اہل علم اور منبر و محراب کے وارثین کی عام دنیا دار لوگوں میں تحقیر کرتے پھرتے ہیں اور وہ شاید کہ عام نمازی یا کسی جماعتی کے ساتھ غیبت اس لیے کرتے ہیں کہ اس طرح سے ان کو اپنے جماعتی اور ساتھی کا قرب نصیب ہوگا...... اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں، کسی کی تحقیر کر کے کسی صورت بھی عزت نصیب نہیں ہوتی، اگر آپ حقیقی عزت کے طالب ہیں تو اپنے علما کے عیوب کی پردہ پوشی کیا کریں اور عملی طور پر ان کے احترام میں کمی نہ آنے دیں اور علیحدگی میں ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کریں۔

چند دن کی بات ہے کہ مجھے ایک نمازی نے بیان کیا جس کا بعض خطبا کے ساتھ بہت زیادہ قرب ہے اور اس نے کہا کہ فلاں صاحب کے بارے میں مجھے ایک خطیب صاحب نے بتایا ہے کہ وہ بہت جھوٹے آدمی ہیں، بدعہد ہیں...... میں ان کا

---

[1] سنن دارمی: 100/1

فون سننا بھی پسند نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ۔

بات سننے کی دیر تھی کہ میرے پاؤں سے زمین نکل گئی اور میں نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے اس فاضل شیخ کا دفاع شروع کیا اور یہ بات واضح کی کہ جن پر جھوٹ کی تہمت جڑی گئی ہے وہ نہایت لائق عالم قرآن ...... فائق الاقران اور اہل حق کے عظیم شہزادے تھے...... جو ان کی عزت ہے ہمیں کوئی دوسرا عالم ان کے ہم پلہ نظر نہیں آتا...... سیرت اچھی...... صورت اچھی...... انداز اچھا...... اور ماشاء اللہ ہر شئے کا سلیقہ اچھا......

باقی کوئی بھی شخص بحیثیتِ انسان کامل نہیں، اگر کسی موقع پر نہ چاہتے ہوئے فاضل شیخ صاحب سے وعدے میں کمی بیشی ہو بھی گئی ہے تو اللہ کے لیے ایسے پاکیزہ لوگوں کو معاف کر دیا جائے۔ لیکن ظلم کی بات یہ ہے کہ ایسا منفی رویہ انھی لوگوں کا ہوتا ہے جو خود منبر و محراب کے وارث ہیں اور وہ صرف چندہ بٹورنے کی خاطر دوسرے اہل علم کی غیبتیں کرتے رہتے ہیں کیونکہ ہم نے پوری بصیرت کے ساتھ اس واقعے کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اللہ والے نیک شخص کی پگڑی اچھالنے والے صاحب...... حاجی صاحب سے سالانہ چندہ لیتے ہیں۔

اور یاد رہے......! کسی کی عدم موجودگی میں کسی کی تحقیر کرنا صرف اور صرف اپنی آخرت برباد کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر کی ہدایت عطا فرمائے۔ آمین!

فتنۂ تشہیر

''تشہیر'' کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نیک اعمال...... صالح کردار اور اچھے کاموں کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا...... یا ان کو لوگوں کی نگاہوں میں اپنی عزت اور

وقار بڑھانے کے لیے نمایاں کرنا......

عقیدہ توحید وسنّت کے بعد اگر اعمال میں اخلاص بڑھ جائے تو زندگی کا لطف بڑھ جاتا ہے، پھر ایمان کی مٹھاس کسی صورت بھی ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

مسلمان اپنے آپ کو بہت مضبوط اور پُرسکون محسوس کرتا ہے اور اخلاص یہی ہے کہ جو نیک کام بھی کیا جائے ...... یا جس کی بھی خدمت اور عزت کی جائے ...... خواہش صرف اور صرف ایک ہو کہ میرا اللہ مجھ پر خوش ہو جائے...... اس کی رضا و رحمت کا حقدار بن جاؤں...... اور وہی لوگ مخلص ہوتے ہیں جو صرف اور صرف اللہ سے شاباش پانے کے امیدوار ہوتے ہیں...... رہے ایسے مسلمان جو نیکی کم کرتے ہیں لیکن دنیا میں اس کی تشہیر زیادہ کرتے ہیں یا اپنے لیڈروں سے تعریف کے متمنی ہوتے ہیں یا ان کی تمام محنتوں اور کاوشوں کا اللہ کی رضا کے ساتھ ساتھ ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ فلاں حضرت صاحب کی نگاہوں میں میرا مقام بڑھ جائے ...... اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے شخص کے ریاکاری پر مبنی جوٹھے عمل کو ویسے ہی رد فرما دیتے ہیں۔

ہمارے ایسے احباب جو اس وقت بُری طرح فیس بک اور وٹس اپ کے فتنے میں مبتلا ہیں، ان کی خدمت میں مودبانہ گزارش ہے کہ آپ کی نیت جس قدر بھی پاکیزہ کیوں نہ ہو...... ایک بات اچھی طرح سمجھ لیں ریاکاری بہرصورت ریا ہی رہتی ہے...... دکھلاوا بہرصورت دکھلاوا ہی ہوتا ہے۔ شیطان آپ کے نفس کو ریاکاری پر مطمئن رکھنے کے لیے آپ کے دل ودماغ میں طرح طرح کے بہانے پیدا کرتا ہے...... جی اس تشہیر میں کیا حرج ہے...... اس سے کارکردگی کا پتا چلتا ہے...... دوسروں کو ترغیب ملتی ہے...... محنت کرنے والے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور اس طرح کی اور بہت سی باتیں...... یاد رکھیں! یہ سب شیطان کی چالیں ہیں، لوگوں میں

ترغیب پیدا کرنے کے لیے اپنی ذات کے نیک اعمال پیش نہ کریں، بلکہ قرآن کی آیات پیش کریں...... رسول اللہ ﷺ کی احادیث پیش کریں...... آپ سے بہتر اور پاکیزہ لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ ہیں، ان کے سنہرے واقعات بیان کریں، جن بدنصیبوں کو قرآنی آیات...... احادیثِ نبویہ اور اسلاف کے واقعات سے ترغیب حاصل نہیں ہوئی کیا وہ آپ کی کارکردگی سے ترغیب حاصل کرے گا......؟ کلاّ واللہ!

اوّل فرصت میں اپنے نیک اعمال کی رپورٹنگ اور ان کو انٹرنیٹ اور فیس بک کی زینت بنانے سے کلی طور پر توبہ کریں اور جس قدر ممکن ہو، اپنے نیک اعمال کو اور اپنی جماعتی اور ذاتی کاوشوں کو اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان راز رکھیں۔ ہر بات کی تشہیر اور اعلان مناسب نہیں ہوتا، پھر دیکھیں زندگی کا لطف کیسے دوبالا ہوتا ہے۔

آج کل بعض خطبا میں یہ وبا بہت زیادہ پھیل چکی ہے کہ وہ اپنے ہی منہ سے اپنے خطابات کے اثرات بیان کرتے رہتے ہیں، حتی کہ باہر صحن میں ہونے والے نمازیوں کی صفوں کو بھی شمار کیا جاتا ہے اور پھر اس میں حسبِ مزاج اضافہ کر کے اپنے سامعین کی تعداد کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے تاکہ دوسرے کے دل میں میری ہیبت اور عزت اور بڑھ جائے۔ اس طرح کے سارے طور طریقے، فتنۂ تشہیر کے زمرے میں آتے ہیں اور اس فتنہ کے زمرے میں چند احادیث اور اقوال کا مطالعہ فرمالیں وگرنہ مستقبل میں نیک اعمال کے برباد ہو جانے کا بہت زیادہ خدشہ ہے۔

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

أَنَا خَيْرُ شَرِيْكٍ فَمَنْ أَشْرَكَ بِيْ أَحَدًا فَهُوَ لِشَرِيْكِيْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَخْلِصُوا الأَعْمَالَ لِلّٰهِ

فَإِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَقْبَلُ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا مَا خَلَصَ لَهُ وَلَا تَقُوْلُوْا هٰذَا لِلّٰهِ وَلِلرَّحِمِ وَلَيْسَ لِلّٰهِ مِنْهُ شَيْءٌ وَلَا تَقُوْلُوْا هٰذَا لِلّٰهِ وَلِوُجُوْهِكُمْ فَإِنَّهُ لِوُجُوْهِكُمْ وَلَيْسَ لِلّٰهِ مِنْهُ شَيْءٌ [1]

''میں شریک سے بہت بہتر ہوں، جس نے میرے ساتھ (عمل میں) کسی ایک کو شریک کیا وہ عمل میرے شریک کے لیے ہوگا۔ اے لوگو! اللہ کے لیے اپنے اعمال کو خالص کرلو، اللہ عزوجل صرف خالص عمل کو قبول فرماتے ہیں۔ یہ نہ کہو یہ عمل اللہ کے لیے ہے اور رحم کی رشتہ داری کے لیے ہے۔ اس میں اللہ کے لیے کچھ نہ ہوگا اور نہ ہی ایسے کہو یہ اللہ کے لیے ہے اور تمھارے چہروں (رضا) کے لیے کیونکہ وہ تمھارے چہروں کے لیے رہ جائے گا، اللہ کے لیے اس میں کچھ نہیں۔''

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ نیکی کر کے یا صدقہ وخیرات کر کے یہ بات نہیں کہنی چاہیے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اور رشتہ داری کے لیے یہ عمل کیا...... یا ایسا بول نہیں بولنا چاہیے کہ میں نے یہ عمل اللہ کے لیے کیا ہے اور اپنی بہن کو خوش کرنے کے لیے۔ اس طرح سے عمل جوٹھا ہو جاتا ہے اور جوٹھے عمل کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتے اور عمومی طور پر سنا گیا ہے کہ ہمارے بعض خطبا فخریہ طور پر کہتے ہیں میں نے وہاں ٹائم ''تیرے منہ نوں دِتا سی'' اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اس نیکی کے کام نے رضائے الٰہی اور اخلاص کو تو خارج کر دیا۔ ایسے جملوں سے نیکی کا سارا عمل برباد ہو جاتا ہے۔ ہمیشہ ایک ہی سوچ اور ایک ہی منزل رکھیں کہ میرا ہر عمل صرف اور صرف اللہ کے لیے ہے...... اس میں کسی دوسرے کو حصہ دار نہ بنائیں۔ حضرت ابو امامہ

[1] سلسلہ احادیث صحیحہ: 2764

باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: أَرَأَيْتَ رَجُلًا غَزَا يَلْتَمِسُ الأَجْرَ وَالذِّكْرَ مَالَهُ ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ : لَا شَيْءَ لَهُ . فَأَعَادَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ . يَقُوْلُ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: لَا شَيءَ لَهُ . ثُمَّ قَالَ: إِنَّ اللهَ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ إِلَّا مَا كَانَ لَهُ خَالِصًا وابْتُغِيَ بِهِ وَجْهُهُ . [1]

''ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اوراس نے کہا: آپ کا ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے جہاد کیا، وہ اجر اور شہرت تلاش کرتا تھا...... اس کے لیے کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: اس کے لیے کچھ نہیں اور فرمایا: اللہ صرف وہی عمل قبول کرتے ہیں جو خالص اسی کے لیے ہو اور اسی کی خوشنودی کو تلاش کیا گیا ہو۔''

ذی وقار خطبائے کرام......! اور داعیانِ اسلام......!

اس موضوع پر کئی ایک صحیح روایات کتبِ احادیث میں موجود ہیں۔ جو آپ کے علم میں بھی ہوں گی۔ امید ہے کہ ہمارے مجاہد بھائیوں کے ساتھ ساتھ خطبائے عظام کو تقاریر کے وعدے دیتے ہوئے آج ہی اپنی نیتوں کا جائزہ لینا چاہیے...... کیونکہ غور وفکر کا وقت اب ہے، پھر نہیں......

اور آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی صحیح روایت میں ہے کہ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ قیامت کے روز سب سے پہلے شہید، قاری اور سخی

---

[1] النسائی:625 ؛ صحیح البخاری:2810 ؛ صحیح مسلم:1904

کوالٹے منہ جہنّم رسید کیا جائے گا...... یہ حدیث ہمارے واعظین اور خطبا تقریباً تواتر سے بیان فرمایا کرتے تھے۔ گناہ کیا تھا......؟ وہ فتنۂ تشہیر میں مبتلا تھے۔ [1]

جو لوگ خود کو اور اپنی کاوشوں کو نمایاں کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں ان کی منزل بھی یہی ہوتی ہے کہ ہمارا نام روشن ہو اور لوگ ہماری محنتوں سے فائدہ اٹھائیں اور ہمیں لوگوں کے دلوں میں مقام و مرتبہ ملے...... ان تمام مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے ماضی بعید کے ایک عظیم مؤرخ اور محدث امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر غور کرنا چاہیے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُذْكَرَ لَمْ يُذْكَرْ وَمَنْ كَرِهَ أَنْ يُذْكَرَ ذُكِرَ [2]

''جس نے پسند کیا کہ اس کا ذکر کیا جائے اس کا ذکر نہیں ہوا اور جس نے ناپسند کیا کہ اس کا ذکر کیا جائے، ایسے شخص کا ذکر کیا گیا۔''

اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی شہرت کو ناپسند کرنے والا ہمیشہ کے لیے معاشرے میں اور لوگوں کے دلوں میں شہرت پاتا ہے اور جو شخص ہمہ وقت شہرت کا حریص بنا رہے ایسے شخص کو کسی صورت بھی حقیقی عزت اور شہرت نصیب نہیں ہوتی اور ہمارے نزدیک اس قول کی زندہ مثال ماضی قریب کے عظیم محدث اور امام حافظ عبدالمنان نورپوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، آپ بھی ان کی سادگی، عاجزی اور اخلاص کو اپنے لیے مشعلِ راہ سمجھیں...... مجھے حافظ صاحب سے درسِ قرآن اور درسِ بخاری لینے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اکثر نمازِ فجر کے بعد بھی جامعہ محمدیہ نیائیں چوک گوجرانوالہ

---

[1] نسائی: 3137

[2] سیر اعلام النبلا: 8/236

میں آپ کی کلاس میں حاضری کا موقع ملتا رہتا تھا...... آپ کو اپنے نام کے ساتھ القابات پسند تھے نہ شہرت پسند تھے۔ لیکن اللہ کی عزت کی قسم ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ زندگی بھر اپنے نام اور اپنے آپ کو جس قدر زیادہ چھپاتے رہے، اللہ تعالیٰ نے زندگی میں بھی ان کے نام کو اس قدر زیادہ روشن رکھا اور دنیا سے جانے کے بعد آج بھی ان کا نام اللہ والوں کے دلوں میں نہایت اونچا اور بلند و بالا ہے۔ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے نام کے ساتھ کسی لقب اور عہدے کو پسند نہیں کرتے تھے۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مخلص طلبا اور غریب جماعتوں کے اخلاص کی بہت زیادہ قدر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین ثم آمین

ہمیں اس دن بہت زیادہ حیرت ہوئی جب ہم نے اپنے فاضل شیخ کی ان کے ہاں جا کر زیارت کی، سوشل میڈیا پر عرصے تعارف تو بہت دیر سے تھا لیکن ان کے بارے میں اور ان کی طرف سے موصول ہونے والی اخبار کے مطابق یہی محسوس ہوتا تھا کہ وہ عمومی سطح کا علمی ذوق رکھتے ہیں لیکن ملاقات سے معلوم ہوا کہ وہ ایک منجھے ہوئے محقق، محنتی مدرّس، قرآن کے حافظ اور عمدہ قاری بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا اخلاص اور ایسی اخلاقی طہارت نصیب فرمائے۔

اللہ کی قسم......!

ہماری حالت بہت ہی قابل رحم ہے...... نہایت پتلی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ پورے اخلاص سے ٹک کر ہم سے کوئی بھی نیکی نہیں ہوتی اور اگر کہیں کوئی نیکی اللہ کروا بھی لے تو وہ ریاکاری، دکھلاوے اور تشہیر کی بھینٹ پر ایسی چڑھتی ہے کہ پورے کا پورا عمل بربادی کے کنارے پہنچ جاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ أَعمالَنا كلَّها صالحة واجْعَلها

لِوجهك خالصة ولا تجعل لِأَحَدٍ فيها حظا

فتنہ الحاد

فتنہ الحاد سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس وقت ہماری یونیورسٹیز میں اور ہمارے ٹی وی چینلز پر ایسے نام نہاد مذہبی اسکالر بھی موجود ہیں جو بظاہر خود کو اسلام کا نمائندہ باور کرواتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ایمانیات کے متعلق نئی نسل کے ذہن میں جہاں شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں وہاں قرآن وحدیث سے ثابت شدہ متواتر مسائل کا انکار کرتے ہوئے ان کی من چاہی تفسیر کرتے رہتے ہیں۔

ہم یہاں بالخصوص کالجز، یونیورسٹیز، نیٹ اور فیس بک وغیرہ پر بیٹھنے والے نوجوان طلبا کی خدمت میں یہی گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات میں اہل تقویٰ اور کامیاب لوگوں کی پہلی نشانی ہی یہی بیان کی ہے کہ وہ غیب پر پورا یقین رکھتے ہیں، جو بات قرآن کی آیت اور صحیح احادیث سے ثابت ہو جائے، خواہ وہ عقل میں آئے یا نہ آئے...... سائنس اس کی تصدیق کرے یا تکذیب، وہ ہر صورت میں اللہ کے قرآن کی آیت اور حدیثِ رسول کے ساتھ کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں اور ویسے بھی عام مسلمان اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ ایک سائنسدان کی رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کیا حیثیت......؟

سائنسدانوں کا علم ناقص ہے...... ان کے علم کی کوئی بنیاد نہیں، اگلے دور کا سائنسدان پہلے گزرنے والے سائنسدان کی تھیوری کو سو فیصد مسترد کر دیتا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی اور فرمان کی بنیاد اللہ کی وحی ہے...... براہِ راست سو فیصد اللہ کی راہنمائی اس میں شامل ہوتی ہے۔ اس لیے بحیثیت مسلمان ہمیں یہ بات اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ حق اور سچ وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے کہا ہے۔

اس دور میں صدیقی کردار دہرانے کی اشد ضرورت ہے۔ جب اللہ کے رسول ﷺ معراج سے واپس آئے تو اکثر اہل مکہ نے یہ کہہ کر آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سفرِ معراج کا انکار کر دیا کہ عقل نہیں مانتی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ بات کہنے والے اللہ کے رسول ﷺ ہیں تو پھر یہ سو فیصد حق اور سچ ہے۔

آج کل کئی اینکر حضرات اور بعض نوخیز نوجوان اپنے منہ سے ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن سے سرے سے ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ ایک دفعہ ایک شخص ٹی وی پر کہہ رہا تھا کہ اگر مرنے کے بعد جنّت نہ ہوئی تو......؟

اس طرح کے شکوک وشبہات انسان کو اسلام اور ایمان سے خارج کر دیتے ہیں اور آج کل ٹی وی کی سکرین اور نیٹ پر یہی کچھ آ رہا ہے...... بے دین اور دنیادار نام نہاد مذہبی اسکالر حضرات کو صرف اپنے مفادات کے لیے قوم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور در پردہ اسلام کی دھجیاں بکھیری جاتی ہیں۔

دَورِ نبوی کی طرح آج بھی منافق قسم کے رہبر بہت زیادہ ہیں، جو بظاہر دین کی تین چار سیدھی سادھی باتیں کرتے ہیں اور پھر انھی باتوں میں ایک بات اور تحقیق ایسی پیش کرتے ہیں جس سے سرے سے ایمان ہی ختم ہو جاتا ہے۔ جاہل اور یہ منافق قسم کے اسکالر بڑی تیزی سے الحاد کا زہر نوجوان نسل کو پلا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ مدارس کے مشائخ اور بالخصوص سلفی جامعات کے ذمہ داران کو فتنۂ الحاد کی سرکوبی کے لیے گرانقدر خدمات انجام دینے کی مزید توفیق عطا فرمائے اور مدارس میں پڑھنے والے طلبا کو بھی ان کج فکر میڈیا اسکالروں کا دلائل کی زبان میں مقابلہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم آمین

دل کے جذبات

اس وقت دینی مدارس اور بالخصوص ہمارے دینی مدارس نہایت محنت اور جانفشانی سے دین کے داعی اور مبلغ پیدا کر رہے ہیں۔

ہماری مدارس سے فارغ ہونے والے طلبا کی خدمت میں نہایت مودبانہ گزارش ہے کہ وہ خدارا...... ! سات آٹھ سال مدارس میں پڑھتے ہوئے بھی خوب محنت کریں اور مدارس سے فارغ ہونے کے بعد بھی مزید تعلیم کا سلسلہ جاری رکھیں۔

ابھی تو پڑھنے اور صحیح سمجھنے کا وقت شروع ہوا ہے......علم کا دروازہ تو اب کھلا ہے۔ ابھی آپ نے بہت وقت علم کے گلشن کی نذر کرنا ہے۔

ہمارے ہاں ایک بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ جونہی طالب علم چوبیس پچیس سال کی عمر میں درسِ نظامی پڑھ کر فارغ ہوتا ہے تو وہ فوراً کسی مدرسے میں تدریس شروع کر دیتا ہے یا کسی مسجد میں خطابت یا امامت......

خرابی سے آنے والی نسل میں اتنا بڑا بگاڑ پیدا ہو رہا ہے کہ اکثر مدارس کے فارغ التحصیل نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد علمی پختگی اور دین کے فہم سے بالکل عاری ہے۔ ہمارے طلبا کا فریضہ ہے کہ وہ لازمی طور پر ایسے اداروں کا رُخ کریں جہاں با قاعدہ تخصص کی کلاسیں موجود ہوں یا ایسے جامعات میں داخلے کی کوشش کریں جہاں مزید تعلیم کے مواقع موجود ہوں۔

ہم نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے کہ دینی مدارس سے فارغ ہونے والے بڑے بڑے قابل طالب علم بری طرح ضائع ہو جاتے ہیں اور اگر اس روش کو ختم نہ کیا گیا تو مستقبل میں جماعت ثقہ علما سے مزید محروم ہو جائے گی..... اور معاف کرنا

اب یہ سلسلہ شروع ہو چکا ہے کہ جن کو قرآن پاک کا سادہ ترجمہ بھی نہیں آتا وہ خطیب اسلام، مبلغ دین اور مفتیٔ دوراں بنے ہوئے ہیں......

یہ ہمارے دلی جذبات ہیں جو ہم نے نوخیز طلبا کے نام کیے ہیں کہ اگر وہ خطیب ہیں تب بھی یا ان میں تدریس کا جذبہ ہے پھر بھی، وہ صرف مدرسے کی تعلیم سے فراغت اور حدیث شریف کے تحقیق وتخریج کے سافٹ ویئر کی مہارت کو اپنے لیے ہرگز ہرگز کافی نہ سمجھیں۔ درسِ نظامی پڑھ کر بمشکل طالب علم اس قابل ہوتا ہے کہ وہ اب مزید محنت اور تخصص کر کے یقیناً کچھ نہ کچھ عربی ذوق اور فقہی مسائل کو سمجھنے والا بن جائے گا۔

هذا ما كان عندى والله تعالى اعلم بالصواب

ان اريد الا الاصلاح وما توفيقى الا بالله

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

چند آخری گزارشات

(آپ صالح ہیں یا مصلح......؟)

صالح اور مصلح میں کیا فرق ہے [1]......؟ صالح کی خیر و بھلائی اس کی اپنی ذات تک محدود رہتی ہے جب کہ مصلح کی خیر اس کے ساتھ ساتھ دوسروں کے لیے بھی نفع مند ہوتی ہے صالح کو لوگ پسند کرتے ہیں لیکن مصلح سے عداوت پر اتر آتے ہیں کس لیے......؟

حبیبِ مصطفیٰ ﷺ کو لیجیے: آنحضرت ﷺ کی بعثت سے قبل آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم آپ سے محبت کرتی تھی کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام صالح تھے۔ لیکن جب اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو آپ مصلح بنے، اس پر لوگ آپ کے دشمن بن گئے اور معاذ اللہ آپ کو ساحر، کذاب اور دیوانہ کہنے لگے۔ اس کا سبب کیا ہے......؟ کیوں کہ مصلح ان لوگوں کی خواہشات کی چٹانوں سے ٹکراتا ہے جن کی خرابیوں کی اصلاح اس کے پیش نظر ہوتی ہے۔

اربابِ علم و فضل کا قول ہے: ایک مصلح خدا کی نگاہ میں ہزار صالحین سے افضل ہے کیوں کہ مصلح کے ذریعے اللہ تعالیٰ امت کو بچا لیتے ہیں جب کہ صالح محض اپنے آپ ہی کو بچا پاتا ہے۔ قرآن حکیم میں خداوند کریم کا ارشاد ہے: تیرا ربّ ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں...... بارگاہِ الٰہی ہمارا شمار مصلحین میں فرما دے آمین

---

[1] صالح وہ شخص ہے جو بذاتِ خود نیک ہو۔ اور مصلح وہ شخص ہے جو بذاتِ خود نیک ہو اور دوسروں کی اصلاح کی کوششیں بھی کرے۔ یاد رہے! بعض صالح علما صرف اپنی عزت کی خاطر افراد کی خامیوں کی اصلاح نہیں کرتے۔ یہ انتہائی بخل کا کام ہے۔

ذی وقار خطبائے کرام اور نوخیز علما حضرات......! ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہت امید ہے کہ آپ کو ہماری اس کتاب سے بہت سی خیر حاصل ہوئی ہوگی اور آپ کے سامنے بہت سے خیر کے پہلو نمایاں ہوئے ہوں گے......ہماری ساری کتاب کا ایک جملے میں خلاصہ یہی ہے کہ ایسا عالم کسی صورت بھی عالم دین کہلانے کا حقدار نہیں جو بنیادی اسلامی آداب سے اپنے آپ کو مزین کرتے ہوئے بنیادی حقوق کی ادائیگی نہیں کرتا۔ جس عالم کو اس کے علم نے حقوق و آداب نہیں سکھائے وہ بالکل ایسے گدھے کی طرح ہے کہ جس کے اوپر کتابیں لدھی ہوئی ہیں لیکن اسے کوئی فائدہ نہیں......قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نہایت بلیغ اور بہترین مثال دیتے ہوئے یہی ارشاد فرمایا ہے: کمثل الحمار یحمل اسفارا

بحیثیتِ داعی اور خطیب آپ کا فرض ہے کہ منبر و محراب پر وہی بات کریں جو کتاب و سنّت کے صحیح دلائل سے ثابت ہے......اگر آپ اہل حق ہیں تو تمام اہل حق کے لیے اپنے دل کے دروازے کھول کر رکھیں اور اسی طرح کسی صورت بھی اپنے حکمرانوں کے خلاف اپنے سامعین کو مسلح بغاوت پر نہ اکسائیں اور بھرپور کوشش کر کے اپنے اکابر سے رابطہ رکھیں تاکہ کوئی کج فکر آپ کو صراطِ مستقیم سے بھٹکانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

اس سلسلے میں ہماری آخری پانچ گزارشات پوری توجہ سے پڑھیں اور عملی زندگی میں ان کو اہمیت دیں۔ کان اللہ فی عونکم

① خدا خوف علما کسی خاص تنظیم کے غلام نہیں ہوتے

خطبا وعلما کو اپنی حیثیت اور مقام اچھی طرح سمجھنا چاہیے۔ان کا امّت کی تعلیم وتربیت میں کلیدی کردار ہے۔ان کو چاہیے کہ وہ اہل حق کی تمام تنظیموں کے ساتھ نرمی ومحبّت والا معاملہ کریں۔کسی نظم سے وابستہ ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ دوسری اہل حق کی تنظیموں سے بالکل کنارہ کشی اختیار کر لی جائے، کیونکہ عالم اور خطیب کسی خاص تنظیم کی ملکیت نہیں ہوتے بلکہ وہ امت مسلمہ کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ تمام اہل حق کی تنظیموں کے لیے علم وفضل کے دروازے کھلے رکھتے ہیں۔اس پُرفتن دور میں ایک بڑا ظلم یہ بھی ہے کہ بعض اہل علم خاص مذہبی تنظیموں سے اس قدر تعصب سے چمٹے ہوئے ہیں گویا کہ انھوں نے اپنے آپ کو ان کے ہاں گروی رکھا ہوا ہے......ان کی منظوری اور اجازت کے بغیر ایک چھوٹا سا درس دینے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔

اللہ کی عزت کی قسم......! یاد رہے......! ایسا عالم......صحیح معنوں میں مخلص عالم دین ہو ہی نہیں سکتا جو اپنے آپ کو کسی تنظیم کی جھولی میں ڈال دے......اور ہمہ وقت انھی کے گن گاتے ہوئے انھی کا ہو کر رہ جائے۔انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

② مخلص علما کو انتظامیہ سے کوئی سروکار نہیں ہوتا

جن علما میں اخلاص ہوتا ہے وہ ہر طرح کی زیادتی برداشت کرتے رہتے ہیں لیکن دین کا کام کرنے سے دل برداشتہ نہیں ہوتے......اور جن علما اور خطبا کی اخلاص والی پوزیشن کمزور ہوتی ہے،ان کی ساری نظریں مسجد کی انتظامیہ پر ہوتی ہیں اور ان کے ہاں انتظامیہ کا امیر اور غریب ہونا ایک بڑا اہم مسئلہ ہوتا ہے۔

حالانکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد کی انتظامیہ امیر ہو یا غریب ...... ایک مخلص خطیب اور باوقار عالم دین کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے...... کیونکہ وہ جس رب کے دین کی تبلیغ کر رہا ہے وہ تو غریب نہیں ہے......؟ وہ تو خیر الرازقین ہے۔

اس لیے جن مسجدوں کی انتظامیہ امیر ہو۔ ان کے مال پر اترانا نہیں چاہیے اور نہ ان کے سامنے اپنی خودی اور خودداری پر حرف آنے دینا چاہیے...... ہم نے کئی احباب کو دیکھا ہے کہ وہ خوامخواہ ایسے لوگوں کی مدح سرائی میں مبالغہ آرائی کرتے رہتے ہیں جبکہ ایک تجزیہ کے مطابق ایسے لوگ وقت آنے پر اپنی مدح وستائش کرنے والوں کو ذلیل وخوار کر کے نکال دیتے ہیں۔

③ کسی بھی عالم سے اچھے نتائج کے لیے

بلاشبہ دعوتی میدان میں بنیاد اخلاص ہی ہوا کرتا ہے۔ لیکن دعوت کو صحیح معنوں میں پھیلانے کے لیے رزقِ حلال بھی بہت بڑا معاون ہے۔ اس لیے اپنے علما کے ساتھ مالی معاملات میں نہایت کشادگی اور فراخی والا رویہ ہونا چاہیے۔ ان کی ماہانہ خدمت یا سالانہ تعاون کم از کم اس قدر ضرور ہونا چاہیے کہ وہ اپنے معاش سے بے فکر ہو کر پوری لگن کے ساتھ تحقیق اور دعوتِ دین میں مصروف رہیں۔

ہمارے ہاں ایک بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ ایک عالم کی ماہانہ خدمت عام مزدور کی تنخواہ سے بھی کئی حصے کم ہوتی ہے...... مسجد کی تعمیر پر کروڑوں روپیہ پوری فیاضی کے ساتھ خرچ کر دیا جاتا ہے لیکن مسجد کے امام اور خطیب کے لیے بنیادی سہولیات اور مراعات بھی میسر نہیں کی جاتی ہیں اور علما کے رہن سہن اور رہائش کے معاملات بھی اچھی طرح شایانِ شان مرتب نہیں کیے جاتے ہیں۔ پھر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عالم

اور خطیب دعوت اور تحقیق کے میدان میں بہت پیچھے چلا جاتا ہے...... ہم اپنی کتاب کی وساطت سے مساجد کے ذمہ داران اور جماعت کے اعلیٰ عہدہ داران کی خدمت میں بصد ادب گزارش کریں گے کہ اس حوالہ سے کوئی شاندار پالیسی اختیار کریں جس سے ہمارے نوخیز علما، قراء اور خطبا مالی طور پر مستحکم ہوسکیں۔

پہلے بھی متعدد بار ہم نے یہ سنا تھا اور مجھے بھی کئی بار یہ فون آچکا ہے کہ ہمیں اپنے ادارے کے لیے ایسے عالم کی ضرورت ہے جو پانچ وقت کی نماز باجماعت بھی کروائے...... خطبہ جمعہ بھی دے سکے اور اس کی بیوی بھی ادارے میں بچیوں کو پڑھائے...... جب ایسے خواہش منداحباب سے پوچھا گیا کہ آپ ایسے قابل لوگوں کی خدمت کیا کریں گے؟ تو جواب ملا: ان شاء اللہ دس، بارہ ہزار کردیں گے۔ یعنی اہلیہ سمیت چوبیس گھنٹے کی ڈیوٹی کے صرف دس، بارہ ہزار روپے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یاد رہے ہمارے نزدیک جو انتظامیہ اور جو لوگ علما، طلبا پر خرچ کرنے کے معاملے میں بخیل ہیں ہم انھیں حد درجہ بے رحم اور دبے پاؤں دین کا دشمن سمجھتے ہیں، کیونکہ علمائے کرام کو معاش کی فکر میں الجھا کر ان لوگوں نے دین کا بہت نقصان کیا ہے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اسلاف میں بھی ان ائمہ نے بہت خدمات سر انجام دی ہیں جو معاشی طور پر مستحکم تھے۔ اس سلسلے میں صرف ایک مشہور امام علامہ طبری رحمہ اللہ کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ کی تفسیر قرآن کے مطالعہ کے لیے بے حد اہم سمجھی جاتی ہے اور آپ کی تاریخ طبری کو بھی ایک بنیادی مقام حاصل ہے۔ عربی اور اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والا اس کتاب سے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

بہر صورت آپ کے والد گرامی قدر بہت اچھے تاجر تھے اور وہ اپنے بیٹے پر

بے دریغ مال خرچ کیا کرتے تھے اور طبری رحمہ اللہ پوری یکسوئی کے ساتھ تعلیم و تعلّم میں مصروف رہتے۔ ذوقِ طبع کے لیے عربی عبارت کا مطالعہ فرمائیں:

كَانَ وَالِدُ الطَّبَرِيِّ يَمْلِكُ مَقَاطَعَةً فِيْ طَبْرِسْتَانَ فَنَشَأَ ابْنُ جَرِيْرٍ غَيْرَ مُحْتَاجٍ لِكَسَبٍ إِذْ كَانَ وَالِدُهُ يُنْفِقُ عَلَيْهِ وَاسْتَمَرَّ هٰذَا الْإِنْفَاق يُؤَدَّى إِلَيْهِ حَتَّى بَعْدَ وَفَاةَ أَبِيْهِ وَهُوَ يَنْتَقِلُ بَيْنَ الْبَلَادِ [1]

''طبری رحمہ اللہ کے والد کی طبرستان میں جائداد تھی اس کی وجہ سے امام طبری نے کمانے کی محتاجی کے بغیر پرورش پائی۔ ان کے والد ان پہ خرچ کرتے رہتے تھے اور یہ سلسلہ والد کی وفات کے بعد بھی باقی رہا وہ ایک ملک سے دوسرے ملک جاتے رہتے اور ان کا خرچ انھیں ملتا رہتا۔''

جب کہ ہمارے ہاں کئی ایک مشائخ فکر معاش کی وجہ سے کوئی گرانقدر تصنیفی خدمت سرانجام نہیں دے سکے اور اگر کسی نے ہمت بھی کی ہے تو ان کے علمی کام کو شائع کرنے میں بڑی بڑی جماعتوں نے بھی کوئی دلچسپی نہیں لی۔

4 سچے علما علمِ صحیح کی ترجمانی کرتے ہیں

علمِ صحیح کی ترجمانی سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے قرآن پاک کے معنی و مفہوم اور اس کی تفسیر کو پوری ذمہ داری کے ساتھ بیان کیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ بطورِ تشریح و توضیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح احادیث کا سہارا لیا جائے اور اگر اس

[1] انظر ترجمة الطبری فی کتب الرجال

کے ساتھ ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کے صحیح آثار میسر ہوں تو انھیں بیان کرنے سے موضوع میں مزید نکھار پیدا ہوجائے گا اور یہی ایک سچے خطیب کے کرنے کا کام ہے۔ اسلام کو جس فتنے نے سب سے زیادہ نقصان پہنچایا، وہ ضعیف اور من گھڑت روایات کا فتنہ ہے۔ تقریباً ہر گروہ نے اپنے پاس غیر ثابت اور بے بنیاد روایات کا ذخیرہ جمع کیا ہوا ہے۔ جس سے وہ اپنا اپنا اُلو سیدھا کر رہے ہیں اور اصل دین سے لوگوں کو آئے دن دور سے دور کرتے جا رہے ہیں...... یہ فتنہ ابھی تک موجود ہے۔

ماضی قریب میں کراچی کے بہت بڑے مفتی علامہ غلام رسول سعیدی صاحب نے بہت سی کتب تحریر فرمائیں...... قرآن کریم کی تفسیر اور صحیح بخاری و مسلم کی شرح ان کی کتب میں سب سے زیادہ نمایاں ہیں، لیکن آپ سعیدی صاحب کی کتب کا مطالعہ کرلیں تو حیران ہوجائیں گے کہ موصوف نے ہر قسم کی من گھڑت، متروک اور بے بنیاد روایات سے اپنی کتابوں کو بھر دیا ہے اور کچھ علما وہیں سے دیکھ کر غیر ثابت روایتیں لوگوں میں بیان کرتے ہوئے ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے۔

یہی حال جناب ڈاکٹر طاہر القادری صاحب کا ہے کہ انھوں نے بھی بے بنیاد روایات اور غلط استدلالات سے درجنوں کتابیں تحریر کروا کے مصنف شہیر بننے کا خواب تو پورا کرلیا ہے۔ لیکن لوگوں کو اصل دین سے دور کر دیا ہے۔ یہی کام بین الاقوامی خطیب مولانا طارق جمیل صاحب، محمد امین اوکاڑوی صاحب اور ان کے شاگرد محمد الیاس گھمن صاحب سمیت سب نے کیا ہے جس کی وجہ سے بہت سے لوگ قرآن وسنّت کے حقیقی اور صافی چشمے سے محروم ہو چکے ہیں۔

یہی معاملہ دیگر مکاتبِ فکر کے علما سے بھی پیش آیا کہ انھوں نے کتب تحریر کرتے اور احادیث نقل کرتے ہوئے ان کی صحت کا قطعی طور پر خیال نہیں رکھا جس کی

وجہ سے امت کتاب وسنت کے پاکیزہ چشمے سے دور ہوگئی اور شرک وبدعات کی پگڈنڈیوں پر چل نکلی۔ اسی طرح اکثر مکاتبِ فکر کے خطبا بھی اپنے مقتدیوں کو خوش کرنے کے لیے غیر ثابت اور من گھڑت احادیث وواقعات بیان کرتے ہیں۔ گھنٹوں کے وعظ میں سوائے تفنن، تخیل اور غلط استدلال کے کچھ نہیں ہوتا......

جب کہ یہ بہت بڑی گمراہی کا راستہ ہے۔ ایسے مصنفین اور واعظین بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی عدالت کے مجرم ہیں جنھوں نے صحت وسقم کے اصول واضح ہوجانے کے بعد اور تحقیق کی راہیں آسان ہوجانے کے باوجود دین کے نام پر اپنی دکانداری چمکا رکھی ہے اور لوگوں کو اصل دین سے محروم کردیا ہے۔ [1]

⑤......دور اندیش علما مسلمان حکمرانوں سے خیر خواہی کرتے ہیں:

موجودہ حالات میں پورا کفر اسلام کے خلاف متحرک ہے اور دشمنانِ اسلام کے ایجنٹ جہاد اور دین کا نام لے کر اہل اسلام کی صفوں میں بڑی کامیابی کے ساتھ گھس چکے ہیں ان حالات میں اگر کوئی خطیب یا عالم امتِ مسلمہ کو اپنے مسلمان حکمرانوں کے خلاف مسلح بغاوت پر اکساتا ہے تو وہ دین کا سب سے بڑا دشمن ہے۔

بحیثیت خطیب اور داعی اگر آپ اپنے کسی مسلمان حکمران میں کمی وکوتاہی دیکھتے ہیں تو مضبوط دلیل اور ادب کے ساتھ اس کا رد کرتے ہوئے عامۃ الناس کے سامنے اصل مسئلہ کھول کر بیان کردیں......یہی آپ کی ذمہ داری اور یہی آپ کے منصب کا تقاضا ہے اور اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں، بلکہ کئی حکمران اور ذمہ داران اچھے طریقے سے صحیح راہنمائی مل جانے کے بعد خود کو بدل لیتے ہیں۔ لیکن اس کے

---

[1] اللہ کی توفیق سے ہم کسی دوسری جگہ ان علما کی بیان کردہ اور تحریر کردہ درجنوں بے بنیاد روایات کو ایک جگہ جمع کردیں گے تاکہ عامۃ الناس کو اس بات کا علم ہوجائے کہ علم وفضل اور تحقیق کے اس دور میں بھی علم کے کئی دعویداروں نے حد درجہ غیر ذمہ داری اور غفلت کا ثبوت دیا ہے۔ (راسخ)

اللہ گواہ ہے

ہم نے اس کتاب میں جو کچھ بھی لکھا ہے، صرف اور صرف اللہ کے لیے لکھا ہے۔ ہمارا مقصد صرف اصلاح ہے۔ دورانِ تحریر ہم کسی مصلحت اور غفلت کا شکار نہیں ہوئے۔ جسے حق سمجھا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نہایت ادب کے ساتھ تحریر کر دیا ہے، بعض نقائص کی نشاندہی صرف اس لیے ضروری سمجھی ہے تا کہ نئی نسل ان سے محفوظ رہے...... اور بعض تجاویز صرف اس لیے پیش کی ہیں کہ ہم سب اپنی دونوں منزلوں تک باآسانی پہنچ جائیں۔ دنیا میں ہماری پہلی منزل اسلام کا نفاذ ہے اور مرنے کے بعد ہماری منزل اللہ تعالیٰ کی جنّت ہے۔

اہل حق کے تمام ذمہ داران یکساں طور پر ہماری معروضات پر غور فرمائیں ...... اگر کہیں خیر کی بات ملے تو اس سے ضرور فائدہ اٹھائیں اور اس حقیقت کو اچھی طرح اپنے دل و دماغ میں موجزن فرمالیں کہ کوئی خاص تنظیم یا کوئی خاص شخصیت ہمارا ہدف نہیں ہے اور ہماری کوئی بات حرفِ آخر بھی نہیں، تلخ و شیریں سب آپ کو ملے گا ...... ہماری اس کتاب میں تمام باتیں معقولات، منقولات، توجیہات، تنبیہات، ارشادات، تجربات اور مشاہدات پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بالخصوص ہماری نوجوان نسل کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنائے کیونکہ ہماری سب امیدوں کے مرکز اب وہی ہیں۔

آپ اس کتاب میں جہاں کمی دیکھیں تو فی الفور ہماری رہنمائی کر دیں، ہم اسی لمحے اپنی اصلاح بھی کریں گے اور آپ کے لیے دعا بھی۔

سلامت باکرامت تا قیامت

وصلی اللہ علی النبی وآلہ وصحبہ اجمعین